نقوش فقیہ

در غیبت امام (عج)

تالیف

استاد سید شمشاد حسین رضوی (اترولوی)

مرکز جہانی علوم اسلامی

ACC No. 5074 Date 1/1/11
Section امام زمانہ مجلہ Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY
IBN-E-ZEHRA INSTITUTE BOOK FAIR

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

انتساب

اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری حجت اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارھویں جانشین حضرت امام محمد مہدی آخرالزماں (عج) نیز آپ کے نوابِ خاص، نوابِ عام اور فقہائے عظام کے نام، جنھوں نے غیبت صغریٰ اور کبریٰ میں انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے اسلامی معاشرے کی تشکیل و تنظیم میں بیش بہا خدمات اور بے مثال قربانیاں پیش کیں۔

نقوش فقیہ

در غیبت امام (عج)

تالیف

استاد سید شمشاد حسین رضوی (اترولوی)

مرکز جهانی علوم اسلامی

44

معاونت تحقیق

ادارہ کل برنامہ ریزی وساماندہی تحقیقات

نقوش فقیہ در غیبت امام (عج)

تالیف: استاد سید شمشاد حسین رضوی (اترولوی)

ناشر: انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی (ایران۔قم)

طبعۂ اول: ۱۳۸۵ھ ش، ۱۴۲۷ھ ق، ۲۰۰۶ء

تعداد: ۲۰۰۰

آئی۔ایس۔بی۔این: ۸-۲۹-۸۹۶۱-۹۶۴

ملنے کے پتے:

ایران: قم المقدسہ، انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی، بلوار بہار،

جنب ہتل الزہرا سلام اللہ علیہا فون نمبر: 0098251\7749875

E-mail:public-relations@Qomicis.com

ہندوستان: عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ، یوپی۔

فون نمبر: 0091522\647596 فیکس نمبر: 647910

دفتر اصلاح مسجد دیوان ناصر علی، مرتضیٰ حسین روڈ، لکھنؤ نمبر ۳

فون نمبر: 0091522\261954

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تقریظ

از مفکر و دانشور جناب ڈاکٹر مولانا سید فرمان حسین صاحب قبلہ صدر شعبۂ دینیات شیعہ

و ناظم شعبۂ دینیات، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ (ہندوستان)

باسمہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ

الحمد لاھلہ والصلوۃ علیٰ اھلھا

عالم نبیل، فاضل جلیل حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید شمشاد حسین رضوی کا طویل، پرمغز اور بصیرت افروز مقالہ نظر سے گزرا جس کا عنوان ہے ''نقوش فقیہ در غیبت امام (عج)'' یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اپنے موضوع کے لحاظ سے انتہائی جامع، معنی خیز اور فکر انگیز ہے۔

ولایت فقیہ پر عصر حاضر میں خاصا کام ہوا ہے اور متعدد صاحبان علم نے اس کے ابعاد و جہات کا اپنی بساط بھر تجزیہ کیا ہے اور حتی الامکان اس پر روشنی ڈالی ہے مگر زیر نظر مقالہ ان تمام کاوشوں میں انفرادی حیثیت اور امتیازی شان رکھتا ہے

فاضل مقالہ نگار نے انتہائی علمی مگر سلیس اور عام فہم انداز میں اس موضوع کی وضاحت کی ہے مطالعہ کے بعد قاری یقیناً خود میں بالیدگی کا احساس کرے گا کیونکہ فاضل مقالہ نگار نے ولایت کی تشریح میں قرآن، حدیث اور نہج البلاغہ سے مہارت کے ساتھ استدلال اور استشہاد کیا ہے، حسب ضرورت اور حسب موقع عقلی پہلوؤں کو بھی پیش کیا ہے۔

اگر چہ اس موضوع کی طرف زیادہ توجہ آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے خمینی طاب ثراہ کے اسلامی انقلاب کی تحریک کے منظر عام پر آجانے کے بعد ہوئی اور اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے کہ اس موضوع کے افہام وتفہیم کے لئے آقائے خمینی طاب ثراہ کی شخصیت، خیالات اور افکار کو پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے اور فاضل مقالہ نگار نے اس پہلو کا حق بھی ادا کیا ہے۔

نیز یہ بھی دلیلوں اور حوالوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اس کی ابتدا صدر اسلام ہی میں ہوگئی تھی اور تاریخی تسلسل نے اس عہد حاضر تک پہونچا دیا ہے اور ہر دور میں اس کی اہمیت رہی ہے مقالہ نگار یقیناً لائق مدح ہے کہ ایک علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔

مقالہ اس قدر تحقیقی، مدلل اور مفید ہے کہ کوئی بھی یونیورسٹی بڑے فخر کے ساتھ اس پر مقالہ نگار کو "پی، ایچ، ڈی" کی سند عطا کرسکتی ہے۔

والسلام

سید فرمان حسین صدر شعبۂ دینیات

وناظم شیعہ دینیات۔اے،ایم،یو،علیگڑھ

تقریظ

خطیب قادر جناب مولانا سید محمد جابر صاحب باقری جوراسی

مدیر ماہنامہ اصلاح (لکھنؤ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک ایسا الٰہی نظام ہے جو ایک جانب عبد و معبود کے رشتے کو مستحکم بناتا ہے تو دوسری جانب اپنے ماننے والوں کو اس طرح منظّم بنا کر رکھتا ہے جو ایک بہترین معاشرے کی ضمانت ہے ماضی کی یاد دہانی اور حال میں درپیش مسائل کا معقول حل پیش کرنا اس کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حقیقی نظام اسلام نہ تو کبھی مایوسی کا شکار ہوا اور نہ ہی کبھی بے دست و پا ہو کر منجمد ہوا اس نظام کو ہمیشہ بہترین قائدین کی سرپرستی و رہنمائی حاصل رہی، عصمت کے سایہ میں الٰہی نمائندگی نبوت نے کی، خاتم الانبیا صلعم کے بعد نیابت نبوت کا فریضہ معصوم سلسلۂ امامت نے انجام دیا جو حجت آخر تک

قائم ہے۔

دور غیبت شروع ہوا تو غیبت صغریٰ میں ۲۶۰ھ تا ۳۲۹ھ رابطہ کا فریضہ نوابین اربعہ انجام دیتے رہے ۳۲۹ھ سے غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا، امامت سے عوام کا بظاہر رابطہ نہ رہا تو ہدایات معصومین کی روشنی میں فقہائے امامیہ نے اس طرح رہنمائی کی کہ تا حال یہ سلسلہ کامیابی سے جاری ہے۔

حجۃ الاسلام والمسلمین حاج مولانا سید شمشاد حسین رضوی نے اپنے مقالہ نقوشِ فقیہ در غیبتِ امام (عج) میں قیادتِ فقیہ اور ولایت فقیہ پر بہت دانشمندی اور زیرکی سے روشنی ڈالی ہے۔

زیرنظر مقالہ کو انھوں نے پانچ ابواب اور ہر باب کو چند فصلوں پر تقسیم کر کے تاریخی تجزیہ و تحلیل کے ساتھ اس سخت موضوع کو قاری کے لئے سہل کر دیا ہے۔ غیبت کبریٰ میں علمائے کبار کا سنہ وار تعارف کراتے ہوئے ان کے کارناموں کا جائزہ لیا ہے، عصمت کے امتیاز کو محفوظ رکھتے ہوئے فقاہت کی قیادت پر خامہ فرسائی نازک مرحلہ ہے جس سے وہ بخیر و خوبی گزرے ہیں نیز ابتدا میں ولایت فقیہ کے اثبات میں تحریر کرتے وقت بھی انھوں نے دامن احتیاط کو تھامے رکھا ہے امید ہے کہ ان کا یہ علمی کارنامہ حال ہی میں نہیں مستقبل میں بھی عوام و خواص کی رہنمائی میں سنگ میل ثابت ہوگا۔

فقط والسلام
سید محمد جابر باقری جوراسی
مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ

فہرست

پیش لفظ	۱۹
ابتدائیہ	۲۱
پہلا باب : ولایت، حکومت اور قضاوت	۲۹
پہلی فصل : ولایت کے معنی	۳۱
ولایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۱
دوسری فصل: ولایت سے متعلق بحث و گفتگو	۳۹
ولایت	۳۹
قرآن سے ولایت تکوینی پر کچھ اور ثبوت	۴۷
احادیث کی نظر میں تکوینی ولایت	۵۱
مجورین، صبیان اور اموات پر ولایت	۵۴
ولایت اور وکالت	۵۹

تیسری فصل: حکومت سے متعلق بحث وگفتگو ۶۳
حکومت بھی اللہ کی ہے ۶۳
حکومت کا طرز عمل ۶۴
حکومت وولایت کی ضرورت ۶۷
معاشرہ اور حاکم اسلامی کی ذمہ داریاں ۷۰
اسلامی حاکم کی ضرورت ۷۲
حاکم سے مقابلہ آرائی ۷۴
حاکم کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ۷۸
اقسام حکومت ۷۹
پہلی قسم: مطلق العنان حکومت ۷۹
دوسری قسم: موروثی حکومت ۸۰
تیسری قسم: اشرافی حکومت ۸۱
چوتھی قسم: محدود حل وعقد کی حکومت ۸۱
پانچویں قسم: نظریاتی انتخابی حکومت ۸۱
چھٹی قسم: جمہوری منتخب حکومت ۸۲
ساتویں قسم: اسلامی حکومت ۸۲
مقدمہ حکومت اسلامی ۸۴
تشکیل حکومت کس کی ذمہ داری...؟ ۸۵
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں مقام حکومت ۸۸
گورنر کے شرائط ۹۲
ابن سینا کی رائے ۹۳
فارابی کی رائے ۹۴
قاضی ابویعلی (فراء) کی رائے ۹۴
علامہ حلّی کی رائے ۹۵

چوتھی فصل: قضاوت سے متعلق بحث وگفتگو ۹۷
قضاوت کا مفہوم ۹۷
قضاوت کی ضرورت ۱۰۰
قاضی کے شرائط ۱۰۲
قضاوت کا فریضہ ۱۰۴
قاضی کے فرائض ۱۰۵
دوسرا باب : ولایت فقیہ کا سلسلہ ۱۰۷
پہلی فصل: ولایت فقیہ ۱۰۹
ولایت فقیہ کا عام تصور ۱۰۹
ولایت فقیہ کی اہم ذمہ داریاں ۱۱۱
نتیجہ ۱۱۶
ولی فقیہ کی حکومت میں طرفین کے حق کی رعایت ۱۱۷
ولایت فقیہ احادیث کی روشنی میں ۱۲۱
ولایت نہج البلاغہ کی روشنی میں ۱۳۳
ولایتِ فقیہ علم کلام کی روشنی میں ۱۴۱
ولایت فقیہ اصول فقہ کی روشنی میں ۱۴۵
ولایت فقیہ عقل کی روشنی میں ۱۴۶
رہبریت کی قسمیں ۱۴۸
ولی فقیہ کے فرائض واختیارات ۱۴۹
حفاظت عقائد واحکام اسلام ۱۵۲
افتاء ۱۵۳
قضاوت ۱۵۳
ولایت ۱۵۳
ولی فقیہ کے شرائط وصفات ۱۵۴

۱. صائنالنفسہ ۱۵۹
۲. حافظالدینہ ۱۵۹
۳. مخالفاعلیٰ ہواہ ۱۵۹
۴. مطیعالامرمولاہ ۱۵۹
ولایت فقیہ کی مجاہدانہ روش ۱۶۰
فقیہ اوراس کی تقلید ۱۶۱
مرجع تقلیداورولی فقیہ ۱۶۲
حکم ولی فقیہ اورمراجع تقلید کی حیثیت ۱۶۴
ولایت فقیہ کے حدود ۱۶۴
ولی فقیہ مبسوط الید ہونا چاہیے ۱۶۸
عراق اورحوزۂ علمیہ نجف میں علمااورفقہا کا سیاسی کردار ۱۶۹
ائمہؑ اورولی فقیہ میں فرق ۱۷۱
مجلس خبرگان اورولی فقیہ ۱۷۳
مجلس خبرگان کی ذمہ داری ۱۷۳
مجلس خبرگان، شورائے نگہبان اورولایت فقیہ ۱۷۴
تیسراباب: سلسلۂ نیابت ۱۷۷
پہلی فصل: ذمہ داراورذمہ داریاں، نائب اورمنوب عنہ ۱۷۹
ولایت وحکومت کا انبیاوائمہ کی طرف منتقل ہونا ۱۷۹
نبوت کی ذمہ داری ۱۸۱
امامت کافریضہ ۱۸۲
ائمہ اطہار کے اسمائے گرامی ۱۸۳
ائمہ اہلبیت کی جانب سے سلسلۂ نیابت ۱۸۵
تعیین وتنصیب کے چندنمونے ۱۸۶
نوابین کی تعداد ۱۸۸

دوسری فصل: مشہور نواب اربعہ	۱۹۱
عثمان بن سعید عمری م: تقریبا: ۲۶۵ھ	۱۹۱
محمد بن عثمان عمری م: ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ	۱۹۳
ابوالقاسم بن روح نوبختؒ م: ۳۲۶ھ	۱۹۴
ابوالحسن علی بن محمد سمری م: ۳۲۹ھ	۱۹۵
چوتھا باب: غیبت کبریٰ میں آرائے فقہا کا سلسلہ	۱۹۷
پہلی فصل: چوتھی صدی ہجری	۱۹۹
ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ م: ۳۲۹ھ	۱۹۹
ابن جنید اسکافیؒ م: ۳۸۱ھ	۲۰۱
حسن بن علی بن ابی عقیل عمانی م: تقریبا ۳۵۰ھ	۲۰۳
شیخ صدوق اور علی بن بابویہ قمی	۲۰۵
علی ابن بابویہ قمی کے مختصر حالات م: ۳۲۹ھ	۲۰۶
شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی م: ۳۸۱ھ	۲۰۶
دوسری فصل: پانچویں صدی ہجری	۲۰۹
ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان بغدادی ''شیخ مفید'' م: ۴۱۳ھ	۲۰۹
سید مرتضیٰؒ علم الھدیٰ م: ۴۳۶ھ	۲۱۳
خواب شیخ مفید	۲۱۴
حمزہ بن عبدالعزیز دیلمی م: ۴۴۸ھ تا ۴۶۳ھ	۲۱۵
شیخ ابوصلاح حلبی م: تقریباً ۴۴۹ھ	۲۱۷
شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی م: ۴۶۰ھ	۲۱۸
قاضی عبدالعزیز حلبیؒ م: ۴۸۱ھ	۲۲۰
تیسری فصل: چھٹی صدی ہجری	۲۲۱
عمادالدین طوسیؒ محمد بن علی حمزہ م: ۵۸۵ھ	۲۲۱

قطب الدین راوندی م: ۵۷۳ھ	۲۲۲
محمد بن ادریس حلی م: ۵۹۸ھ	۲۲۳
چوتھی فصل: ساتویں صدی ہجری	۲۲۵
خواجہ نصیر الدین طوسیؒ	۲۲۵
محقق حلیؒ معروف بہ محقق اول م: ۶۷۶ھ	۲۲۷
پانچویں فصل: آٹھویں صدی ہجری	۲۳۱
حسن بن یوسف علامہ حلیؒ م: ۷۲۶ھ	۲۳۱
محمد بن حسن فخر المحققینؒ م: ۷۷۱ھ	۲۳۴
محمد بن مکی شہید اولؒ م: ۷۸۶ھ	۲۳۶
چھٹی فصل: نویں صدی ہجری	۲۳۹
مقداد بن عبداللہ ''فاضل مقداد'' م: ۸۲۶ھ	۲۳۹
احمد بن فہد حلی اسدی م: ۸۴۱ھ	۲۴۰
ساتویں فصل: دسویں صدی ہجری	۲۴۳
مقدس اردبیلی م: ۹۹۳ھ	۲۴۳
محقق ثانیؒ م: ۹۳۷ھ تا ۹۴۱ھ	۲۴۴
شہید ثانیؒ م: ۹۶۶ھ	۲۴۵
آٹھویں فصل: گیارھویں صدی ہجری	۲۴۹
ملا محمد باقر سبزواریؒ م: ۱۰۹۰ھ	۲۴۹
نویں فصل: بارھویں صدی ہجری	۲۵۱
آقا جمال خوانساریؒ م: ۱۱۲۵ھ	۲۵۱
شیخ بہاء الدین معروف بہ فاضل ہندی م: ۱۱۳۷ھ	۲۵۲
دسویں فصل: تیرھویں صدی ہجری	۲۵۵
مولیٰ احمد نراقی م: ۱۲۴۵ھ	۲۵۵

شیخ محمد حسنؒ ''صاحب جواہر الکلام'' م: ۱۲۶۶ھ ۲۵۶
گیارھویں فصل: چودھویں صدی ہجری ۲۶۱
روح اللہ الموسوی ''امام خمینی'' م: ۱۴۰۹ھ کی ولادت ۲۶۱
تعلیمی سلسلہ ۲۶۲
جامعیت علم ۲۶۳
درس وتدریس ۲۶۳
رسالہٴ علمیہ ۲۶۳
مرجعیت ۲۶۴
امام خمینیؒ اور نہضت ۲۶۵
انقلاب امام خمینیؒ کی حکیمانہ قیادت ۲۶۶
عوامی حمایت ۲۶۷
توکل بہ خدا ۲۶۸
سفر آخرت ۲۶۹
ولایت فقیہ سے متعلق امام خمینیؒ کا نظریہ ۲۷۰
حضرت امام خمینیؒ اور ولایت فقیہ نظریے کی ترویج ۲۷۳
امام خمینیؒ کے توسط سے ولایت فقیہ کا اجرا ۲۷۴
حدود ولایت فقیہ، ملک سے باہر اسلامی پیغام، کمیونسٹ لیڈر کو مطالعہٴ اسلام کی دعوت، میخائیل گورباچوف کے نام خط ۲۷۶
امام خمینیؒ کا تاریخی فتوی، عظمت ونقوش فقیہ کی دلیل ۲۸۱
امام خمینیؒ کے تاریخ ساز فتوی کی عبارت ۲۸۳
رہبر انقلاب آیۃ اللہ العظمی خامنہ ای ''مدظلہ'' کی زندگی خود اپنی زبانی ۲۸۶
آیۃ اللہ العظمی حاج سید علی حسینی سیستانی ''مدظلہ'' ۲۹۰
آیۃ اللہ العظمی سید علی سیستانی کے اہم نظریات ۲۹۳

پانچواں باب: عبادات ومعاملات ۲۹۵
پہلی فصل: عبادات میں ولایت فقیہ کا کردار ۲۹۷
تبصرہ ۲۹۷
نماز (ستون دین) ۲۹۹
روزہ واعتکاف ۳۰۳
زکوٰۃ ۳۰۴
خمس اور انفال ۳۰۶
حج وزیارت ۳۰۸
جہاد ۳۱۰
دوسری فصل: معاملات میں ولایت فقیہ ۳۱۵
نکاح ۳۱۵
طلاق ۳۱۶
میراث میں ولایت ۳۱۷
قضاوت اور حدود میں ولایت ۳۱۷
قصاص اور دیات میں ولایت ۳۱۹
تیسری فصل: ولایتِ فقیہ کے سلسلے میں سوال وجواب ۳۲۳
سوال وجواب ۳۲۳
منابع وماخذ ۳۲۹

عرض ناشر

حجاز کی تپتی ہوئی سرزمین پر وحی کا نورانی نزول اور اس کے لئے ماحول کی آمادہ سازی پیغام وحی کو لانے والے اور اس کے سچے دوستوں کی بے انتہا سعی وکوشش سے ۲۳/سال میں مکمل ہوئی۔

آپ نے اس حالت میں اس دنیا کو خیر آباد کہا کہ آپ آسمانی مقدس پیغام اور انذار وتبشیر کے اہم فریضہ کو بحسن خوبی پایۂ تکمیل تک پہونچا چکے تھے۔

آپ کی تلاش وجستجو کا ماحصل ثمرہ، تازہ ترین اجتماعی نظام پر تکیہ کئے ہوئے تھا جو آسمانی بابرکت اور اس کے سکھائے ہوئے احکام کے بل بوتے تھا۔

اس اجتماعی نظام کو اجرا کرنے اور باقی رکھنے کے لئے ایسے علما کی ضرورت تھی جو دین کو صحیح معنیٰ میں پہچانتے ہوں، اسی لئے خدا نے مومنین کو حکم دیا کہ بعض مومنین اپنی اعلیٰ علمی استعداد اور صلاحیت کو ''تفقہ فی الدین'' میں صرف کریں، اپنی قوم کے درمیان واپس جائیں اور انذار کرنے والے قرار پائیں۔

فقہ شیعہ جو کتاب وسنت اور عقل کے سرچشموں سے بہرہ مند ہے جس کا ایک خاص دلیل کے ساتھ (زندہ رہنا) طول تاریخ کے نشیب وفراز پر شاہد رہا ہے جس کی روشنی میں فقہائے شیعہ تاریخی امکانات اور اقتضائے حال کے مطابق اسلامی معیار کی تلاش وجستجو اور اس کے قوانین کو جاری وساری رکھنے کی لامتناہی کوشش کرتے رہے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں فقہا کے نقوش کتاب ہذا کا موضوع ہے جس میں امام زمان (عج) کی غیبت میں حکومت فقیہ کی مشروعیت کا اثبات اور اس سے متعلق پیدا ہونے والے شبہات کا محکم جواب دیا گیا ہے، اس کتاب کے مؤلف فاضل گرانقدر حجۃ الاسلام والمسلمین استاد سید شمشاد حسین رضوی نے مذکورہ موضوع کے بارے میں مفصل اور قابل توجہ بحث کی ہے جس میں شیعہ فقہا کے آرا اور نظریات سے استدلال کیا ہے۔

مرکز جہانی علوم اسلامی صاحب اثر کی سعی وکوشش اور وہ صاحبان علم وحکمت کہ جنھوں نے اسے مثمر بنانے کے لئے خالصانہ نقش ادا کیا بالخصوص شعبۂ انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی کی قدردانی کرتا ہے اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ توفیقات کا آرزومند ہے۔

معاونت پژوہش مرکز جہانی علوم اسلامی

ادارہ کل برنامہ ریزی وساماندہی تحقیقات

پیش لفظ

ارکانِ اسلام میں ولایت کا موضوع اتنا اہم ہے کہ خداوند عالم نے اسے اپنی ذات سے مخصوص کیا اور انبیا و مرسلین اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے لئے خاص طور سے بیان فرمایا ہے، زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی اور اسی خاطر جب اللہ نے اپنے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نائب و ہادی حضرت امام مہدی (عج) کو ایک مدت خاص اور مصلحت الٰہی کے لئے پردہ غیب میں رکھا تو ہدایت کا سلسلہ ان کی نیابت میں صالحین فقہا کے دوش پر آیا۔

اس لئے کہ علما، انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں اور ائمہ علیہم السلام کی نیابت وسفارت کا کام ہمیشہ انجام دیتے رہے ہیں، اس لئے یہ ولایت ان کی طرف منتقل ہوئی اور ان کے دائرہ عمل واختیار کو حدیث مبارک "**واما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة احاديثنا فانهم حجتي عليكم وانا حجة الله عليهم**" وسائل الشیعہ ج ۱۸/ص ۱۰۱/حدیث ۳۳۴۰ / کی روشنی میں اپنے تمام مسائل میں انھیں (راویان حدیث) علمائے کرام کی طرف

رجوع کرنا ہے اور پھر دوسری حدیث ''فاما من الفقهاء صائنا لنفسه، حافظا لدينه، مخالفا على هواه، مطعيا لامر مولاه، فللعوام ان يقلدوه'' وسائل الشیعہ ج ۱۸/ص ۹۴/ سے تاکید کی کہ ان صفات والے فقہا ہی کی اطاعت وتقلید واجب ہے چنانچہ اس موضوع سے متعلق'' نقوش فقیہ درغیبت امام (عج)'' نامی اس کتاب میں تشفی بخش بحث کی گئی ہے۔

یہ کتاب اردوزبان میں اپنی خصوصیت وجاذبیت کے اعتبار سے انفرادیت رکھتی ہے اس میں علما وفقہا کے حقوق، ان کی اہمیت، شریعت محمدی میں ان کا اہم کردار اور ولایت فقیہ سے متعلق پیچیدہ مسائل کو اردو کی بہت ہی سادہ اور عام فہم زبان میں بیان کیا ہے نیز اپنے نظریات کی پختگی اور استحکام کے لئے یورپ میں رہتے ہوئے تحقیقی سلسلے میں ایران وعراق اور دیگر علمی مراکز کے لئے سفر کئے اور وہاں کے علما، فقہا، حوزات علمیہ، نشریاتی اور تحقیقی اداروں سے استفادہ کیا ہے۔ امید ہے کہ میری یہ کوشش قوم کے لئے مفید اس عنوان سے ہوگی کہ وہ اس موضوع سے متعلق خاطر خواہ آشنا ہو جائے گی اور علمائے صالحین وفقہائے عظام کی صحیح شخصیت سے مطلع ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق وفرائض سے بھی آگاہ ہوگی۔ خدا ورسول اور معصومین علیہم السلام حقیر کی اس کوشش کو قبول فرمائیں۔

سید شمشاد حسین رضوی (علیگڑھ)
تاریخ ۲۶/ جنوری ۱۹۹۹ء

ابتدائیہ

اسلام ایک مکمل نظام ہے۔

اس کی کتاب دستور العمل ہے۔

انسانی زندگی بغیر کسی قانون و نظام کے چل نہیں سکتی۔

مالک کائنات نے جس قانون کے نفاذ کی خاطر جن افراد کا انتخاب کیا وہ بھی لاجواب اور بے نظیر ہی نہیں بلکہ معصوم اور عادل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے اعلم اور افقہ فرد بشر تھے۔

ذات واجب الوجود، مستجمع جمیع کمال وصفات تھی اس لئے اس نے اپنی جانشینی کے موقع پر معصوم ملائکہ کے جواب میں اپنی اعلمیت جتائی اور الٰہی منصب داروں کی استعداد اور صلاحیت کو اس طرح نمایاں کیا کہ مخدوم ملائکہ ہونے کی لیاقت کے باوجود حکم خالق سے اس کے لئے سجدہ کرنا بھی ضروری ہوگیا۔

چنانچہ اشرف المخلوقات، ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر

مقام تفاخر میں اظہار غرور بھی کیا...!

اپنی معرفت اور شناخت کرانے کے لئے انبیا و مرسلین علیہم السلام کے بھیجنے کا جہاں پاک و پاکیزہ سلسلہ رکھا وہاں ہدایت کے مناروں سے روشنی حاصل کرنے کے لئے انسانوں کے دلوں کو جھکایا بھی اور مخلوق کو تابع بنایا تاکہ تقاضائے وقت اور حالات کی مناسبت سے معجزہ کے ذریعہ ان کی شخصیت و کردار کی تائید ہوتی رہے اور جس رسالت اور ذمہ داری کو انھیں نبھانا ہے اس میں کوئی رکاوٹ بھی نہ ہونے پائے۔

خدا کی حکمت اور مصلحت کو خود وہی جانتا ہے اس نے اپنے نمائندوں کو کبھی نبی کی شکل میں، کبھی وصی کی صورت میں تو کبھی امام کی حیثیت سے بھیجتا رہا، عوام الناس اور امت کو کسی بھی وقت بغیر ہادی اور امام کے نہ چھوڑا۔

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس نے پہلے ہی دن پہلی مخلوق کی خلقت میں اپنی ولایت وحکومت کا اعلان کیا اور پھر دنیا میں انسانوں کی منظّم و با مقصد زندگی کی خاطر الٰہی حکومت کو عدل وانصاف کی بنیاد پر گامزن رکھنے کے لئے ایک ایسے ولی اور سرپرست کی ضرورت محسوس کی جو ہمیشہ اس کی نمائندگی کرتے ہوئے تام الاختیار ہو اور اس کے حکم کو نافذ کرنے میں مخلص، امین، شجاع متقی، عالم اور دیگر خصائص حسنہ کا مالک ہو۔

جب حق حکومت اس کا ہے تو حاکم بھی اس کے صفات کا مظہر ہونا چاہئے اور یہی وہ انداز ہے جس طور وطریقہ پر خالق نے انسانوں میں اپنی صفات کو ودیعت کیا ہے لیکن ہر ایک کے لئے اس درجۂ تکامل تک پہونچنے کی خاطر

جہاں اس کے لطف وکرم کی ضرورت ہے وہاں اس کی نظر انتخاب بھی شامل ہونا چاہئے اور پھر انسانی سعی وکوشش بھی۔

اس ظاہری اور مادی دنیا میں مسلسل جدو جہد، ریاضت، محنت، اخلاص، تقویٰ، علم، شجاعت، بردباری، دیانت، امانت، مدیریت، ذکاوت، ذہانت، صبر واستقلال، استقامت و شہامت، قناعت و بے لوثی، ریا وسمعت سے پاک اور پھر عمل میں رضایت رب کے ساتھ نہ معلوم کتنی صلاحیتوں کا تزکیۂ نفس کے لئے اپنانا ضروزی ہے جب انسان ان منزلوں تک پہونچ جائے گا تو پھر حکومت وولایت حاصل کرنے کے بجائے من جانب اللہ تفویض ہوجائے گی، یہ بڑا عظیم مقام ہے جس پر شکر ہی نہیں بلکہ ہر لحظہ مالک کے حضور جواب دہی کی بات ہے۔

ظاہر ہے کہ جب اس نے یہ ذمہ داری سونپی ہے تو اس کی طرف سے نصرت ومدد ہمیشہ شامل حال رہے گی اور یہ بھی اس کا لطف وکرم ہے کہ ایسے بندہ کو اس کام کیلئے چنا ہے جو کسی بھی رخ سے قابل اعتراض نہیں ہے۔ رہی اعتراض کی بات، تو اعتراض کل ملائکہ نے بھی کیا تھا جہاں قدسیوں کا ماحول تھا اور یہاں تو زبان دراز انسانوں کی لاتعداد شکایات، اعتراضات، اشکالات اور بے جا توقعات وطولانی آرزوؤں کی باتیں ہیں۔

موضوع کا انتخاب آسان تھا اور مشکل بھی، مگر اپنی زبان میں کہنا اور دوسروں تک پہونچانا اور سننے والوں یا پڑھنے والوں کو کسی حد تک مطمئن کرنا یا قانع کرنے کے لئے ثبوت فراہم کرنا لمحۂ فکریہ ضرور ہے۔

''ولایت فقیہ'' کا تصور و یقین اور اس پر بحث و گفتگو کا سلسلہ مسلّم معاشرہ میں خاص طور پر شیعہ اثنا عشری طبقہ میں مدت سے چلا آرہا ہے لیکن اردو زبان میں اب تک اس پر بہت کم کام ہوا ہے جبکہ فارسی اور عربی میں اس موضوع پر صدہا کتابیں لکھی جا چکی ہیں، انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کا راز اور اس انقلاب کا نقطۂ عروج ولایت فقیہ کا راسخ عقیدہ تھا۔

انقلاب کے ابتدائی مرحلہ میں چاہے یہ تصور اور یہ فکر عام لوگوں میں زیادہ مشہور نہ ہوئی ہو مگر خواص میں یہ اس طرح رائج ہو چکی تھی کہ اسی کی مسلسل تبلیغات اور اصول وضوابط کی بنیاد پر رہبر انقلاب اسلامی کا وجود سامنے آیا۔

عوامی سطح پر'' قیادت'' کی پشت پناہی ہی ''ولایت فقیہ'' کا قبول کرنا تھا ان کے ہر فرمان پر لبیک کہنا شہنشاہیت اور استعماری طاقتوں کی چولوں کو ہلانا تھا۔

ایک مرد مجاہد، خدا پرست، دین کا جاننے والا'' فقیہ'' زبان میں وہ تاثیر پیدا کر چکا تھا کہ سپر پاور کے غلام اور نوکر شاہ ایران کو راہ فرار کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ مل سکا۔ بات اتنی ہی نہ تھی بلکہ جس نے اس فقیہ کے لئے زمین تنگ کر دی تھی اور اسے جلاوطن کر دیا تھا اس کے چاہنے والے ہزار ہا لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اب اس فقیہ کی خداداد ولایت وحکومت اس منزل پر پہونچی کہ اس ولائی طاقت کے سامنے آنے والے ظالم وجابر شاہ کو مرنے کے بعد اپنے وطن کی دو گز زمین بھی دفن ہونے کے لئے نصیب نہ ہوئی تفصیلات میں جانے سے پہلے ابتدا میں یہ بتانا نہایت ضروری ہے کہ اس

عنوان کو سرنامۂ کلام اور موضوع سخن بنانے کی ضرورت کیوں ہوئی ؟

اگر چہ اس کے اغراض واہداف بہت ہیں مگر اپنی مختصر سی تبلیغاتی زندگی اور مغربی ممالک (امریکہ، کنیڈا اور یورپ) میں مقیم اردوداں بھائیوں سے ملنے کے بعد میں نے ضروری سمجھا کہ ان کے اذہان عالیہ سے ان شکوک وشبہات کو دور کرنا جو بعض کے تصور میں آج بھی عالم دین ایک ملازم یا نوکر سے زیادہ حیثیت کا مالک نہیں یا پیشنمازی اور خطابت کے علاوہ اس کا دوسرا کام نہیں۔اور بعض تو صرف دعا وتعویذ، نماز جنازہ اور سورہ یاسین پڑھنا ہی ان کا مصرف سمجھتے ہیں۔

کتنے لوگ یہ یقین کئے ہوئے ہیں کہ یہ علما حضرات تو صرف ''دینی امور'' کے سرپرست ہیں نہ کہ ہماری منیجمینٹ میں دخالت کے حقدار۔ہمارے انتظامی امور میں ان سے سروکار نہیں۔ ہماری مسجد، امام باڑے اور مرکز کے اخراجات کے لئے یہ علما ہی اپیل کریں، نیز چندہ اکٹھا کریں، مال خمس وزکات اور فطرہ وغیرہ بھی جمع کریں لیکن مراکز کے اخراجات کے سلسلے میں انھیں سوال کا کوئی حق ہر گز نہیں، مالیات کی باز پرس تو کر ہی نہیں سکتے ہیں، اس لئے کہ حکومت تو ان کے لئے ہے ہی نہیں؟!

یہ سارے افکار مغربی ذہنوں کی پیداوار ہیں جہاں دین کو سیاست سے جدا کر دیا گیا اور ایک مولوی، عالم دین، امام مسجد، دینی درسگاہ کے مدرس ومعلم کو وہ رتبہ نہ دیا گیا جو اسلام وقرآن نے انھیں دے رکھا ہے۔

کم از کم ایک جگہ اس کا اتفاق ہوا بھی اور فضل خدا وعنایاتِ ربِ کریم سے

وہ دن بھی آیا کہ صدیاں گذر جانے کے بعد اس حکومت و حاکمیت فقیہ کو عملی طور سے دیکھا جا رہا ہے مگر اب اشکالات و اعتراضات نے دوسرا رخ اختیار کر لیا ہے، ظاہر ہے جب ''ماحولی دین'' مسلمانوں کو ملے گا، تو خالص اسلام سمجھ میں کہاں سے آئے گا؟

''محمدی اسلام'' اور ''امریکائی اسلام'' کے فرق کو سمجھنے سے پہلے منبر کے اعلان ''من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ'' اور حارث کے طلب عذاب اور (سئل سائل) کے شان نزول اور اسباب کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو حقیقی اسلام جسے حضرت امام خمینیؒ نے ''اسلام ناب محمدی'' سے تعبیر کیا ہے سمجھنا بہت آسان ہوگا۔ مغربی دنیا میں بعض مومنین اعتراض برائے اعتراض اور وقت کی بربادی، ذہنی عیاشی اور اپنے عملی تفوق کی برتری یا احساس کمتری کی پردہ پوشی کی خاطر اس موضوع کو چھیڑ کر استفادہ کے بجائے اکثر مقامات پر گناہان کبیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مسائل کو سمجھنے ہی کے لئے حصول علم دین کو واجب کفائی کا درجہ دیا گیا، یہ علم فقہ ہی وہ عظیم ترین علم ہے جس کے برابر کوئی علم و دانش نہیں اور یہ بھی ایسے ماحول میں جہاں تجربہ و عمل کو ہی علم کہا جاتا ہے اور تھیوری تو صرف پڑھنے کی حد تک سمجھی جاتی ہے۔

آج جب ''فقیہ کی ولایت'' علمی طور سے دنیا میں مشہور ہوئی تو بعض لوگوں نے سمجھنے سے انکار کر دیا، یا اس کے دائرہ کو محدود کرنے کی کوشش کرنے میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ مغربی میڈیا سے پیش کردہ علما کے اختیارات کو دلیل بنا کر سمجھایا جا رہا ہے۔

فقیہ کی ولایت کل تک کتابوں، خواص کے درمیان یا مطالعہ کی حد تک ہی محدود تھی۔ اب اس پر نہ جانے کتنے مقالے اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ بعض فارسی کتابوں کے تراجم بھی بازار میں دستیاب ہیں مگر اب بھی چند باتیں جو اردو میں سامنے نہیں آئی ہیں، وہ ولایت فقیہ کے مختلف ادوار کی بحث ہے۔

کیا یہ بحث ائمہ علیہم السلام کے زمانے کی ہے یا زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی تھی؟

کیا ولایت فقیہ کا آغاز غیبت کبریٰ سے ہوتا ہے یا پہلے سے؟

آج ولایت فقیہ صرف ایران تک محدود ہے یا دوسرے ممالک میں بھی اس کے اختیارات ہیں؟

عوام اور علما کے رابطے اور پھر عالم اسلام کی ضروریات اور حاجت روائی دشمنان اسلام کے حملے اور صیہونیزم کی سازشیں، سادہ لوح مومنین کی عبادات جہاں اصل فقہ وفقیہ سے رابطہ نہیں! مسلمانوں کے اجتماعی مشکلات اور فریادرسی، مومنین کے فرائض خمس وزکات کے اخذ وصرف کی باتیں، فریضۂ حج میں صرف عبادات ومناسک کی ادائیگی یا عالمی بین الاقوامی اور عظیم اسلامی کانفرنس، مسلمانوں کی زمینوں اور وراثت پر صیہونیوں اور کافروں کا قبضہ اور پھر اپنی زمین یعنی مسلم ممالک میں نظام عدل کا قیام اور عملی تحریک جیسے نہ جانے کتنے مبتلا بہ مسائل ہیں جس کے لئے ایک صاحب اقتدار حلقوم کی ضرورت ہے جس سے صرف ایک ہی آواز نکلے ''اسلام اور خالص اسلام!'' صدا ولی کی

ہوگی مگر نیابت حقیقی ولی امر کی ہوگی جو پردۂ غیب سے ہدات کی ذمہ داری لے چکا ہے، جسے عادلانہ نظام کے قیام کے لئے مقدمتاً ایسی حکومت کی ضرورت ہے، جو دنیا کے سامنے ایک معمولی سی مثال ہواور مختصر نمونہ ہوتا کہ جب عدالت قائم ہوتو نہ استعجاب ہواور نہ ہی استغراب، بلکہ خوشی کے مارے وہ جھوم کر کہے کہ ہم نے اپنی دعا ''اللّٰھم انا نرغب الیک فی دولة کریمة تعزبھا الاسلام واھله وتذل بھاالنفاق واھله...'' کا اثر دیکھ لیا اور چونکہ ہم نے ولایت فقیہ کو دیکھا تھا، مانا تھالہذا حقیقی ولایت مطلقہ سے آنکھیں نورانی ہورہی ہیں۔

وله الحمد والشکر علی ھذه النعمةالمبارکة

پہلا باب

ولایت، حکومت اور قضاوت

پہلی فصل

ولایت کے معنی

ولایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لفظ ولایت مصدر یا اسم مصدر ہے اس کے بہت سے مشتقات ہیں: جیسے ولی، مولیٰ، والی، اولیا، موالی، اولیٰ، تولّی وغیرہ یہ سب قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

صحاح اللغہ میں (اَلوَلِیُ) قرب ونزدیک ہونے کے معنی میں لیا گیا ہے اور دشمن کے مقابلہ میں ولی، دوست کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مولیٰ آزاد کرنے والے، آزادشدہ، چچازاد بھائی، مدد کرنے والے، ہمسایہ اور داماد کو بھی کہا جاتا ہے۔ جو کسی کی کفالت کرے یعنی کفیل ہو اور سرپرستی کرے اسے بھی ولی کہا جاتا ہے۔

ولایت ''زیر کے ساتھ'' سلطان کے معنی میں اور وِلایت ووَلایت ''زیر وزبر'' کے ساتھ نصرت کے معنی میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

سیبویہ اس بات کے قائل ہیں کہ ولایت (واو کو زبر کے ساتھ) مصدر ہے اور ولایت ''زیر کے ساتھ'' اسم مصدر ہے جیسے اِمارت و اَمارت یا نِقابت ونَقابت وغیرہ۔

مجمع البحرین میں طریحی نے بیان کیا ہے کہ اولیٰ، اقرب اور احق کے معنی میں ہے اور استدلال میں قرآن کی مذکورہ ذیل آیت کو پیش کیا ہے:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (۱)

بلا شبہ جناب ابراہیم علیہ السلام سے نزدیک ترین شخص، ان کی پیروی کرنے والے ہیں اور یہ پیغمبر اور صاحبان ایمان ہیں اور اللہ مومنین کا سرپرست ہے۔

لفظ ولایت (واو کو فتحہ کے ساتھ) ربوبیت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا (۲)

قیامت کی نصرت صرف خدائے برحق کے لئے ہے وہی بہترین ثواب دینے والا اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے۔

---

۱. سورہ آل عمران، آیت ۶۸

۲. سورہ کہف، آیت ۴۴

لفظ وَلایت واو کو "زبر کے ساتھ" "محبت" اور "زیر کے ساتھ" "تولیت" کے معنی میں ہے۔ ولی اور والی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہاتھ میں کسی کی زمام تھمادی جائے اور وہ اس کا ذمہ دار ہو جائے۔ ولی ایسے انسان کو کہتے ہیں جس کی طرف سے مدد اور نصرت ہو۔ ولی قائم مقام اور جانشین کے معنی میں بھی آیا ہے۔

ابن اثیر جزری نے نہایہ میں بیان کیا ہے کہ خداوند متعال کے ناموں میں سے ایک نام (ولی) بھی ہے جو ناصر و مددگار کے معنی میں ہے

کہا جاتا ہے کہ (متوّلی) کا مطلب تمام امور عالم اور کائنات کے چلانے والے اور انتظام کرنے والے کے ہیں اور (والی) تمام اشیا میں تصرف کرنے والے اور مالک کے معنی میں ہے لفظ ولایت سے تدبیر وقدرت اور فعل کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ نہایہ میں تفصیل کے ساتھ جن مطالب کا اظہار لفظ مولیٰ کے سلسلے میں کیا گیا ہے وہ یوں ہیں:

مولیٰ بمعنیٰ رب (مربی، مالک اور صاحب اختیار)

مولیٰ بمعنیٰ مالک (صاحب مِلک)

مولیٰ بمعنیٰ معتق (آزاد کرنے والا)

مولیٰ بمعنیٰ ناصر (مدد کرنے والا)

مولیٰ بمعنیٰ محبّ (دوست رکھنے والا، محبت کرنے والا)

مولیٰ بمعنیٰ تابع (پیروی کرنے والا)

مولیٰ بمعنیٰ جار (پڑوسی، ہمسایہ)
مولیٰ بمعنیٰ ابن عم (چچازاد بھائی)
مولیٰ بمعنیٰ حلیف (باہم قسم کھانے یا معاہدہ کرنے والا ہر فریق)
مولیٰ بمعنیٰ عقید (عہدو پیمان کرنے والا)
مولیٰ بمعنیٰ صہر (داماد)
مولیٰ بمعنیٰ عبد (غلام یا بندہ)
مولیٰ بمعنیٰ معتق (غلام یا کنیز جو آزاد ہوئی ہو)
مولیٰ بمعنیٰ منعم علیہ (جس پر نعمت بخشی کی گئی ہو)

مولیٰ احادیث میں حالات و کیفیات اور تقاضوں کے اعتبار سے ان معانی کے علاوہ دیگر معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

زبیدی نے تاج العروس میں وضاحت کے ساتھ تحریر کیا ہے:

لفظ ولی کے بہت سے معانی ہیں منجملہ: محبّ، صدیق اور نصیر کہ جو دوست اور مدد و نصرت کرنے والے کے معنیٰ میں ہے نیز انھوں نے مولیٰ کے معانی تسلط و برتری، متکفل ہونا، ذمہ دار ہونا اور سرپرست و حاکم ہونا بھی تحریر کیا ہے

لسان العرب میں ''نہایہ'' اور تاج العروس کی بعینہ باتیں موجود ہیں تکرار سے بچنے کی خاطر نقل نہیں کی جارہی ہیں۔

لسان العرب میں ''ولی'' کا معنی'' یتیم کی کفالت کرنے والے، کسی خاتون کے عقد نکاح کی سرپرستی کرنے والے اور وراثت کے

سلسلے میں بھی بیان کیا ہے(۱)

لغت کی معروف کتاب اقرب الموارد میں ولی کے معنی کسی امر کی ملکیت اور معاملات کی انجام دہی کے لئے استعمال ہوئے ہیں(۲)

راغب اصفہانی نے مفردات الفاظ قرآن میں تفصیل کے ساتھ لفظ ولی سے متعلق تمام آیات کو جمع کیا ہے(۳)

انھوں نے گذشتہ تمام مشتقات الفاظ کی آیات اور معانی جن کا ذکر مذکورہ کتابوں کے حوالے سے نقل ہو چکا ہے، بیان کیا ہے۔

تقریباً دس آیتوں کو جمع کر کے جن معانی کو بیان کیا ہے وہ سرپرست، ناصر،متولی، مدبر، وغیرہ ہیں۔

تاج العروس میں مختلف شکلوں میں ۲۱/معانی کا ذکر کیا ہے جن میں سب کا ایک ہی مطلب ہے اور ان کی اصل اور جڑ معنی ولایت ہے دیگر معانی استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

راغب نے کہا ہے: لفظ ولایت تمام ان مذکورہ معانی میں استعمال ہوتا ہے اسی لئے مادہ ولی کا مطلب یوں ہے:

اَلْوَلَاءُ وَالتَّوَالِیْ اَنْ یَحْصُلَ شیئَانِ فَصَاعِداً حصولًا

---

۱. لسان العرب، ج۱۵،ص ۴۰۷

۲. اقرب الموارد، ج۲،ص ۱۴۸۷

۳. راغب اصفہانی، مفردات الفاظ قرآن، ص۵۳۳،۵۳۴

لَیسَ بَیْنَھُمَامَالَیسَ مِنھُمَا

یعنی'' ولاء''اور'' توالی'' کا مطلب دو یا دو سے زیادہ چیزیں جو آپس میں اس طرح متحد ہوں کہ ان کے علاوہ ان کے درمیان کوئی چیز نہ ہو، ان کے درمیان نہ کوئی حجاب ہو، نہ مانع، نہ فاصلہ ہو نہ جدائی اور نہ ہی غیریت اور درمیانگی ہو۔

مثلاً: وحدانیت اور یگانگی کے سلسلے میں بندے اور خدا کے درمیان جو مقام پیدا ہوتا ہے اور جس میں کسی بھی قسم کا پردہ یا حجاب نہ ہو، چاہے نفس وروح کا ہو یا طبیعت، مثال اور اسرار کا، اسی کو ولایت کہتے ہیں۔

اس سے بھی واضح تر یہ ہے کہ حبیب ومحبوب، عاشق ومعشوق، ذاکر ومذکور اور طالب ومطلوب کے درمیان جب یگانگت اور یکسانیت کی بات ہو اور کسی بھی قسم کی جدائی نہ ہو، اس کو ولایت کہتے ہیں۔

راغب اصفہانی ولایت کو، فتحہ'' زبر کے ساتھ'' ''سرپرستی اور حاکم ہونے کے'' معنی میں اور کسرہ'' زیر کے ساتھ'' ''نصرت'' کے معنی میں بیان کیا ہے۔ اسمائے حسنیٰ خداوند متعال کے لئے'' ولی'' ناصر مددگار اور کائنات ومخلوقات کے لئے'' متولی الامور'' کے معنی کے لئے ہے(۱)

اللہ کے نام'' الوالی'' کا مطلب تمام چیزوں کا مالک اور اس میں تصرف

---

۱. راغب اصفہانی، مفردات لغات قرآن ص ۵۷۰

کرنے والے کے معنی میں ہے اور ایسے موقع پر ولایت کا مفہوم اگر تدبیر و قدرت اور فعل کے لئے نہ ہو تو پھر والی کا صحیح مطلب ادا نہیں ہوتا۔

اسی طرح لفظ مولیٰ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے مثلاً: رب، مالک، آقا، منعم ''نعمت دینے والا'' معتق ''آزاد کرنے والا'' ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی چچازاد بھائی، حلیف عقید ''باہم طے کرنے والا'' داماد، غلام، معتق ''آزاد کیا ہوا'' اور صرف انسان جو امور میں سرپرستی کرے یا عمل انجام دے، وہی مولا ہے اور اس کا ولی ہے۔

اگر دیکھا جائے تو عام طور سے قربت اور تقرب کے معانی میں بھی ولایت کا مفہوم پوشیدہ ہے(۱)

ان ہی بنیادوں پر خداوند عالم بطور مطلق تمام کائنات اور موجودات کا ولی مطلق ہے اور تمام موجودات بغیر استثنا خدا کے موالی ہیں اس لئے کہ خدا رب ہے اور موجودات مربوب ہیں اور کسی قسم کا فاصلہ نہیں ہے یہی بات ہے کہ تمام وہ مشتقات جو لفظ ولی سے لئے گئے ہیں اور مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہیں اس کا لازمہ قرب ہے اور قرب کی بھی مختلف نوع اور شکلیں ہیں اس لحاظ سے ولایت کی حقیقت و خصوصیت قرب سے وابستہ ہے۔

---

۱. صحاح، ج۶، ص۲۸، ۲۵

دوسری فصل

ولایت سے متعلق بحث وگفتگو

ولایت

یہ خدا کے منتخب بندوں کا روحانی مقام ہے یہ لوگ خدا کے حکم سے لوگوں کے دلوں پر تصرف کر سکتے ہیں، جیسے جیسے معرفت اور انسان کا عمل خالص ہوتا رہے گا اس کی ولایت مستحکم ہوتی چلی جائے گی، اسرار خداوندی ان پر آشکار ہو جائیں گے انبیا اور ائمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینیہ کے بارے میں یہ سوال اٹھتا ہے، کہ کیا ان کی ولایت تکوینیہ نظام توحیدی میں خلل نہیں ڈالتی؟

ہم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ پوری کائنات کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور کوئی شخص اس کی خالقیت میں شریک نہیں ہے وہی ایک ذات اقدس ہے جو اس کائنات کو وجود میں لائی ہے اور اس کو اسی نے باقی رکھا ہے۔

انبیا اور ائمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی الٰہی ارادہ سے الگ نہیں بلکہ یہ ولایت خدا کی جانب سے بطور وحی ان تک پہونچی ہے تا کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح راستے پر لگا سکیں انکا کام خدا کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا، جس سے نظام توحیدی میں خلل واقع ہو۔

لہذا انبیا واولیا کی طرف تفویضی ولایت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس ولایت سے توحید افعالی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

قرآن مجید اور ائمہ علیہم السلام کی احادیث میں اس ولایت تکوینیہ کو مستقل قدرت وطاقت شمار نہیں کیا گیا ہے جیسے:

هنا لِکَ الوَلایهُ لِلّٰہِ الحَقّ (۱)

ولایت اللہ کے لئے ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تمام تدبیریں، سرپرستی اور قدرت خدا کے اختیار میں ہے اور ائمہ وانبیا علیہم السلام کی ولایت اس کی فرع ہے۔

یا

و ما کان لِرَسُولٍ اَنْ یَاْتِیَ بآیةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه (۲)

اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔

اس آیت سے روشن ہے کہ ان کی ولایت مستقل نہیں ہے بلکہ خداوند عالم

---

۱. سورہ کہف، آیت ۴۴

۲. رعد، آیت ۳۸، وسورہ غافر، ۷۸

جب بھی ولایت تکوینی کا ذکر کرتا ہے تو اس میں اذن الٰہی کو اساسی اور بنیادی شرط قرار دیتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوتا ہے:

إِذْ قَالَ اللهُ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ ، وَالْإِنجِيلَ وَ إِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ (۱)

اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم ہماری نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر اور تمہاری والدہ پر نازل کی ہیں کہ روح القدس کے ذریعہ تمہاری تائید کی ہے تم لوگوں سے گھوارے میں اور ادھیڑ عمر میں ایک انداز سے بات کرتے تھے اور ہم نے تم کو کتاب، حکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دی ہے اور جب تم ہماری اجازت سے مٹی سے پرندے کی شکل بناتے تھے اور اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ ہماری اجازت سے پرندہ بن جاتا تھا

---

۱. مائدہ، آیت ۱۱۰

اور تم مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو ہماری اجازت سے صحت یاب کر دیا کرتے تھے اور ہماری اجازت سے مردوں کو زندہ کر لیا کرتے تھے اور ہم نے تم سے بنی اسرائیل کے شر کو روک دیا اس وقت جب تم معجزات لے کر آئے اور ان کے کافروں نے کہہ دیا کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے۔

یہاں پر ایک ہی آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولایت تکوینی کے بارے میں خدا چار مرتبہ فرماتا ہے "باذنی" تا کہ ظاہر ہو جائے کہ کوئی بھی مستقل ولایت نہیں رکھتا بلکہ اذن الٰہی کا محتاج ہے لہذا انبیا و اولیا علیہم السلام کی ولایت تکوینی سے نظام توحیدی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا خدا نے متعدد مقامات پر اپنی کتاب قرآن مجید میں کبھی لفظ ولی تو کسی جگہ مولیٰ تو کہیں اولیا، اور پھر ان ہی الفاظ کو مختلف اضافتوں اور نسبتوں کے ساتھ استعمال کیا ہے:

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ... (۱)

اللہ صاحبان ایمان کا ولی ہے وہ انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۲)

---

۱. سورہ بقرہ، آیت ۲۵۷

۲. سورہ مائدہ، آیت ۵۵

ایمان لانے والو! تمہارا ولی بس اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمْ الْغَالِبُونَ (۱)

اور جو بھی اللہ، رسول اور صاحبان ایمان کو اپنا سرپرست بنائے گا تو اللہ کی ہی جماعت غالب آنے والی ہے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲)

ان لوگوں کے لئے پروردگار کے نزدیک دارالسلام ہے اور وہ ان کے اعمال کی بنا پر ان کا سرپرست ہے۔

إِنَّ وَلِيَّ اللهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (۳)

بیشک میرا مالک ومختار وہ خدا ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں کا والی ووارث ہے۔

قرآن مجید میں نو جگہوں پر لفظ ولی کے ساتھ جو آیتیں موجود ہیں ان میں سے صرف پانچ آیات مبارکہ جو مومنین پر ولایت خدا کے سلسلے کی ہیں انھیں

---

۱. سورہ مائدہ، آیت ۵۶

۲. سورہ انعام، آیت ۱۲۷

۳. سورہ اعراف آیت ۱۹۶

درج کرنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔ ولی امر سے متعلق جو آیت ہے اس میں ولایت خدا و ولایت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ولایت ولی امر تینوں ولایتیں لفظ اطاعت کی شرط کے ساتھ مذکور ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۱)

اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں اگر آپس میں کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو یہی تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ☆ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ ذَلِكُمُ اللهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (۲)

کیا ان لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنے لئے سرپرست بنائے ہیں

---

۱. سورہ نساء، آیت ۵۹

۲. شوریٰ، آیت ۹/۱۰

جبکہ وہی سب کا سرپرست ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو گے اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہی میرا پروردگار ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

مذکورہ آیتوں میں خداوند عالم نے اپنے کو کل کائنات کا حاکم و سرپرست اور بندوں کا بہترین مونس و مددگار کے عنوان سے تعارف کر دیا ہے۔

لیکن قرآن مجید میں بعض آیتیں ایسی ہیں جن میں خدا نے اپنی ولایت و سرپرستی کو فقط مومنین اور صالح افراد سے مخصوص فرمایا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

اللہ وَلیُّ المومنین...(۱)

اللہ مومنین کا ولی ہے۔

اللہ ولیُّ المتقین ......(۲)

اللہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کا ولی ہے۔

مذکورہ قرآنی آیتوں سے یہ بات واضح اور روشن ہوگئی کہ ہر مسلمان، مومن اور متقی، توحید خداوندی کے عقیدے کی بنیاد پر اپنے کو خلاق کائنات کی ولایت و سرپرستی کے زیر نگرانی قرار دے جیسا کہ خداوند عالم نے دوسرے

---

۱. آل عمران، آیت ۶۸

۲. جاثیہ، آیت ۱۹

موقع پر اس آیت (انمـا ولیّکم اللہ (مائدہ آیت ۵۵) میں اپنی ولایت کو حصر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے: بے شک تمہارا (مومنین و مسلمین) کا ولی، حاکم اور سرپرست خدا ہے۔

یہ بات روشن ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو خدا کی ولایت وسرپرستی کے زیر نگرانی وتحت نظر قرار دیتا ہے تو وہ اس بات کا بھی منتظر ہے کہ خالق کائنات کی تولیّت، حاکمیت اور سرپرستی قائم رہے اور جب انسان اس منزل تک پہونچ جاتا ہے اور اس کی ولایت و وحدانیت کو درک کرنے لگتا ہے تو پھر کبھی راہ راست سے منحرف نہیں ہوتا، چونکہ سمجھتا ہے کہ میرے تمام امور کی نگرانی خدا کر رہا ہے جو حاکم الحاکمین ہے۔

لہذا آیتوں کا مفہومی انداز ہمیں اس نکتہ فکر پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے کہ خداوند عالم تمام مومنین و مسلمین کی سرپرستی کرے، اور بندوں کو اس کی ولایت و سرپرستی حاصل ہے۔

ثبوت کیلئے اتنا کافی ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے کو اور صالحین کو ولایۃ اللہ کے ماتحت قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کی آیت شاہد ہے۔

انَّ وَلیّ اللہ الذین نزّلَ الکتابَ وَ هُوَ یَتَوَلّی الصَّالحین

بے شک اللہ میرا ولی ہے کہ جس نے کتاب نازل کی اور جو صالحین کا سرپرست ہے۔

قرآن سے ولایت تکوینی پر کچھ اور ثبوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

وَإِذْ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللهِ وَلاَتَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۱)

اوراس موقع کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کا مطالبہ کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو جس کے نتیجہ میں بارہ چشمہ جاری ہو گئے اور سب نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔اب ہم نے کہا کہ کھاؤ اور پیو اور روئے زمین پر فساد برپا نہ کرو۔

خدا جناب زکریا علیہ السلام اور جناب مریم سلام اللہ علیہا کے بارے میں فرماتا ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲)

تو خدا نے اسے بہترین انداز سے قبول کرلیا۔اور اسکی بہترین نشوونما کا انتظام فرمادیا اور جناب زکریا علیہ السلام نے اس کی کفالت کی

---

۱. بقرہ، آیت ۶۰

۲. آل عمران، آیت ۳۷

کہ جب زکریا علیہ السلام محراب عبادت میں داخل ہوتے تو مریم سلام اللہ علیہا کے پاس رزق دیکھتے اور پوچھتے کہ یہ رزق کہاں سے آیا ہے اور مریم سلام اللہ علیہا جواب دیتی کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہے وہ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا کرتا ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کو ذبح کیا اوران کے گوشت و پوست کوایک جگہ ملانے کے بعد پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دیا اس کے بعد پرندوں کو آواز دی تو تمام پرندے اڑکر جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ جناب صالح علیہ السلام کے لئے پتھر سے ناقہ کا نکلنا جو قوم ثمود کے لئے آپکا معجزہ قرار پایا۔

اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ☆ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ (۱)

جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا اور وہ سانپ بن کر رینگنے لگا۔اور گریبان سے ہاتھ نکالا تو سفید، چمکدار نظر آنے لگا۔

جناب یعقوب علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کے متعلق ملتا ہے:

اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ☆ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ☆ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ☆ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ

---

۱. شعراء، آیت ۳۲،۳۳

الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللهِ مَا لاتَعْلَمُونَ (۱)

جاؤ میری قمیص لیکر جاؤ اور بابا کے چہرے پر ڈال دو کہ ان کی بصارت پلٹ آئے گی اور اس مرتبہ اپنے تمام گھر والوں کو ساتھ لیکر آنا، اب جو قافلہ مصر سے روانہ ہوا تھا تو ان کے پدر بزرگوار نے کہا کہ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں اگر تم لوگ مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو، کہ خدا کی قسم آپ ابھی تک پرانی گمراہی میں مبتلا ہیں، اس کے بعد جب بشیر نے قمیص کو جناب یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دیا تو دوبارہ صاحب بصارت ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے ان کو آگ میں پھینک دیا گیا لیکن آگ نے ان پر کچھ اثر نہیں کیا اور کچھ مدت گزرنے کے بعد صحیح و سلامت آگ سے باہر نکل آئے۔

جس وقت فرعونیوں نے جناب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا پیچھا کیا اور دریائے نیل کے کنارے پر پہونچے تو فقط یہی نہیں کہ پانی کی روانی رک گئی بلکہ دریا میں راستہ بن گیا۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ

---

۱. سورہ یوسف، آیات ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶

طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَاتَخَافُ دَرَكًا وَلَاتَخْشَى (١)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں عصا مار کر خشک راستہ بنادو تمہیں نہ فرعون کے پالینے کا خطرہ ہے اور نہ ڈوب جانے کا۔

اسی طرح قرآن مجید اس بات کی بھی تائید وتوثیق کرتا ہے کہ جناب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کیئے۔

اقْتَرَبَتْ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (٢)

قیامت قریب آ گئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات ہیں جو انبیا کے معجزات کو بیان کرتی ہیں اور ان کی تکوینی ولایت پر مکمل طریقے سے دلالت کرتی ہیں۔

لیکن ایسا نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا، عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، ابراہیم علیہ السلام کے حکم سے پرندوں کا زندہ ہو کر ان کے پاس آ جانا، صالح علیہ السلام کے لئے اونٹنی کا پتھر سے نکلنا، مریم سلام اللہ علیہا کے لئے جنت سے میووں کا آنا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا یہ سب کچھ اذن خداوندی کے بغیر ہے اور ان سے ان کی تکوینی ولایت سے نظام توحیدی میں خلل واقع ہو رہا ہے، نہیں ایسا کچھ نہیں۔

---

١. طہ، آیت ٧٧

٢. سورہ قمر، آیت ١

احادیث کی نظر میں تکوینی ولایت

جابر جعفی کا بیان ہے: میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے اپنی زبوں حالی بیان کی امام علیہ السلام نے نہایت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اے جابر میرے پاس اس مد کا ایک درہم بھی نہیں ہے، جابر کہتے ہیں کہ میں اُن کے پاس بیٹھ گیا کچھ دیر گزری تھی کہ ایک مدح سرا ''کُمیت'' آیا جیسے ہی اس نے تین قصیدے امام کے سامنے پڑھے تو امام علیہ السلام نے درہم و دینار سے بھری ہوئی تین تھیلیاں اس کو عنایت کر دیں جب وہ واپس چلا گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب میں نے امام سے مانگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اس کو ۳۰ ہزار درہم عطا کر دئے۔

میں نے امام علیہ السلام سے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا: اے جابر گھر کے اندر دیکھ لو جابر کہتے ہیں کہ میں وہاں سے اٹھا اور اسی دہلیز سے وارد ہوا جہاں سے خادم درہم و دینار کی تھیلیاں نکال رہا تھا لیکن میں نے وہاں کچھ نہ پایا امام علیہ السلام کی خدمت میں واپس آ گیا اور امام علیہ السلام سے کہا کہ دہلیز سے کچھ حاصل نہیں ہوا، امام علیہ السلام نے فرمایا: جابر جو کچھ ہم اپنے علوم اور طاقت و توانائی کے ذریعہ تم سے پوشیدہ رکھتے ہیں ان چیزوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں جن کا اظہار کرتے ہیں اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑا اور اسی دہلیز سے داخل ہو گئے اور اپنا پیر زمین پر مارا۔

میں نے دیکھا کہ اونٹ کی گردن کے موٹاپے کے برابر سونا و جواہرات

زمین سے ابل رہا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا ہماری ان طاقتوں کا کسی سے ذکر نہیں کرنا مگر قابل اعتماد لوگوں سے نیز اس عبارت کا اضافہ کیا ''ان اللّٰہ اَقْدرنا علی ما نرید'' خدا نے ہم کو اپنے ارادوں پر طاقت عطا فرمائی ہے (۱)

اور یہ بات کوئی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ ہمارے ائمہ پیغمبر خدا کے وارث اور انھیں کی طرح ہر شی کا علم رکھتے ہیں جس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

و نَزّلنا علیک الکتاب تبیاناً لکلِّ شیءٍ (۲)

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کردی ہے جس میں ہر شی کا بیان موجود ہے۔

اس سے واضح ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے پاس تمام دنیوی واخروی علم ہے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح تکوینی ولایت کے حامل ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نقل فرماتے ہیں: جب مادر موسیٰ علیہ السلام امید سے ہوئیں تو اصلاً آثار حمل ظاہر نہ تھے ایسا اس لئے تھا کیونکہ فرعون نے بعض جاسوس عورتوں کو بنی اسرائیل کی عورتوں کے لئے مقرر کردیا تھا تاکہ جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی حکومت کے راستے سے ہٹا سکیں۔

ان حالات سے مادر موسیٰ بہت رنجیدہ خاطر رہا کرتی تھیں، خدا نے مامورین فرعون کے دلوں میں اس بچے کی محبت بٹھادی اور مادر موسیٰ نے

---

۱. علامہ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۳۹، ۲۴۰، ح ۳۳

۲. نحل آیت ۸۹

جناب موسی علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا اور خدا نے انھیں زندہ رکھا۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب عیسیٰ علیہ السلام ایک آبادی سے گزر رہے تھے ناگہاں آپ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ عذاب خداوندی میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوچکے ہیں آپ ایک اونچائی پر پہونچے اور ہلاک ہونے والوں سے خطاب کیا ان میں سے ایک شخص زندہ ہوا اور کہا ''لبیک'' اے روح وکلمۂ خدا جناب عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ تم پر عذاب کیوں نازل کیا گیا؟ اس نے کہا: طاغوت کی پرستش، دنیا سے زیادہ عشق رکھنے، خدا سے نہ ڈرنے، ہوا وہوس کی پیروی اور موذی خواہشات کی وجہ سے فرمایا:

تمہارا عذاب کس طرح کا تھا؟ اس نے کہا: رات میں صحیح وسالم سوئے اور دن میں قہر خدا کی آگ میں گرفتار ہوگئے اس کے بعد آخرت کے عذاب کو بیان کرتے ہوئے کہا: اگرچہ میرے اندر ان جیسی بری عادتیں نہیں تھیں مگر چونکہ انکے درمیان زندگی گزار رہا تھا لہذا عذاب میں گرفتار ہوگیا اور مجھے نہیں معلوم کہ میں اس ہلاکت سے نجات پاؤں گا یا نہیں؟ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ایسے واقعات ان کی تکوینی ولایت پر دلالت کرتے ہیں (۱)

جناب عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے باتیں کی ہیں مثلاً: آپ اپنے تین صحابیوں کے ساتھ جارہے تھے، راستے میں سونے کے تین ٹکڑے پڑے

---

۱. شیخ کلینیؒ، اصول کافی، ج۲، ص۳۱۸، ح۱۱

ہوئے دیکھے آپ نے فرمایا: یہ ''سونا'' انسان کو قتل کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

لیکن وہ تینوں سونے کی تلاش میں واپس ہو گئے ایک شخص کھانا لینے کے لئے چلا گیا راستہ میں اس نے سوچا اگر ان دونوں کے کھانے میں زہر ملا دیا جائے تو سارا سونا مجھے مل جائے گا اور ان دونوں نے بھی آپس میں مشورہ کیا کہ اسے قتل کر دیا جائے تا کہ اس کا حصّہ بھی ہمیں مل جائے جب وہ کھانا لیکر واپس آیا تو ان دونوں نے اسے قتل کر دیا اور کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے چونکہ کھانا زہر آلود تھا لہذا وہ دونوں بھی ہلاک ہو گئے، جب جناب عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی ہوئی تو دیکھا کہ تینوں سونے کے پاس مرے پڑے ہوئے ہیں ان کو زندہ کیا اور فرمایا: میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ انسانوں کو قتل کر دیتا ہے (۱)

انبیا کی تکوینی ولایت عقل و قرآن، حدیث و سنّت سے ثابت ہے اور ائمہ علیہم السلام بھی اس مرتبہ کے حامل ہیں۔

مجورین، صبیان اور اموات پر ولایت

ولایت فقیہ کے معنائے سرپرستی ان معنیٰ سے بالکل الگ تھلگ ہیں جو کتاب الحجر میں لئے گئے۔ اگر کوئی شخص اس ولایت سے بحث کرتا ہے جس کے ذریعہ اسلامی حکومت کی تشکیل ہوتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ولایت صبیان''

---

۱. شیخ عباس قمیؒ، سفینۃ البحار، ج۲، ص۵۵۸،

بچوں پر سرپرستی ''اور ولایت اموات کو اس سے نہ ملائے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ ولایت فقیہ کو ''انما ولیکم اللہ '' کی روشنی میں دیکھے جو اصالۃً انبیاو معصومین علیہم السلام کا حق ہے اور نیابتاً خاص نائبین کا حق ہے، جس طرح مسلم بن عقیل علیہما السلام کو امام حسین علیہ السلام نے کوفہ جانے کے لئے معین فرمایا اور مالک اشتر کو حضرت علی علیہ السلام نے مصر کا والی بنا کر بھیجا تھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''فاستمعو الہ فیما وافق الحق'' اے لوگوں ان کی باتوں کو سنو جو حق کے موافق ہے۔ اس طرح عام نائبین میں فقیہ جامع الشرائط ولایت رکھتا ہے جس کی ولایت و سرپرستی ادلۂ عامّہ کے ذریعہ ثابت ہے۔

آیۃ اللہ جواد آملی اپنی تقریر میں فرماتے ہیں:

بارها گفته شد که ولایت فقیه اصلا از سنخ ولایت بر محجور نیست آنچه در فقه رائج و مطرح است، با آنچه که به عنوان ولایت فقیه توشئه امام راحل بوده فرق فراوان دارد آنچه در شرح لمعه و امثال آن مطرح است ولایت بر غُیب و قُصر است ۔ در اوّل فقه در وسط در آخر فقه ولایت بر محجورین مطرح است و همین دستاویز دیگران است که ولایت را به وکالت متزلزل کرده اند ۔

نہ جانے کتنی مرتبہ کہا جا چکا ہے کہ ولایت فقیہ ولایت مجورین سے قطعاً الگ ہے جو کچھ فقہ میں رائج و بیان کیا گیا ہے، اسمیں اور جو ولایت فقیہ کے عنوان سے امام خمینیؒ کا طرز عمل تھا بہت فرق ہے۔ جو کچھ شرح لمعہ میں اور اس کے مثل دوسری کتابوں میں تحریر ہے

ولایت غُیب وقُصر ہے (یعنی غائب ہوجانے والے اور قاصر افراد کی ولایت سے متعلق ہے)

ایسے ہی حدود، قصاص اور دیات میں ولی دم کی ولایت ہے، نیز صبی، سفیہ اور مفلّس کی سرپرستی، ولایت مجورین کے مثل ہے چونکہ ان کو بھی بمنزلہ مردہ شمار کیا گیا ہے فقہ میں اسی ولایت کو بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی ولایت اموات اور ان لوگوں کی ولایت جوانکے مثل ہیں بیان کیا ارشاد ہوتا ہے:

مَن قُتِلَ مَظلُوماً فَقَد جَعَلنَا لِوَلِیّهِ سُلطاناً فلایُسرِف فِی القَتلِ اِنَّهُ کَانَ مَنصُوراً (۱)

جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدلے کا اختیار دے دیتے ہیں لیکن اسے بھی چاہیئے کہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھ جائے کہ اس کی بہرحال مدد کی جائے گی۔

قَالُوا تَقَاسَمُوا اللّٰهَ لَنُبَیِّتَنَّهُ وَاَهلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِیِّهِ مَا شَهِدنَا مَهلِکَ اَهلِهِ وَاِنَّا لَصٰدِقُونَ (۲)

ان لوگوں نے کہا کہ تم سب مل کر خدا کی قسم کھاؤ صالح اور ان کے گھر والوں کو شبخون مار کر ہلاک کردو گے اور بعد میں ان کے

---

۱. اسراء، آیت ۳۳

۲. سورہ نمل، ۴۹

وارثوں سے کہدو گے کہ ہم ان کے گھر والوں کی ہلاکت وقت حاضر نہ تھے اور ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

پہلی آیت میں ولی دم حق قصاص رکھتا ہے اور دوسری آیت میں ولی دم سے کہا جار ہا ہے کہ ہم کو کوئی خبر نہ تھی یہ ولایت وہ ولایت ہے جو مردوں پر ہوتی ہے اور ان کی مثال مردوں کے مانند ہے۔

سورہ بقرہ کے آخر میں جہاں پر خدا نے اسناد تجارت اور اس کے نظم ونسق کو بیان کیا ہے کہ اگر خود خریدار یا بیچنے والا سند تجارت دینے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

او لَا يَستَطِيعُ اَن يُمِلّ هُوَ فَليُملِل وَلِيُّهُ بِالعَدلِ (۱)

اگر وہ خود مضمون تیار نہ کرسکے تو اس کے ولی کو چاہئے کہ وہ حق وانصاف کی بنیاد پر مضمون تیار کرے۔

اکثر جگہوں پر علما کرام نے اسی ولایت کو ذکر کیا ہے جو ولایت فقیہ سے بالکل الگ ہے لہذا جولوگ اس ولایت اور ولایت فقیہ کو ملا دیتے ہیں اور یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عوام مجبور نہیں ہے کہ ان کو ولایت کی ضرورت ہو قطعاً بے بنیاد ہے (۲)

سلار کہتے ہیں:

شیعوں کے امور کی باگ ڈور ائمہ معصومین علیہم السلام نے شیعہ فقہا کے سپرد کردی ہے۔

---

۱. سورہ بقرہ، آیت ۲۸۲

۲. امام خمینی (رہ) ولایت فقیہ، ص ۴۱

چنانچہ شیعہ فقہا کے درمیان اصل موضوع'' ولایت فقیہ''میں کوئی اختلاف نہیں اگر وہ لوگ اختلاف کرتے ہیں تو اس کے جزئی مسائل میں۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

الولاية من الامور الوضعية الاعتبارية العقلائية (۱)

ولایت ایک وضعی، اعتباری اور عقلی امر ہے۔

لمعہ، مکاسب وغیرہ میں جو بحث ہوئی ہے وہ سب فقہ سے متعلق ہے جو حضرات ان بحثوں کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ ولایت فقیہ کو انھیں تمام امور میں محدود جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ولایت فقیہ مجورین، لاوارث وغیرہ کے لئے ہی ہے جبکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

نیز شیخ انصاریؒ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ ولایت فقیہ کو مذکورہ چیزوں میں محدود سمجھتے ہیں بلکہ ولایت فقیہ تمام مسائل خواہ وہ عبادی ہوں یا سماجی سب کو شامل ہیں اگرچہ آپ نے کتاب البیع میں ولایت مجورین کو بیان فرمایا لیکن جب کتاب قضا میں قضا سے بحث کی ہے تو صاحب جواہر کا راستہ اختیار کیا ہے اور ولایت فقیہ کو بیان فرمایا ہے۔

مثلاً: امام صادق علیہ السلام کے قول کو نقل کیا کہ آپ نے ابتدا میں فرمایا:

فارضوا به حكماً

لیکن اس کے بعد یہ نہیں فرمایا:

انی جعلته حكماً

---

۱. امام خمینی (رہ)، مکاسب محرمہ، ج۲، ص ۱۶۰

بلکہ فرمایا:

انّی جعلتہ حاکماً (۱)

یہ اس لئے تھا تا کہ ولایت فقیہ کو روشن کر سکیں امام کا ''حکم'' کے بجائے'' حاکم'' کہنا واضح کر رہا ہے کہ عصر غیبت میں امور مسلمین کے نظم و نسق کو باقی رکھنے اور ادارہ کرنے کا حق فقیہ جامع الشرائط کو حاصل ہے۔

ولایت اور وکالت

نظام اسلامی میں فقیہ، عوام الناس کی طرف سے وکالت کا حامل ہے یا ولایت کا اگر عوام کی طرف سے وکالت رکھتا ہے تو حکومت اسلامی کو ولایت فقیہ کے بجائے وکالت فقیہ سے تعبیر کرنا چاہیے؟ جبکہ ایسا نہیں ہے چونکہ ولایت اور وکالت میں بہت بڑا فرق ہے لہذا اس سے پہلے کہ اس مسئلہ کو روشن کیا جائے کہ فقیہ جامع الشرائط لوگوں پر ولایت رکھتا ہے یا وکالت، یہ تحریر کر دیا جائے کہ وکیل وکالت اور ولی ولایت کسے کہتے ہیں۔

وکیل: اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے کسی کام کو انجام دینے کے لئے مقرر کیا جائے مثلاً: اگر کوئی شخص کسی کام کو خود انجام نہ دے سکے اور دوسرے شخص کو وہ کام سپرد کر دے یا اسی طرح اگر کوئی شخص ایک معینہ حق رکھتا ہے جیسے کسی بینک میں دستخط کرنے، یا کسی ملکیت کا حق رکھتا ہو لیکن اس کو حاصل کرنے پر

۱۔ ولایت فقیہ، ص ۱۴۱

مقدور نہ ہو تو کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے تا کہ اپنے اوپر آنے والی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکے۔

وکالت: یہ ایک ایسا عقد ہے جو جائز اور قابل فسخ ہے یعنی موکل کسی بھی وقت وکیل کو اس کی ذمہ داری سے معزول کر سکتا ہے۔

نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وکالت اس جگہ استعمال ہوتی ہے جہاں پر خود موکل بالکل اس کام کو انجام نہ دے سکتا ہو اور عقد وکالت کے ذریعہ وکیل معین کرے وکیل کے اختیارات بطور طبیعی موکل کے اختیارات کی حدوں سے بالاتر نہیں ہو سکتے نیز اگر موکل چاہے تو وکیل کو معزول بھی کر سکتا ہے۔

اگر چہ اس نظریہ کو بعض افراد نے فقہی نظریہ کے عنوان سے بیان کیا ہے لیکن شیعوں کی گذشتہ فقہی تاریخ میں اس نظریہ کو فقہی سہارا نہیں ملتا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ نظریہ اسلامی نظام سیاسی سے مطابقت نہیں کرتا۔ مثلاً: حاکم، حد، قصاص اور تعزیرات کے عنوان سے شرعی معینہ قوانین کے مطابق کسی شخص کو سولی کا حکم یا اعضائے بدن میں سے کسی عضو کو کاٹنے کا حکم دے دے یہ حق صرف حاکم شرع کو ہے عام انسانوں کو نہیں۔

یہاں تک کہ کسی کو حق نہیں کہ وہ خودکشی کر لے یا اپنے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے تو جب عام انسانوں کو اپنے متعلق یہ حق نہیں پہونچتا تو دوسرے کو بطور وکیل ان امور کے لئے کیسے معین کر سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ولایت وہ حق ہے جو خدا کی جانب سے عطا کیا گیا ہے نہ کہ عام لوگوں کی طرف سے، اگر حاکم کو عام لوگوں کی طرف سے وکیل فرض کیا جائے تو وہ عام لوگوں کی مرضی کا تابع اور

فرمانبردار ہوگا اور اس کے اختیارات عوام سے بالاتر نہ ہونگے یہاں تک کہ لوگوں کو اس کے معزول کرنے کا حق بھی ہوگا جبکہ حاکم شرع کا معزول کرنا ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، فقیہ جامع الشرائط لوگوں کی طرف سے وکالت نہیں رکھتا بلکہ اس کو امام زمانہ (عج) کی نیابت میں ولایت حاصل ہے(۱)

۱. آیت اللہ مصباح یزدی ، ولایت فقیہ (پرسشہا و پاسخہا) ج ۲، ص ۱۷، ۱۸

تیسری فصل

حکومت سے متعلق بحث وگفتگو

حکومت بھی اللہ کی ہے

اگر معنی کی وسعت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حکومت خود معنی ولایت میں داخل ہے امام خمینی فرماتے ہیں: حکومت، ولایت مطلقہ کا ایک شعبہ ہے، جو ولایت معاشرے کے درمیان نظم وامنیت اور عدالت کو وجود میں لانے سے تعلق رکھتی ہے وہی ولایت عنوان حکومت پیدا کر لیتی ہے(۱)

درحقیقت اگر دیکھا جائے تو ولایت وحکومت دو لفظ مترادف ہیں جس طرح ولایت اللہ کے لئے ہے حکومت بھی اسی کے لئے ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ حکم صرف خدا سے مختص ہے:

---

۱. امام خمینی، صحیفۂ نور ج ۲۰ ص ۱۷۰

اِن الحُکُمُ اِلاّ اللہ (۱)

حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔

اَلا لَہُ الحُکُمُ وَ ھوَاَسْرَعُ الحاسِبین ...(۲)

آ گاہ ہو جاؤ کہ حکم صرف اللہ کے لئے ہے اور وہ سریع الحساب (چشم زدن میں حساب کرنے والا) بھی ہے۔

فالحُکُمُ للّٰہِ العَلیِّ الکبیر (۳)

حکم و داوری خدائے متعال کے لئے ہے۔

ان آیتوں سے بھی واضح ہے کہ حکومت اللہ ہی کی ہے اور دعائے کمیل میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا یُمکِنُ الفِرارُ مِنْ حکومَتِک

اے میرے معبود تیری حکومت سے فرار ممکن ہی نہیں

جس طرح حق ولایت ''امانة اللّٰہ'' ہے حکومت بھی ''امانة اللّٰہ'' ہے۔

حکومت کا طرز عمل

حضرت علی علیہ السلام مالک اشتر کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

أمَرَہُ بِتقْوَیٰ اللہِوَإیْثارِ طَاعَتِہِ وَاتِّبَاعِ مَا أمَرَبِہِ فِی کِتَابِہِ

---

۱. انعام، آیت ۵۷

۲. انعام، آیت ۶۳

۳. مومن، آیت ۱۲

مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ (۱)

اس کا فرمان تقوی الٰہی ہونا چاہئے، خدا کا خوف اور دیگر کاموں پر اطاعت خداوندی کو مقدم رکھے اور ان چیزوں کی پیروی کرے جو اس کی کتاب میں واجب وسنت ہیں۔

خدا اور حاکم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ اللَّهُ(۲)

مالک تم کو حکم دیتا ہوں، شہوت کے بالمقابل اپنے نفس کو مارنا اور جب نفس شہوت کی طرف مائل ہو تو اس پر کنٹرول کرنا چونکہ نفس بری چیزوں کی طرف رغبت دلاتا ہے جس کے سبب انسان خطا کی طرف مڑ جاتا ہے اور راہ راست سے بھٹک جاتا ہے مگر یہ کہ خداوند عالم اس پر رحم کردے۔

یہ تمام فرمائش اس لئے تھی کہ حضرت علی علیہ السلام کلمات قصار میں اس طرح فرماتے ہیں:

مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ اِمَاماً فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيمِ غَيْرِهِ وَلْيَكُنْ تَأْدِيبُهُ بِسِيرَتِهِ قَبْلَ تَأْدِيبِهِ بِلِسَانِهِ وَ

---

۱. نہج البلاغہ، ص۱۷۲، نامہ۵۳

۲. نہج البلاغہ، ص۱۷۲، نامہ۵۳

مُعَلِّمُ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا اَحَقُّ بِالاِجْلاَلِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَ مُؤَدِّبِهِمْ (۱)

جو شخص اپنے کو لوگوں کے درمیان حاکم اور پیشوا ظاہر کرے تو اس سے قبل کہ وہ دوسروں کی تربیت کرنے کا اقدام کرے اپنی تربیت کر لے اس کے بعد دوسروں کی تربیت کرنے کے لئے پیش قدمی کرے، بجائے قول کے، اپنے اعمال کے ذریعہ ان کی تربیت کرے، معلم اور مربی اگر اپنے نفس کو انسانی آداب واخلاق سے مزین کر لے تو وہ اس شخص کے بالمقابل قابل ستائش ہے جو دوسروں کی تربیت کرے۔

حضرت علی علیہ السلام کا حاکم سے متعلق یہ نظریہ ہے اسی لئے جس وقت حاکم کا اور خدا کا، اپنا اور اس کا رابطہ بیان کیا تو حکومت داری کے مسائل بیان کرتے ہوئے ابتدا میں فرماتے ہیں: اے مالک حکومت کے ماحول میں لوگوں کے ساتھ عشق سے پیش آؤ اگر تم لوگوں کے عاشق و دوست ہو۔

يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ وَيُؤْتَى عَلَى اَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَا فَاَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ وَتَرْضَى اَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ فَاِنَّكَ فَوْقَهُمْ وَوَالِي الاَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ وَاللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَلاَّكَ وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ اَمْرَهُمْ

---

۱. نہج البلاغہ، ص ۱۹۴، حکمت ۷۳

وَابْتَلاکَ بِهِمْ (۱)

جس کا ثمرہ یہ ہے کہ ان کی خطاؤں اور لغزشوں کے وقت انھیں معاف کردو، یہ اس لئے کہ انھیں خطاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکے سے ان سے غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں لہذا انھیں ایسے ہی معاف کردینا جس طرح تم دوست رکھتے ہو کہ خدا تمہاری خطاؤں سے درگذر کردے، جان لو کہ تم ان پر مسلط ہو اور ان پر قدرت رکھتے ہو لیکن کوئی ایسا بھی ہے جو تم پر مسلط ہے اور وہ تمہارا امیر ہے اور کوئی تمہارے امیر سے بھی بالاتر ہے اور وہ خدا ہے، اس نے تم سے چاہا ہے کہ عوام کے مسائل حل کرو، خدا عوام کے ذریعہ تمہارا امتحان لینا چاہتا ہے۔

حکومت وولایت کی ضرورت

ہر انسان اپنی زندگی میں ایک نظام اور قانون کا محتاج ہے۔ انسانی سماجی زندگی بغیر کسی صحیح حکومت اور انصاف کے (جو تمام لوگوں کے حقوق کی محافظ ہو) چل نہیں سکتی۔ حقوق انسانی اور بشری مصلحتوں کے لئے ایک حکومت کی بہر حال ضرورت ہے جو تمام تقاضوں کو پورا کرے اور اس طرح اجتماعی اور معاشرتی زندگی تمام خواہشات اور نظریات کے ساتھ استوار ہونے میں کامیاب ہوسکتی

---

۱. نہج البلاغہ ،ص۱۷۲، نامہ۵۳

ہے جس میں ایسے قوانین اور مقرارت بھی ہوں گے جن سے حد بندیاں اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسبانی ہوتی ہو، ایسا نظام قائم ہو جو سلطنت کے گردو پیش اور سرحدوں کی حفاظت اور تمام نظم وضبط کا مراقب ومحافظ ہو، اس ترقی یافتہ دنیا کے تقاضوں کے لحاظ سے دوسروں سے ارتباطات، مواصلاتی ذرائع، سفیروں کی تعیین اور ملک سے باہر نمائندگی کے ساتھ ساتھ امور مملکت کے داخلی لوازمات اور ضروریات پر بھی کڑی نظر ہوتا کہ عوام کی حاجت مندی اور ان کی نیازمندی کو بروقت پورا کیا جائے۔ نوع بشر کسی بھی وقت حکومت سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ عدل وانصاف کا فقدان ہمیشہ رہا ہے جب مظالم ختم ہو جائیں اور طبقاتی اختلافات کا جنازہ اٹھ جائے تو پھر شاید حکومت کی ضرورت نہ ہو۔

آیات وروایات کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے اور اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ لوگ اپنے سماجی ارتقا کے ساتھ آزادی، عدالت اور دائمی قوانین چاہتے ہیں، وہ دہشت گردی، ظلم، حق تلفی وغیرہ کی مخالفت کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کی حیات جاودانی سے متعلق نظم وضبط، ان کے مقدمات، قوانین کا اجرا کس طرح انجام پائے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ ایسے سازگار ماحول کی بہر حال ضرورت ہے کیونکہ خداوند عالم نے تمام امور میں ہمیں حیوانوں کی طرح بغیر تکلیف کے نہیں چھوڑا ہے۔

دوسری جانب یہود ونصاری کی سرپرستی وحاکمیت کا بھی انکار کیا ہے یہ بھی روشن ہے کہ عہد حاضر کی نوعیت دیگر زمانہ کے اعتبار سے جدا ہے یہ زمانہ غیبت

کبریٰ کا زمانہ ہے جس میں غیبت صغریٰ کی مانند امام معصوم کے مذکورہ ذیل نائبین خاص بھی نہیں ہیں جو لوگوں کی ذمہ داری اپنے اوپر لیں۔

۱. عثمان بن سعید
۲. ابو جعفر محمد بن عثمان
۳. ابوالقاسم حسین بن روح
۴. ابوالحسن بن محمد سمری

یہ تمام شخصیتیں بھی اس وقت موجود نہیں کہ جن کی پیروی کی جاسکے۔

ایسے فقہا اسلام بھی نہیں کہ جن کا تعارف خود امام معصوم نے کیا ہو مثلاً: زرارہ اور محمد بن مسلم وغیرہ اور ایسا بھی نہیں کہ قرآنی احکام و دستورات کو یکسرے چھوڑا جاسکتا ہو اسی لئے شریعت میں مختلف مقامات میں ایک پیشوا کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا ہے۔

یہاں تک کہ روزانہ کی نماز جیسی عبادت میں بھی جماعت اور امام جماعت کے لئے عدالت وفضیلت کی قید، نیز تہذیب وثقافت کا دفاع وغیرہ یہ سارے احکام کیا عبث ہیں؟ اگر عبث و بے فائدہ ہیں تو پھر قرآن کا ہمارے معاشرہ میں کیا فائدہ؟

ان تمام سوالات کے جواب کے لئے دنیا بھر کے مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی ذمہ داریوں کو مشخص و معین کریں: ایسے ہی مقامات کے لئے امام معصوم نے علما وجامع الشرائط فقہا کی پیروی کے لئے فرمایا ہے:

فانی قدجعلته علیکم حاکما (۱)

بلاشبہ ہم نے فقہا کوتم پرحاکم بنایا ہے

مجاری الامور بیدالعلما باللّٰہ الامناء علی حلاله وحرامه (۲)

زمام حکومت ایسے علما کے اختیار میں ہو جوایسے وقت میں حلال و حرام خدا کے امین ہوں۔

جبکہ فقہا، مقدسات اسلامی اور شعائرالٰہی کی حفاظت ونگرانی کررہے ہوں تولوگوں کا بھی فریضہ ہے کہ فقہا کی پیروی کریں۔

معاشرہ اورحاکم اسلامی کی ذمہ داریاں

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

حاکم سے یقیناً معاشرہ کوآسائش اورآرام ملتا ہے اسی لئے مخلصانہ اس کی مدد کرو، خواہ وہ حاضر ہو یا غائب، جہاں تک ہوسکے اس کی مشکلات کوحل کرو کہ یہ عین نصیحت اور خیرخواہی ہے اسی طرح حکومت کے عیوب کو بیان کرتے ہوئے مخلصانہ رویہ برتو۔

اسی بات کورسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خطبہ میں جوآپ نے میدان منیٰ کے اندر مسجد خیف میں دیا تھا، بیان کیا ہے:

---

۱. کلینی، کافی، ج۱، ص۶۷، ح۱۰

۲. بحار، ج۹۷، ص۸۰، ح۳۷

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاهَا وَبَلَّغَهَا مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلَى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ثَلاثٌ لاٰ يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِخْلاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَاللُّزُومُ لِجَمَاعَتِهِمْ (۱)

خدا اس پر رحمت کرے اور اس کی محافظت کرے جو میرا کلام سنے اور جن لوگوں نے نہیں سنا ان تک پہونچائے ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو فقط میرا کلام سنتے ہیں لیکن اس کی گہرائیوں میں نہیں جاتے جبکہ وہ دوسروں پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہم مطالب کی گہرائی اور گیرائی تک پہونچ چکے ہیں نیز آپ فرماتے ہیں کہ انسان کا دل تین چیزوں میں دھوکا دہی سے پاک وصاف ہونا چاہئے:

۱. اعمال کو تصنع وریا کاری سے بچائے اور اس کے مثل دیگر چیزوں سے پاک رکھے اور اعمال کو مخلصانہ انجام دے۔

۲. فرمانروا اور حاکم کو نصیحت کرنے میں پاک وصاف ہو۔

۳. مسلمان گروہ کی ہمراہی کرنے میں خلوص ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نصیحت کے سلسلہ میں یوں فرماتے ہیں:

فَلاٰتُثْنُوا عَلَيَّ بِجَمِيلِ ثَنَاءٍ لِاِخْرَاجِي نَفْسِي اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَاِلَيْكُمْ مِنَ التَّقِيَّةِ فِي حُقُوقٍ لَمْ اَفْرُغْ مِنْ

---

۱. کافی، ج۱، ص۴۰۳؛ حدیث۲

اَدَا ئِهَا وَفَرَائِضَ لَابُدَّ مِنْ اِمْضَائِهَا فَلَا تُكَلِّمُونِي بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ وَلَا تَتَحَفَّظُوا مِنِّي بِمَا يُتَحَفَّظُ بِهِ عِنْدَ اَهْلِ الْبَادِرَةِ وَلَا تُخَالِطُونِي بِالْمُصَانَعَة وَلَا تَظُنُّوا بِي اسْتِثْقَالاً فِي حَقٍّ قِيلَ لِي وَلَا الْتِمَاسَ اِعْظَامٍ لِنَفْسِي(۱)

دیکھوتم میری اس بات پر تعریف وثنا نہ کرنا کہ میں نے اللہ اور تمہارے حقوق ادا کر دئے ہیں کیونکہ ابھی بہت سے حقوق کی ادائیگی کا خوف باقی ہے اور بہت سے واجبات کی ادائیگی کا ڈر لاحق ہے مجھ سے اس لہجہ میں بات نہ نہ کرو جس طرح ظالم بادشاہوں سے کی جاتی ہے اور نہ ہی مجھ سے اس طرح بچنے کی کوشش کرو جس طرح طیش میں آجانے والے سے بچا جاتا ہے نہ مجھ سے خوشامد کے ساتھ تعلقات رکھنا اور نہ ہی میرے بارے یہ تصور کرنا کہ مجھے حرف حق سننا گراں گزرے گا سنو میں تم سے اپنی تعظیم کا بھی طلبگار نہیں ہوں۔

اسلامی حاکم کی ضرورت

یہ بات مسلم ہے کہ بغیر حاکم کے ہر معاشرہ فتنہ وفساد، ہرج ومرج کا شکار ہو جاتا ہے حضرت علی علیہ السلام اس عقلائی اصل کو واضح طور پر بیان فرماتے ہیں:

---

۱. نہج البلاغہ ، ص۱۳۳، خطبہ ۲۱۶

لاٗ بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیرٍ بَرٍّ او فاجر (۱)

معاشرہ کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ حاکم نیک وصالح ہو یا فاسق وفاجر۔

ہر معاشرہ ایک محور ومرکز کا نیاز مند اور محتاج ہے اس سلسلے میں جناب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سُلْطَانٌ ظَلُومٌ خَیْرٌ مِنْ فِتَنٍ تَدُومُ (۲)

ظالم وستمگر بادشاہ اُن فتنوں سے بہتر ہے جو سماج میں ہمیشہ رہے۔

اس اعتبار سے اگر معاشرہ بغیر کسی محور یا مرکز کے رہے گا تو معاشرہ میں ہرج ومرج یقینی ہے۔

ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے وارد ہوا ہے آپ نے فرمایا:

لایَسْتَغْنِی أهلُ کلِّ بلدٍ عن ثلاثۃٍ یَفْزَعُ إلیھم مِن أمرِ دنیا ھُم و آخرتِھِم فإنْ عَدَمُوا ذلک کانوا ھَمَجاً: فقیہٌ عالمٌ وَرِعٌ و أمیرٌ خیرٌ مُطاعٌ وَطبیبٌ بصیرٌ ثِقَۃٌ (۳)

کوئی بھی معاشرہ ان تین گروہ سے بے نیاز نہیں ہے عوام الناس اپنے دنیوی اور دینی مسائل میں ان کے نیاز مند ہیں اگر یہ تین گروہ نہ ہوں تو لوگ وحشت اور ہر روز مرنے مارنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

---

۱. نہج البلاغہ، ص۲۱، خطبہ ۴۰
۲. میرزا حسین بن محمد تقی محدث نوری، مستدرک الوسایل، ج۱۲، ص۱۰۳؛ ح ۱۳۶۳۳
۳. حسن ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص ۳۲۱

۱. باتقویٰ فقیہ اور عالم دین۔
۲. نیک کام کرنے والا حاکم جس کی لوگ اطاعت کرتے ہوں۔
۳. ماہر اور با اطمینان ڈاکٹر یا طبیب۔

اس لحاظ سے معاشرہ کی صحیح دیکھ بھال کے لئے ایک حاکم کی ضرورت ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے قوانین وضوابط کے تحت حکومت کرے جس کے ضروری شرائط یہ ہیں:

علم وتقویٰ، عدالت، شجاعت وغیرہ۔

اس صورت میں کہ حاکم، سکون واطمینان سے معاشرہ کی آسائش وآرام کو مہیا کر سکے، لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حاکم کی موجودگی اور غیر موجودگی میں اس کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہوں یہ ایسا حق ہے جو حاکم، عوام پر رکھتا ہے۔ اور یہ شریعت کے بعض حقوق ہیں ان کے علاوہ بعض دیگر عقلائی حقوق بھی ہیں جن کی مخالفت بھی شرعی مخالفت ہے۔

حاکم سے مقابلہ آرائی

مرحوم شیخ صدوق ؒ اپنی کتاب امالی میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طَاعَةُ السُّلْطَانِ وَاجِبَةٌ وَمَنْ تَرَكَ طَاعَةَ السُّلْطَانِ فَقَدْ تَرَكَ طَاعَةَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَدَخَلَ فِي نَهْيِهِ اِنَّ اللهَ يَقُولُ

﴿وَلاَ تُلْقُوا بِاَیْدِیکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ (۱)﴾(۲)

سلطان کی اطاعت واجب ہے جو شخص اس کی اطاعت ترک کرے، اس نے درحقیقت خدا کی اطاعت ترک کردی اور جس کام سے اسے منع کیا گیا تھا اس کا مرتکب ہوا چونکہ خداوند متعال فرماتا ہے: ''اپنے کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں نہ ڈالو''

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے شیعوں سے فرماتے ہیں:

یـا مَعْشَـرَ الشِّیعَةِ! لا تَـذِلُّـوا رِقـابَکُم بِتَرْکِ طاعَةِ سُلْطانِکُم فإن کان عادلاً فاسألُوا اللّٰہَ إبقاءَہُ وإنْ کان جائِرا فاسألُوا اللّٰہَ أصلاحَہُ فإنَّ صَلاحَکُم فی صَلاحِ سُلْطانَ العادِلَ بِمَنْزِلَةِ الوالِدِ الرَّحِیمِ فأحِبُّوا لہ ماتُحِبُّونَ لأنفسِکُمْ وَأکْرِھُوا لہ ماتُکْرِھُونَ لأنفسکُم (۳)

اے شیعو! اپنے کو حاکم کی ایسی نافرمانی کر کے ذلیل نہ کرو جو نافرمانی، رسوائی و ذلت کی باعث ہو، یہ ''حاکمیت دو حال سے خالی نہیں ہے یا حاکم عادل و انصاف ور ہے تو خدا سے دعا کرے کہ وہ اسے اس حاکمیت پر باقی رکھے یا حاکم غیر عادل ہے اور ظلم و ستم کرتا ہے تو خدا سے اس کی اصلاح کے لئے دعا کرے چونکہ تمہاری

---

۱. سورہ بقرہ، آیت ۱۹۵

۲. شیخ صدوق، امالی، ص ۲۷۷، ح ۲۰؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۲۲۱، حدیث ۲۱۴۰۷

۳. امالی صدوق، ص ۲۷۷، حدیث ۲۱، وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۲۲۰، حدیث ۲۱۴۰۷

فلاح و بہبودی اور معاشرہ کی اصلاح اسی میں ہے کہ حاکم نیک ہو عادل حاکم کا مرتبہ وہی ہے جو گھر میں ایک مہربان باپ کا ہے کہ جو خصلت پدری اور مہر و محبت سے گھر کو سنبھالے ہوئے ہے لہذا اس کے لئے وہی چاہو جو اپنے پسند کرتے ہو اور اس کے لئے وہی ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللهُ رَجُلاً اَعَانَ سُلْطَانَهُ عَلَى بِرِّهِ (۱)

وہ شخص الٰہی رحمتوں کے زیر سایہ ہے جو امور خیر میں حاکم کی مدد کرے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

یامفضّلُ ! إنّه مَن تَعَرَّضَ لِسلطانٍ جائرٍ فأصابَتْهُ مِنه بَلِيَّةٌ لم يُؤْجَرْ عَلَيْها (۲)

اے مفضل! اگر کوئی شخص کسی ظالم و جابر بادشاہ سے تعرض کرے اور پھر اس کی جانب سے مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو اسے اس مصیبت پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

اگر انسان طاقت و توانائی نہ رکھتے ہوئے صاحبان اقتدار سے مقابلہ پر تل جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنے کو مصیبت

---

۱. امالی صدوق، ص ۲۳۷، حدیث ۵، وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۳۷۸، حدیث ۲۱۸۰۸

۲. بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۷۲، حدیث ۱۶

میں مبتلا کرلے ہاں اگر شرع مقدس نے ان مصیبتوں میں مبتلا ہونے کی لئے تائید وتوثیق کی ہے تو اس کا اجر محفوظ ہے

دوسری روایت میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ثلاثةٌ مَن عاداهم ذَلَّ: الوالدُ، والسلطانُ والغريمُ(۱)

تین گروہ ایسے ہیں جن سے دشمنی رکھنے والا ذلیل وخوار ہوجاتا ہے "خواہ وہ عزت دار اور صاحب اقتدار ہی کیوں نہ ہو"۔

۱. باپ
۲. حاکم
۳. طلبگار

اگر کوئی شخص اپنے باپ سے جس کے اس پر بے انتہا حقوق ہیں، مڈبھیڑ کرتا ہے اس کے وضعی اثرات یہ ہیں کہ وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوگا اور اسی طرح حاکم اور طلبگار سے دشمنی وعداوت کرنے والا ایک نہ ایک دن ذلیل وخوار ہوکر رہے گا۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ لا تُعَازَّهُ وَ لا تُعَانِدْهُ فَإِنَّکَ اِنْ فَعَلْتَ ذَلِکَ عَقَقْتَهُ وَعَقَقْتَ نَفْسَکَ فَعَرَّضْتَهَا لِمَرُوءِهِ وَ عَرَّضْتَهُ لِلْهَلَكَةِ فِيكَ

اس کی عزت اور قدرت کا مقابلہ کرنا اس کی ناشکری ہے، ایسا شخص

---

۱. بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۳۲۷، حدیث ۲۳۷۷

خود اپنے کو اور حاکم کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے چونکہ کسی بھی حاکم میں یہ طاقت نہیں ہے۔ اگر عادل ہے تو عدالت سے حکم کریگا وہ گردن کشی کرنے والے کا مقابلہ کرے گا اور ظالم و جابر کا اسی کے اعتبار سے مقابلہ کرے گا۔

حاکم کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا

حاکم سے اس شخص کا معارضہ کرنا جو فاقد قدرت ہو اور عوام الناس کی طرف سے بھی اس کی پشت پناہی نہ ہو، غیر عاقلانہ اور ناجائز ہے لیکن ظالم و جابر بادشاہ جو کہ قوانین اسلام کو پس پشت ڈال دے اس کو نہی عن المنکر کرتے ہوئے اس سے مبارزہ ضروری ہے اسی لئے حضرت امام حسین علیہ السلام روز عاشورہ کربلا میں اپنے آنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنَّ رَسولَ اللهِ قالَ: مَن رأىٰ سلطاناً جائراً مُسْتَحِلّاً لِحُرُمِ اللهِ ناكثاً لعهدِ اللهِ وَ لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ يَعْمَلُ فى عبادِاللهِ بالإثمِ وَالعُدْوانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عليه بفعلٍ وَلا قولٍ، كان حقّاً على اللهِ اَن يُدْخِلَهُ مَدْخَلَهُ (۱)

میں نے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اگر ایسے حاکم کو دیکھو جس نے احکام الٰہی کو ترک کر دیا ہے اور خدا کے عہد کو توڑ دیا ہے، اور لوگوں پر ظلم کر رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کے برخلاف قیام

---

۱. ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۰۴

نہ کرنے والے کی جگہ بھی قیامت کے دن وہی ہوگی جو اس ظالم و جابر بادشاہ کی ہے۔

اقسام حکومت

اس بھری پری دنیا کے اندر مختلف ممالک میں الگ الگ انداز کی حکومتیں پائی جاتی ہیں نظریات وافکار کے اعتبار سے اجتماعی نظام اور تشکیلات نے حکومت کی صورت اختیار کرلی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انسانی تقاضوں کے لحاظ سے عدل وانصاف اور آزادی کی بنیاد پر استوار حکومتوں کا سلسلہ ہوتا، تو آج یہ مسائل جگہ جگہ کھڑے نہ ہوتے اور دنیا مشکلات سے دوچار نہ ہوتی، موجودہ صورت حال کے پیش نظر چند نمونے پیش کیئے جاتے ہیں

پہلی قسم: مطلق العنان حکومت

تسلّط، قدرت وطاقت اور تشدّد کے ذریعہ حاصل کی جانے والی حکومتوں کا انداز صرف عسکری نظام اور اسلحوں کے بل بوتے ہوتا ہے۔ جہاں نہ کوئی دستور چلتا ہے اور نہ ہی کوئی قانون، غرور وتکبر کا ہی بول بالا ہوتا ہے اور ہر طرف من مانی سلسلہ۔ مخالفین کو شدید ترین سزائیں دینا اور اپنے ہم نواؤں کو درجات واعلی مقام دینا ہی ایسی حکومتوں کا شیوہ ہوتا ہے۔

یہ نظام نہایت گھٹیا درجہ کا ہوتا ہے جس کی مثال سابقہ ادوار میں بھی رہی ہے اور ابھی بھی ایسی حکومتیں پائی جاتی ہیں۔

ملکہ سبا سے متعلق قرآنی حکایت کچھ اس انداز سے ہے۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ (۱)

اس نے کہا: جب بادشاہ کسی علاقہ میں جاتے ہیں تو بستی کو ویران و برباد اور صاحبان عزت کو ذلیل وخوار کردیتے ہیں اور ان کا یہی طریقہ کار رہتا ہے۔

دوسری قسم: موروثی حکومت

زمام واقتدار سے الگ بے اختیار نسلی حکومت چلتی ہوئی جب ورثا میں منتقل ہوتی ہے تو ان کے رفاہ وعیش وعشرت کا سلسلہ کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتا ہے اور مشروطہ حکومت ہو جاتی ہے جس میں بادشاہ مقید ہوتا ہے اور وہ تمام امور میں دخالت نہیں کرتا۔ ان کے سارے مسائل پارلیمانی یا ملکی اداروں پر مشتمل قانون سازکونسل (مقنّنہ) مجلس منتظمہ (اجرائی اور تنفیذی ادارے) اور کورٹ (عدلیہ) پر منحصر ہوتے ہیں۔

یورپ کے بادشاہوں کا حال کچھ ایسا ہی ہے کہ تشریعی وتنفیذی مسائل سے دور صرف نمائشی حیثیت کے مالک ہوتے ہیں، قوم وعوام کی ذمہ داریوں سے ان کا کوئی ربط نہیں ہوتا بلکہ قومی خزانوں سے اچھا خاصا مال ان کے تصرف تعیش پر خرچ ہوتا ہے۔

---

۱. سورہ نمل، آیت ۳۴

سماج اور عوام کی مصلحتوں سے لاتعلقی کا نظام خود فطری تقاضوں کے خلاف اور بشری ضروریات کے منافی ہے جہاں عدل وانصاف تو دور کی بات ہے ان تک رسائی پیدا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

تیسری قسم: اشرافی حکومت

خاندانی نسب، قبائلی تفاخر، مالی تفوق اور عشائری رسومات پر مبنی بالا دستی سے مسلط افراد کی حکومت کو آج کی اصطلاح میں (حکومت ارستوقراطیہ) کہا جاتا ہے جو بعض دیہاتوں یا دور افتادہ غیر مہذب اور جاہل ماحول میں پائی جاتی ہے، علم واستعداد اور قوت تدبیری واوصاف سے خالی، عقل ومنطق سے بے بہرہ یہ حکومت بھی قابل قبول نہیں ہے۔

چوتھی قسم: محدود حل وعقد کی حکومت

اسے منتخب حکومت کا نام تو دیا جا سکتا ہے مگر محدود حد تک۔

جس کی مثال موجودہ دنیا میں روم کے گرجا میں صرف کچھ خاص پادریوں کے انتخابات کے ذریعہ (پوپ) کو چنا جاتا ہے جہاں عوامی رائے کا پاس ولحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے نظریات کو پیش کرنے کا موقع دیا جاتا۔

پانچویں قسم: نظریاتی انتخابی حکومت

کسی خاص قسم کے نظریہ یا فکر کی بنیاد پر حکومت کا انتخاب ہونا جیسے گذشتہ

(سوویت یونین) کی حکومت تھی جو مارکس کے اقتصادی نظریات پر قائم تھی اور صاحبان نظر ہی اس نظام میں حق انتخاب رکھتے تھے۔

چھٹی قسم: جمہوری منتخب حکومت

عوامی الیکشن کے ذریعہ ڈیموکریسی کے اصول پر حاکم چنا جاتا ہے جو پبلک کی خواہشات وضروریات کو پورا کرتا ہے۔ مختلف گروہ کے لوگ حکومت کے قانون بنانے والے اور نافذ کرنے والے ہوتے ہیں کبھی کبھی اس میں افادیت کا پہلو ہوتا ہے مگر زیادہ تر لوگوں کے اپنے مقاصد اور مصلحتیں بھی ہوتی ہیں۔ جمہوری انتخابی حکومت حقیقتاً اس وقت مفید ہوسکتی ہے جب معاشرہ میں انتخابی شعور بیدار ہو اور ذہنی وعلمی صلاحتیں کارآمد ہوں۔

عام طور سے ایک طبقہ یا ایک خاص پارٹی کی حکومت ہوتی ہے جبکہ مقابل پارٹی یا دوسرے لوگ محرومیت کا شکار ہوتے ہیں، ایک تناؤ اور کھینچاؤ ماحول میں برقرار رہتا ہے، بسا اوقات اس کے نقصانات معاشرے ہی کو اٹھانا پڑتے ہیں، برسر اقتدار حکومت اور حزب مخالف کا اتنا نقصان نہیں ہوتا، اسی طرح عوام اور حکومت کے مسائل بڑھتے جاتے ہیں۔

ساتویں قسم: اسلامی حکومت

جب انسان فطرتاً ایک نظام وحکومت کا محتاج ہے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ کس حکومت سے بشریت کو فلاح ملے گی اور انسانیت کو سکون ملے گا یہ صرف پرچم

اسلام تلے ہی مسئلہ حل ہوسکتا ہے جہاں موضوع صرف عبادت الٰہی ہی نہیں ہے بلکہ انسانی ضرویات کے لئے خاتم الانبیا اشرف المرسلین محمد مصطفٰی ﷺ فلاح و بہبودی کا قانون لے کر آئے اور پہلے ہی دن سے (تفلحوا) کا لفظ استعمال کیا جس میں آزادی کا پیام ہے کہ پہلے ناقص اور باطل خداؤں کا انکار کرو اور خدائے واحد کا اقرار، یعنی فکری غلامی کو ترک کرو اور آزاد ہو کر خالق کائنات کو مانو نہ فقط کون و مکان کی زیبائش و زرق و برق سے متاثر ہو جاؤ بلکہ تجلیات ربانی سے دل کو نورانی اور افکار کو جلا بخشو۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے صرف احکام نماز و عبادت بیان کرنے پر اکتفا نہ کی بلکہ عدل و انصاف، آزادی و مساوات، ایثار و قربانی، معاملات و سیاسیات اور اقتصادیات و ضرویات، داخلی و خارجی، موضوعات پر مشتمل منفرد لائحہ عمل لوگوں کے حوالے کیا اور ہجرت کے بعد مدینہ میں ایک عدل و انصاف پر مبنی حکومت کی بنیاد رکھی۔

مختلف قبائل و وفود سے بیعت لی، مہاجرین و انصار میں اخوت اور برادری کا رشتہ قائم کیا، مسلمانوں کا اجتماعی مرکز، نماز و عبادت اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی جگہ (یعنی مسجد) تعمیر کی تاکہ سیاسی، سماجی اور اجتماعی مسائل کا حل اور دینی و علمی سرگرمیوں کا مرکز ہو، مختلف ممالک میں سفیر، قبیلوں کے رؤسا کے پاس قاصد بھیجے اور خطوط لکھے۔

اپنی مختصر سی زندگی میں باوجود تمام تر مشکلات کے ایک بے مثال اور آئیڈل حکومت کے خدوخال چھوڑ گئے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں امت کا والی وحاکم اور اولی بالتصرف امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو معین اور منصوب کیا تھا۔

لیکن برادران اہل سنت کے نزدیک آپ نے امر خلافت کو مسلمانوں پر انتخاب کرنے یا شوریٰ کے ذریعہ حل کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

شیعہ اثنا عشری عقیدہ روایات، احادیث اور قرآن کی روشنی میں اس بات پر استوار ہے کہ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو غدیر خم میں والی وحاکم بنانے کے ساتھ ابتدائے ذوالعشیر ہ سے لیکر مختلف مواقع ومقامات پر اپنی جانشینی وخلافت کی بات علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام کے لئے فرمائی تھی۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی آیت کی روشنی میں اولی بالتصرف ﴿النبی اولی بالمومنین من انفسهم﴾ تھے(۱)

آپ کو تمام مومنین پر ولایت وحکومت حاصل تھی اسی طرح ائمہ اثنا عشر (اہلبیت علیہم السلام) کو بھی حق ولایت حاصل تھا۔ یہ موضوع علم کلام کا ہے اس لئے ہم اس سے متعلق یہاں پر تفصیل سے بحث نہ کر سکیں گے۔

مقدمہ حکومت اسلامی

امت اسلامیہ پر برسہا برس آمروں، شہنشاہوں، جابروں اور سلطانوں کی حکومتوں کا ایسا سلسلہ رہا ہے جس سے مسلم معاشرہ ان کے خوف ووحشت کی

---

۱. سورہ احزاب، آیت ٦

وجہ سے اسلامی اصولوں پر مبنی (ولایت فقیہ) کے نظریہ کے بارے میں عملی صورت سے آشنا نہ ہو سکا۔

ظالم حکمرانوں نے اقتدار و تسلط کا ایسا جال پھیلا رکھا تھا کہ اس بارے میں عوام کو کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ دیا یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ہر زمانے میں بحث و گفتگو ہونی چاہئے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ کوئی نیا باب اسلامی عنادین میں کھولا گیا ہے بلکہ یہ ہر وقت اور ہر جگہ کی ضرورت رہی ہے اور ہے۔ مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کی نیازمندی کا احساس کیا گیا چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کہ جن کو آپ نے اپنی طرف سے ''والی'' گورنر معین کیا ان میں ان صفات کو ملحوظ خاطر رکھا جو ایک ''اسلامی حاکم'' یا فقیہ جامع الشرائط'' میں ہونی چاہئے۔

معصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں الٰہی حکومت کے پھیلاؤ، مسلمانوں کی ضرورت اور عملی اعتبار سے شخص خاص کا تعین اور عوامی استقبال کی ہماہنگی کے لحاظ سے ''صفات کی نشاندہی'' سب کچھ ''ولایت فقیہ'' کے خطوط و نقوش کے تھے۔

تشکیل حکومت کس کی ذمہ داری ...؟

تشکیل حکومت اور اس کی مدیریت کی ذمہ داری معاشرہ کے کن افراد پر عائد ہوتی ہے؟ آیا یہ ذمہ داری عوام اور قوم کی ہے؛ یا انبیا و مرسلین اور ائمہ علیہم السلام

کی یا ان کے نائبین فقہائے کرام کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے اگر حکومت دینی اور الٰہی نظام درکار ہو تو اس میں انبیا کی رہبری کے ساتھ عوام کی حمایت ونصرت دونوں ضروری ہے قرآن میں آیا ہے:

فاستقم کما امرت و من تاب معک (۱)

یعنی اے رسول ﷺ آپ اسی طرح استقامت سے کام لیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں۔

یا اسی طرح یہ آیۃ مبارکہ:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ....(۲)

اللہ کے رسول محمد اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ رہبر کے ساتھ عوام کا رابطہ قوی ہونا چاہئے جس میں حکومت کی پائیداری بھی ہے اور سربلندی بھی۔ اسی رابطہ سے ہی تشکیل حکومت وزمام داری میں آسانیاں ہونگی۔

اشکال: حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں یہ نہیں فرمایا: میں تشکیل حکومت کے لئے قیام کررہا ہوں بلکہ فرمایا: میں امر بالمعروف اور نہی

---

۱. سورہ ہود ، آیت ۱۱۲

۲. سورہ فتح ، آیت ۲۹

عن المنکر کے لئے قیام کررہاہوں یا حضرت امام رضا علیہ السلام نے حکومت قائم کرنے کے لئے ولیعہدی کو قبول نہیں کیا۔ دوسرے اماموں نے بھی منحرف حکومتوں کے خلاف آواز نہ اٹھائی اور نہ قیام کیا۔ یہ سب باتیں دین سے سیاست کی جدائی کی نشانی ہیں؟

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام دونوں نے حکومت تشکیل دی، ان کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے بھی حکومت تشکیل دی، جس کے بعد صلح کرنی پڑی دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اسی وصیت نامہ میں اسی جملہ کے بعد فرمایا:

واسیر بسیرة جدی و ابی (۱)

اور اپنے جد اور باپ کی سیرت پر چلوں گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں حکومت تشکیل دی اور حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ و مدینہ میں۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں اپنے نانا اور والد کی سیرت پر عمل کروں گا خود دلیل ہے کہ حکومت تشکیل دوں گا۔

نیز امام حسین علیہ السلام نے اپنے مشہور خطاب میں رہبر وقائد کے شرائط وصفات کا ذکر اس عنوان سے کیا کہ امام ورہبر کو (عادل) ہونا چاہیے۔ حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں سفیر بنا کر بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسلامی

---

۱. بحار الانوار ج ۴۴، ص ۳۲۹؛ حدیث ۲

حکومت کا زمینہ ہموار کرنے گئے تھے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ولی عہدی اس لئے قبول نہیں کی تھی کیونکہ مامون عباسی علویوں کی شورشوں کو دبانا چاہتا تھا وہ ولی عہدی سونپنے میں خلوص نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ صرف اور صرف ایک دھوکہ اور سازش تھی، اسی لئے آپ نے ولی عہدی کو بطور خوشی قبول نہ کیا اور ہمیشہ ائمہ علیہم السلام زہر سے شہید کئے گئے یا زندان میں رہے یا گھر ہی میں مقید کر دئے گئے۔

یہ سب کچھ دلیل ہے کہ ظاہری و معنوی اعتبار سے ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام حکومت وقت کے مخالف تھے۔ ورنہ اگر ایک آدمی صرف حاکموں کو نصیحت کرے اور زاہد و گوشہ نشین ہو، اس سے کسی کا تعلق بھی نہ ہو تو کوئی اسے پریشان نہیں کرتا جبکہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کے دشمن اور حکومت وقت کو اچھی طرح یہ معلوم تھا کہ عوام کے دلوں پر ان کی حکومت ہے اور اگر ان کو ذرا سا بھی موقع دے دیا جائے تو پھر حکومت انھیں کے ہاتھ میں ہوگی۔

مختصر یہ کہ حالات ساز گار ہونے اور خاطر خواہ زمینہ فراہم کرنے کے بعد الٰہی حکومت تشکیل دینے کا کام مخلصین اور خدا رسیدہ افراد یعنی انبیاء علیہم السلام ائمہ علیہم السلام یا ان کے نائب فقہائے اسلام ہی کا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں مقام حکومت

اس سلسلہ میں اس واقعہ کا ذکر کرنا کافی ہے جو مسیحیان نجران کے ساتھ پیش آیا کہ انھوں نے جزیہ ادا کیا اور حکومت مدینہ کے سامنے تسلیم ہو گئے۔ پیغمبر

اسلام ﷺ نے کسی شخص کو بعنوان حاکم نجران بھیجا، جناب ابوذر علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے۔

خود جناب ابوذر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

یارسولَ اللّٰہِ ألاتَستَعمِلُنی قال فَضَرَبَ بِیَدِہِ علیٰ مِنکَبی ثُمَّ قال :یا أباذرٍّ إنّک ضعیفٌ وإنَّها أمانۃٌ وإنَّها یومَ القیامۃِ خِزیٌ ونِدامۃٌ إلّا مَن أخذَھا بِحقِّھا وأدّی الّذی عَلَیه فِیھَا(۱)

یارسول اللہ ﷺ آپ نے بہت سے لوگوں کو حکومت عطا کی کیا آپ مجھے کسی جگہ کا حاکم وعامل مقرر نہیں کریں گے؟

پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے شانے پر مارا۔ اور کہا:

اے ابوذر علیہ السلام تم ضعیف وناتواں ہو اور امور حکومت وہ امانتیں ہیں جو قیامت کے دن شرم وحیا اور پشیمانی کا سبب بن سکتی ہیں مگر یہ کہ انسان اس امانت کو اچھی طرح ادا کرے اور اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دے۔

یعنی صداقت، دینداری، امانتداری، عبادت گزاری، مجاہدت اور سینکڑوں دوسری خوبیاں جو ابوذر علیہ السلام میں پائی جاتی تھیں جو کہ سب کی سب حکومت کی شرطوں میں ہیں لیکن پھر بھی حکومت کے لئے اتنی ہی شرطیں کافی نہیں ہیں اسی لئے رسول اکرم ﷺ جناب ابوذر علیہ السلام سے فرماتے ہیں تم میں

---

۱. ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، ج ۱۲، ص ۲۱۰

حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور حکومت کو امانت سے تعبیر کر کے فرماتے ہیں جو حق امانت ادا کر سکتا ہو اسے چاہئے کہ اس میدان میں قدم رکھے اگر ان شرائط کے نہ ہوتے ہوئے کوئی شخص اس میدان میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی آخرت میں پشیمانی کا سبب بنتا ہے۔

در حقیقت اگر ہم اس حدیث سے استفادہ کریں بھی تو یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوذر علیہ السلام کو نہیں بتا رہے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کو سمجھا دینا چاہتے تھے کہ حکومت ایک اہم منصب ہے اس منصب پر ایرے غیرے قابض تو ہو سکتے ہیں لیکن صاحب منصب نہیں ہو سکتے جس وقت امیر المومنین علیہ السلام ظاہری حکومت کے لئے منتخب ہوئے تو معاویہ نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا، بہت سے خطوط بھیجے گئے لیکن وہ تیار نہ ہوا بلکہ اس شرط کے ساتھ تیار ہوا کہ وہ تمام ذمہ داریاں اور عہدے پر اسے بحال رکھا جائے جو عثمان کے دور اقتدار میں اسے حاصل تھا، اس سلسلہ میں مغیرہ مشورہ کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی:

يا أميرَ المؤمنينَ إنَّ معاويةَ مَن قَدْ عَرَفْتَ وقد ولّاهُ الشّامَ مَنْ كانَ قَبلَكَ فوَلّهُ أنت كيما تتّسِق عُرىٰ الأُمورِ ثمَّ اعْزِلْهُ إنْ بَدالك فقال له أميرُ المؤمنين أتَضْمَنُ لِي عمرى يا مغيرةُ فيما بينَ توليَتِهِ إلىٰ خَلْعِهِ؟ قال: لا قال: لايَسْألُنىَ اللّهُ عزَّوَجلَّ عن توليتِهِ علىٰ رجلينِ مِن المسلمينَ ليلةَ سوداءَ أبداً (وَمٰا كُنْتُ

مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُداً (۱) لكنْ أبعَثُ إليه وأدْعُوه إلٰى مَا فِي يَدِي مِن الحقّ فانّ اجاب فرَجُل مِنَ المُسلِمِينَ لَهُ مَا لَهُم وَعَلَيهِ مَا عَلَيهِم وَان ابی حاکمته الٰی اللّٰهِ(۲)

اے امیر المومنین (علی) آپ جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے والے خلیفہ (عثمان) کے زمانے میں شام کی حکومت معاویہ کے قبضہ میں تھی، آپ کیلئے بھی بہتر ہے کہ شام کی ولایت پر انھیں بحال رکھیں یہاں تک کہ تمام امور منظّم ہوجائیں اور بعد میں آپ کو اختیار ہے کہ انھیں حکومت سے معزول کردیں (یعنی ابتدا میں چونکہ کوئی مشکل پیش نہ آئے بہتر ہے کہ شام کی ولایت اسے دیدی جائے، اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کا جواب قابل توجہ ہے) آپ نے مغیرہ سے فرمایا: مغیرہ آیا تم ضمانت لیتے ہو کہ میں شام کی حکومت معاویہ کو دینے کے بعد اسے واپس لینے تک زندہ رہونگا؟

اس نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: اے مغیرہ ! خدا نہ کرے۔

معاویہ کو نہ یہ کہ شام کی حکومت دینا بلکہ فقط دو عدد مسلمانوں پر

---

۱. سورۂ کہف، آیۂ ۵۱

۲. بحار الانوار، ج۳۲، ص۳۸۶ ؛ حدیث ۳۵۹

حکومت دینا (نیز نہ یہ کہ مدت طولانی تک حکوت دینا) بلکہ ایک رات کے حصہ کی حکومت دینا میرے لئے بارگاہ الٰہی میں مورد سوال قرار پائے گی، میں حاضر نہیں ہوں کہ ایک رات کے حصہ کے لئے بھی معاویہ کو مسلمانوں پر حکومت عطا کروں۔
میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو گمراہ لوگوں کو اپنا معین و مددگار منتخب کرتے ہیں ہاں میں اس کے پاس خط بھیج کر اسے طلب کرتا ہوں اور جو حق اس کا میرے پاس بنتا ہے اس سے باخبر کرتا ہوں اگر اس نے منظور کرلیا تو وہ ایک مسلمان کی طرح اسلامی معاشرہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر قبول نہیں کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے اور میرے درمیان حاکم ہے۔

گورنر کے شرائط

حکومت ہر کس و ناکس کے لئے زیب نہیں دیتی اور نہ ہی ہر شخص کے بس کی بات ہے۔ ہر زمانے میں ایک والی، حاکم، سرپرست، ولی، امام اور سربراہ کی ضرورت رہی ہے، حکما اور فقہا نے جو اسلامی اعتبار سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اسے بھی مختلف ادوار اور زمانوں کے لحاظ سے پیش کیا جائے گا فی الحال یہاں پر کچھ مفکرین اور فلاسفہ کے آرا کو قلمبند کرتے ہیں جن سے ان تمام فقہی احکام کی تائید ہوتی ہے جن کا سلسلہ ہر زمانے کے دانشمند اور اہل علم حضرات کے درمیان مورد بحث اور قابل مناقشہ و مطالعہ رہا ہے۔

ابن سینا کی رائے

مشہور و معروف فلسفی اور مفکر شیخ الرئیس ابن سینا نے اپنی کتاب (الشفاء) میں الٰہیات کی آخری فصل کو خلیفہ و امام کے بارے میں مختص کیا ہے اور بحث کو اس انداز میں پیش کیا ہے: اپنی سنت جاری کرنے والے پر واجب ہے کہ جسے وہ اپنے بعد اپنا جانشین بنا رہا ہے اسکی اطاعت کو فرض کرے، اس لئے کہ وہ جانشین یا تو اس کی جانب سے ہوگا یا پھر سابقین کے اجماع سے ہوگا اور علی الاعلان تمام لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ شخص سیاست میں مستقل ہے۔

اصیل العقل ہے، شجاعت، عفت، اور حسن تدبیر جیسے اخلاق شریفہ سے مزین ہے، وہ شریعت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کوئی دوسرا اس جیسا نہیں جانتا۔ اس بات کی تصحیح اس انداز سے ہونی چاہئے کہ کسی قسم کی کوئی الجھن نہ ہو اور تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہو۔ اس چیز کو ایسی سنت قرار دے دی جائے کہ اگر کبھی اختلاف ہو یا خواہشات نفسانی کی وجہ سے نزاعی مسئلہ بن جائے یا کسی غیر فرد پر اتفاق کرلیں جس میں فضلیت یا استحقاق بھی ہو تو ایسا کرنے والے یقیناً کافر ہو جائیں گے اس لئے کہ جو استخلاف بواسطہ نص ہوتا ہے وہ بالکل درست اور ٹھیک ہوتا ہے۔ یہ چیز ہر نزاع و اختلاف سے بچانے کے ساتھ ساتھ تفرقہ بازی سے بھی بچاتی ہے(۱)

---

۱. مفکر شیخ الرئیس ابن سینا، الشفاء ص ۴۵۱

فارابی کی رائے

فارابی نے رئیس اعلیٰ کے موضوع ہی کو اہمیت دی ہے جو کہ حکم دینے کی انتظامی صلاحیت اور سرپرستی کو استوار رکھتا ہے، انھوں نے بطور تجویز ایک ایسے شخص کو پیش کرنا مناسب سمجھا کہ جس کے اوپر کسی دوسرے انسان کی حاکمیت نہ ہو۔ فارابی نے ایسے انسان کو مدینہ فاضلہ کے رئیس اول اور ساری دنیا کے رئیس کا نام دیا ہے۔ رئیس اول کے اجمالی صفات کا تجزیہ فارابی نے یوں کیا ہے حاکم، حکیم و دانا، صاحب قوت و عزم، سمجھدار، عمدہ حافظہ رکھنے والا، نہایت ذہین و ہوشیار، علم دوست اور تمام پریشانیوں کے جھیلنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

قاضی ابویعلیٰ (فراء) کی رائے

احکام سلطانیہ نامی کتاب میں قاضی ابویعلیٰ نے امامت کی اہلیت کے چار معتبر شرائط قرار دئے ہیں:

١. اصالتاً قریشی ہو۔
٢. حریت، بلوغ و عقل، علم و عدالت جیسی صفات سے متصف ہو جو ایک قاضی شرع میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔
٣. جنگ و سیاست اور سرحدوں پر امن قائم کرنے میں مستحکم ہو اور اس میں کسی قسم کی نرمی نہ ہوتا کہ امت کا صحیح دفاع ہو سکے۔
۴. علم دین میں باکمال اور سب سے افضل ہو(١)

---

١. ابوالحسن علی ابن محمد ماوردی، الاحکام السلطانیہ ، ص۹۰

علامہ حلّی کی رائے

علامہ حلّی نے امام علیہ السلام کے سلسلے میں اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں بغاوت کرنے والوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے کے لئے چند شرائط کا ذکر کیا ہے:

الف. مکلّف یعنی بالغ وعاقل ہو اس لئے کہ نابالغ، مجنون امت کی ولایت نہیں کرسکتا۔

ب. مسلمان ہو جو کہ اسلام و مسلمین کی مصلحتوں کا پاس ولحاظ رکھے اور اس کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہو۔

ج. عادل ہو

د. آزاد ہو

ہ. مرد ہو

و. ایسا عالم ہو جو احکام کو جانتا ہو اور لوگوں کو تعلیم دے سکتا ہو

ز. شجاع ہو جو خود جنگ کرسکے اور جنگی مہارت اور فنون سے فوج کی کمان سنبھال سکتا ہو۔

ح. خود صاحب رائے اور ذو کفایت ہو۔

ط. سماعت، بصارت اور بولنے کی صحیح صلاحیت ہو تا کہ معاملات میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

ی. اعضائے جسم بالکل صحیح وسالم ہوں جیسے ہاتھ، پیر اور کان وغیرہ۔

شافعی کی دو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ امام، قریش میں سے ہو اور یہ

شرط جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور و معروف حدیث کے تحت ہے جس کی علامہ جوینی نے مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے قریشی ہونا ضروری نہیں ہے۔

ک. ضروری ہے کہ معصوم ہو یہ قول شیعوں کے نزدیک ہے اور وہ اس لئے کہ امامت کا وجوب اور اس کا منصوب کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ عوام کی طرح خطا کار نہ ہو ورنہ نظام میں خلل واقع ہوگا۔

ل. خداوند عالم یا مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منصوص ہو ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی۔

ن. اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے افضل ہوتا کہ دوسروں پر امتیازی حیثیت کا مالک ہو یہ بھی امامیہ لوگوں کے نزدیک شرط ہے اور برادران اہلسنت اس کے قائل نہیں ہیں۔

س. افعال قبیحہ سے پاک ہو، یہ بھی عصمت ہی کا ایک دوسرا رخ ہے (۱)

---

۱. حسن بن یوسف علی بن مطہر حلیؒ (علامہ حلی) تذکرۃ الفقہا ، ج ۱ ، ص ۴۵۲

چوتھی فصل
قضاوت سے متعلق بحث و گفتگو

قضاوت کا مفہوم

ولایت فقیہ کے سلسلے میں قضاوت سے متعلق مختصر بحث بہت ضروری ہے تا کہ یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ قضاوت معاشرے کے لئے نہایت اہم امر ہے جس کو ایک ولی فقیہ، جامع الشرائط مجتہد ہی انجام دے سکتا ہے۔ اور اس کے لئے مبسوط الید ہونا ضروری ہے تا کہ معاشرے کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی طرف سے ماہر اور با استعداد قاضیوں کو معین کر سکے اور علمی اعتبار سے ان پر اپنی کڑی نظر رکھ سکے۔ قضاوت بھی حکومت کا ایک اہم شعبہ ہے جو ولایت فقیہ کے ہی سائے میں پنپتا ہے۔ اگر اس شعبہ سے ولایت کو الگ کر دیا جائے تو شعبۂ قضاوت کی شکل وصورت مسخ ہو جائے گی اور اگر

ولایت کو اس سے جدا کر دیا جائے تو ولایت پایہ تکمیل تک نہیں پہونچتی لہذا ہم کسی بھی صورت میں ولایت وقضاوت کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

ابو خدیجہ سے روایت ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

انظروا الی رجل منکم یعلم شیئا من قضایا نا فاجعلوہ بینکم، فانی قدجعلتہ قاضیا ، فتحا کموا الیہ (۱)

اپنے فیصلوں کے لئے اپنوں میں سے کسی ایسے شخص کو تلاش کرو جو ہمارے علم قضاوت سے کچھ واقف ہوں کیونکہ ہم ہی نے اسے قاضی بنایا ہے لہذا تم بھی اپنے مسائل کا اسی کے پاس فیصلہ کراؤ۔

قضاء: لغت میں بہت سے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: علم، قول، امر، خلق، اعلام، فعل، قضا، فرمان یا حکم کرنا۔

کتاب الفقہ ''**اللمعۃ الدمشقیۃ**'' میں قضا کے لغوی معنی حکم کرنے کے ہیں جس کی قرآن نے بھی تصدیق کی ہے:

واللہ یقضی بالحق:

اللہ تعالی حق وانصاف کا حکم کرتا ہے۔

عرف میں اس کے معنی اس طرح ہیں:

ھو فصل الخصومۃ بین المتخاصمین

دونوں فریق کے درمیان دشمنی کا دور کرنا۔

---

۱. شیخ طوسیؒ ابو جعفر محمد ابن حسن ابن علی طوسی، تہذیب الاسلام، ج ٦، ص ۲۱۹

اقول: والظاهر ان القضا هو (الحکم) وهو احد معانیه المذکورة فی اللغة، وهو الانسب بموارد استعماله ومنها قوله اقضاکم علی ولا معنی للامامة الا القضاء باحکام اللّٰه وهو المراد باولی الامر الواجبة (۱)

طاعتهم بقوله اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم والمرادة الحکم والقضاء ولهذا کان حکما فی قضیة الامامة یوم السقیفة دون غیره (۲)

قضاوت کے مذکورہ لغوی معنوں میں جو استعمال کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہیں وہ حکم کرنے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں منجملہ ان ہی معنوں کے اعتبار سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اے لوگو! تمہارے درمیان سب سے زیادہ علم قضاوت کے جاننے والے علی ابن ابی طالب ہیں نیز احکام خداوندی میں امامت کے معنی قضاوت (حکم) کرنے کے ہیں۔ اور امامت کے معنی بھی سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ اس میں احکام خدا کے مطابق حکم ہو، اولی الامر سے مراد بھی یہی معنی ہیں جن کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے۔

---

۱. آیۃ اللہ محمد رضا الموسوی گلپایگانی، کتاب القضاء

۲. مقدمہ ابن خلدون ص ۱۹۷

شیعہ فقہا قضاوت کو امامت وقیادت کی ایک فرع جانتے ہیں مرحوم شہید اوّل فرماتے ہیں:

ھو ولایة شرعیة علی الحکم فی المصالح العامة من قبل الامام(۱)

مجتہد جامع الشرائط، امام معصوم علیہ السلام کی جانب سے لوگوں کی مصلحت کے پیش نظر فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

قضاوت کی ضرورت

انسان کی طبیعت امن وسلامتی چاہتی ہے۔ پوری دنیا منظّم قانون کے تحت زندگی گزارنا چاہتی ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔

غرض بے اعتدالی سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قانون کی ضرورت ہے جو سماج میں سلامتی کا ضامن ہو، اسی لئے ہر قوم ومذہب نے آپسی دشمنی، اختلاف اور ناانصافی کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے معاشرہ میں قضاوت و عدالت کو رواج دیا تاکہ لوگوں کے درمیان امن وعدل قائم ہوسکے۔

آئین اسلام میں تمام لوگ انسانی حقوق میں برابر ہیں۔

بادشاہوں یا ان کی رعایا، امیر ہو یا عوام، صاحبان دولت ہوں یا فقرا

---

۱. شہید محمد بن جمال الدین (مکی العاملی)، الدروس، ینابیع الفقہیہ ج ۳۳، ص ۳۷۷

یہاں تک کہ کسی کا مال اسکی رضا کے بغیر لینا یا کسی کا استحصال جائز نہیں، گنہگار پر عائد حدود و قصاص میں کسی کی سفارش قابل قبول نہیں۔

وامرت لاعدل بینکم(۱)

اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔

ان اللّٰہ یامرکم بالعدل والاحسان (۲)

اللہ انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم کرتا ہے۔

اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (۳)

عدل کرو یہی بات تقویٰ سے زیادہ نزدیک ہے۔

واذاقلتم فاعدلوا (۴)

جب بھی بات کہو تو حق کہو۔

ان اللّٰہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا(۵)

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اس کے مالک تک پہونچاؤ۔

واذحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

جب بھی لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف وعدل کا فیصلہ کرو کیونکہ زمین وآسمان اور اسمیں جو کچھ بھی ہے عدل وانصاف پر قائم ہے۔

---

۱. شوری ۱۵
۲. نحل ۹۰
۳. مائدہ ۸
۴. انعام ۱۵۲
۵. نساء ۵۸

قاضی کے شرائط

جس میں فتوی اور فیصلہ دینے کی صلاحیت ہو، اسے قاضی کہتے ہیں جامع الشرائط، صاحب بصیرت فقیہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ولایت فقیہ میں قضاوت کی صلاحیت بھی ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام مسجد کوفہ میں فیصلے کیا کرتے تھے۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو، کیونکہ عرف عام میں قضاوت مجتہد ہی کر سکتا ہے امور جزئیہ جیسے ٹریفک، میاں بیوی کے مسائل وغیرہ کو غیر مجتہد علما بھی حل کر سکتے ہیں لیکن اجرائے حدود، قصاص مجتہد ہی انجام دے سکتا ہے۔

دوسری شرط: حلال زادہ ہو۔

تیسری شرط: مرد ہو، کیونکہ عورت کی ذات میں مہربانی زیادہ ہوتی ہے اور اس طرح گردابِ حوادث میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ قاضی کا علم، احکام شرعیہ کے علم کا ہونا ہے۔

اسی لئے علامہ حلّی نے فرمایا ہے کہ احکام میں جاہل شخص کی قضاوت جاری نہیں ہوسکتی (۱)

حاکم کو چاہئے کہ حق اللہ اور حق الناس میں اپنے علم و یقین کے ذریعہ اسباب کو جان لے تو حدود خدا کو جاری کرے جس طرح شہادت اور اقرار ثابت ہو جائے تو زانی پر حد جاری کرتا ہے۔

---

۱. علامہ حلیؒ۔ قواعد الاحکام، ص ۹۰

صاحب جواہر فرماتے ہیں:

غیر معصوم قاضی اپنے علم سے حقوق الناس میں یقیناً فیصلہ کرے گا لیکن حقوق اللہ میں دو قول ہیں جن دونوں میں قضاوت کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

علم قاضی کی بھی تین قسمیں ہیں:

۱. علم حسی: حاکم نے شراب پیتے ہوئے خود دیکھ لیا ہو۔

۲. علم غیر حسی: جس طرح امام علی علیہ السلام کی اس بچے کے بارے میں قضاوت کرنا جس کے بارے میں دو عورتیں مدعی تھیں امام علیہ السلام نے کہا بچے کو دو حصہ میں تقسیم کر دیا جائے تو فوراً حقیقی ماں بول اٹھی یا امیر المومنین بچہ کو ٹکڑے نہ کیجئے اور اسی عورت کو دیدیجئے۔

اسی طرح دوسرا واقعہ کہ جس میں مولا اور غلام میں اختلاف ہوا ہر دو آقا ہونے کا ادعا کر رہے تھے، امام علیہ السلام نے دونوں سے کہا دیوار کے سوراخ میں سر ڈال دو اور قنبر سے کہا غلام کی گردن مار دو یہ سنتے ہی فوراً غلام نے سر باہر نکال لیا۔

۳. فقط حس سے نہیں بلکہ قرائن کے ذریعہ پتہ کرنا۔

غرض شرعی قضاوت اور حدود کے نفاذ سے انسان دنیا و آخرت میں نجات پاتا ہے۔

قضاوت کا فریضہ

ولایت وحکومت اور امامت کی طرح قضاوت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا حق ہے اسی لئے ولی فقیہ جامع الشرائط بھی نیابتاً قضاوت کا حق رکھتا ہے۔امام صادق علیہ السلام سے حفص بن غیاث نے پوچھا حدود کا اجراء کس کی ذمہ داری ہے؟ سلطان یا قاضی کی؟ جواب دیا :

اقامة الحدود الی من الیه الحکم

اقامہ حدود الٰہی ان کی ذمہ داری ہے جنھیں حکومت دی گئی ہے۔

مرحوم شیخ مفیدؒ سے منقول ہے:

فاما اقامة الحدود فهو الی سلطان الاسلام...

حدود کو نافذ کرنا ایسے اسلامی حاکم کے ذمہ ہے جو خدا کی طرف سے منصوب ہو۔

لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اختلاف کو فقہا سے حل کرائیں،ابی خدیجہ سے روایت ہے:

انظروا الی رجل منکم یعلم شیئا من قضایانا فاجعلوه بینکم، فانی قدجعلته قاضیا، فتحاکموا الیه(۱)

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: بخوبی جانچ لو کہ تمھارے درمیان کون شخص ہے جو ہمارے طرز قضاوت سے زیادہ واقف ہے،بس اسی

---

۱. تہذیب الاسلام، ج۶. ص۲۱۹ ،ح۸

کو اپنے درمیان حاکم بناؤ بیشک ہم نے اسے قاضی بنایا۔

اپنے مسائل کو اس کے پاس فیصلہ کیلئے لے جاؤ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ قضاوت ولایت وحکومت ہی کا ایک شعبہ ہے۔

مرحوم محقق آشتیانی نے ﴿فاحکم بین الناس﴾ سے قضا کا استفادہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قضاوت کرنا ایک منصب ہے(۱)

قاضی کے فرائض

۱. قاضی پر واجب ہے کہ طرفین میں مساوات کی رعایت کرے اگر چہ دونوں فریق میں منصب ومقام کے اعتبار سے فرق ہو۔ مثال کے طور پر بات کرنے اور سلام میں مساوات برتے۔

۲. طرفین کے دعویٰ کی سماعت میں مساوات کرنا۔

قضی ان یقدم صاحب الیمین فی المجلس بالکلام

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جو مجلس قضاوت میں داہنی طرف ہو اسے مقدم کیا جائے اور اس کی بات سنی جائے۔

۳. اگر دونوں فریق قاضی کے سامنے خاموش بیٹھے رہیں تو قاضی بھی خاموش رہے البتہ قاضی موضوع کی دعوت دیکر سکوت توڑ سکتا ہے۔

---

۱. السید الاردبیلی، عبدالکریم الموسوی ، فقہ القضاء ص۴۰

دوسرا باب

ولایت فقیہ کا سلسلہ

پہلی فصل

ولایت فقیہ

ولایت فقیہ کا عام تصور

استاد محسن قرائتی اپنے مقالے (جائز و ناجائز ولایت ورہبری) میں اس طرح رقمطراز ہیں جو ماہنامہ شعاع عمل لکھنؤ جولائی ۲۰۰۴ء میں بھی شائع ہوا ہے آپ فرماتے ہیں: ولایت فقیہ سلسلہ امامت کی کڑی ہے۔ فقط اتنا ہے کہ اہم فرد کا معاشرہ کے درمیان نہ ہوتے ہوئے مہم فرد کی پیروی کا حکم ہوا ہے چونکہ انبیا وائمہ ہمارے درمیان نہیں ہیں لہذا ان کی صفات کے حامل علما پر معاشرہ کو سنبھالنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

سینکڑوں حدیثیں ہیں جو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابہ نے نقل کی ہیں اور ان سے واضح ہے کہ معصوم اماموں کی تعداد بارہ ہے جو زہر یا تلوار سے

شہید کئے گئے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ ہستیاں اپنے زمانے کے طاغوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی تھیں۔ اگر اسلام پر آنچ آئی تو انھوں نے مصلحت و حالات کے اعتبار سے پیش قدمی کی اور باطل کے ارادوں کو پسپاں کر دیا۔

جب خدا نے یہ دیکھا کہ میرے گیارہ معصوم نمائندوں کو شہید کر دیا گیا اور انھیں طرح طرح کی اذیت پہونچائی گئی تو خدا نے بارہویں امام کو مناسب وقت تک کے لئے اپنی حفاظت میں رکھا۔

لیکن غیبت کے زمانے میں ہمیں بھی اپنے حال پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہمیں عادل، متقی اور اسلام شناس فقیہ کے سپرد کر کے اس کی اتباع کے لئے تاکید بھی کی تاکہ ہم راہ راست سے نہ بھٹک پائیں۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اسلامی نظام کی حفاظت کریں اور تمام امور میں خدا کے اس حکم پر توجہ دیں جو عادل فقیہ کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔

اسلام ایسے مالیاتی، تعزیری، انتظامی اور عدالتی قوانین رکھتا ہے کہ نہ تو انھیں معطل رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی کسی خاص طبقہ کو ان پر حکومت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ بلکہ خدا نے یہ عہدہ فقیہ اور متقی لوگوں کے سپرد کیا ہے تاکہ وہ تمام احکامات میں خدائی اعتبار سے عمل کرنے کی تاکید کریں اور حکم خدا کے مطابق حکم صادر کریں۔

لوگوں پر فقیہ جامع الشرائط کی اتباع اور اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کی اطاعت واجب ہے اگر کوئی

شخص ان کی نافرمانی کرتا ہے تو سزا کا مستحق ہے اسی طرح فقیہ جامع الشرائط کی پیروی نہ کرنے پر مستحق عقاب ہے۔

ولی فقیہ کی اہم ذمہ داریاں

آیا مسلمانوں کو کسی نظام کی ضرورت ہے؟ آیا اسلامی حکومت اور اس کی اراضی اور جائداد کی حفاظت ضروری ہے؟

آیا لازم ہے کہ اسلامی قوانین جاری ہوں؟

مظلوم کا حق ظالم سے لینا ضروی ہے؟

اسلام کی آواز پوری دنیا میں پہونچانا کن لوگوں کا فریضہ ہے؟

انبیا اور ائمہ علیہم السلام کی کوششیں کیا فقط انکے زمانے سے مخصوص تھیں یا ہر دور کے لئے تھیں؟

اگر ہم ان تمام باتوں کا جواب ہاں میں دیں تو اس کے لئے اشد ضروری ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو، تا کہ ان مذکورہ قوانین پر عمل ہو سکے۔

اب جبکہ یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ اسلامی حکومت کی ضرورت ہے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حاکم مسلمان نہ ہو۔ بغیر حاکم کے حکومت کا قیام اور اس کی بقا ناممکن ہے۔

اگر اسلام کو اپنے قوانین نافذ کرنے کے لئے حکومت بھی چاہئے اور حاکم بھی، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حاکم کی خصوصیات دیکھی جائیں کہ اس میں کن کن صفات اور خصوصیتوں کا ہونا لازمی ہے۔

کیا وہ خدا کے حکم کی گہرائی تک پہونچ پاتا ہے یا نہیں؟

عادل ہے یا نہیں؟

مسائل شناس اور مشکلات کا حل جانتا ہے یا نہیں؟

اگر یہ بات ضروری ہے کہ حاکم، اسلام سے مکمل طور پر آشنا ہو، متقی اور پرہیزگار ہو اور سیاست میں بھی کافی حد تک معلومات رکھتا ہو تو پھر وہ فقیہ ہی ہوگا جس کی حکومت کو ولایت فقیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو لوگ ولایت فقیہ کے نظریہ کے منکر ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں میں سے کسی ایک کو تسلیم کرلیں یا پھر ولایت فقیہ کو مان لیں۔

۱. یا تو وہ اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اسلام صرف نماز وروزہ یعنی انفرادی عبادت اور اخلاقیات کا نام ہے اور اس میں بڑے بڑے سماجی حقوق، عدالتی، سیاسی اور اقتصادی مسائل شامل نہیں ہیں۔

۲. یا وہ اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اسلام فقط وفقط رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے مخصوص تھا اور اب اس سے کوئی سروکار نہیں، اس کے قوانین کتابوں تک محدود ہیں عملی اعتبار سے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

۳. وہ اس چیز کے قائل ہوں کہ اسلام کے اہم سماجی قوانین جاہل اور فاسق افراد کے توسط سے جاری ہوں۔

یہ بات طے ہے کہ آپ اگر سچے مسلمان ہیں تو ان میں سے کسی ایک بات کو بھی تسلیم نہیں کرینگے اور اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں چاہئے کہ ولایت فقیہ کا

نظریہ مانتے ہوئے اس کے سچے پیروکار بنیں تاکہ ماحول و معاشرہ اسلامیات پر عمل کرے اور دشمنوں کے فتنہ و فساد سے محفوظ رہے۔

ولایت فقیہ کا مطلب ہے انسانی مسائل و مشکلات سے واقف اور متقی اسلام شناسوں کے ہاتھوں الٰہی احکام کا اجرا کرنا۔

کیا اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول نہیں ہے کہ قرآن میں سماج کی تمام انفرادی اور اجتماعی ضروریات بیان کی گئی ہیں کیا حکومت، حاکم، نظام، محکمے اور سماج کی اہم ضرورت نہیں ہے؟ (۱)

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی موت سے پہلے امت کی تمام ضروریات بیان کر دی ہیں۔

کیا حضرت امام مہدی (عج) کی غیبت کے زمانے میں اسلامی معاشرہ کو حاکم اور حکومت کی ضرورت نہیں ہے؟ (۲)

۱. رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیہوں کو اپنا خلیفہ سمجھتے ہیں:

اللّٰهم ارحم خلفائی قیل یا رسول اللّٰه ومن خلفائک قال الفقها (۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میرے معبود میرے خلفا پر رحم فرما، آپ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے خلفا کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: فقہا۔

---

۱. اصول کافی ج ۱، ص ۵۹

۲. آیۃ ا... خمینی، روح اللہ الموسوی، کتاب البیع، ص ۴۶۲

۳. وسائل ج ۱۸، باب صفات قاضی ص ۱۰۱

۲. امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

الفقها حصون الاسلام (۱)

فقہا اسلام کے قلعہ ہیں۔

۳. امام آخر الزماں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کے جواب میں یوں تحریر فرمایا: تمہیں چاہیئے کہ زندگی کی مشکلات اور مصائب کے بارے میں ہمارے راویوں سے رجوع کرو (۲)

۴. امام صادق علیہ السلام سے ان معاملات کے بارے میں سوال کیا گیا جن کے فیصلے کے لئے طاغوتی محکمے اور نظام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: ان محکموں کی طرف رجوع کرنا اس لئے برا ہے کہ گویا طاغوت سے رجوع کرنا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ان طاغوتی محکموں سے اپنا حق بھی حاصل کرے تو (بعض صورتوں میں) وہ بھی حرام ہے۔

ایسے موقعوں پر تمہارا فرض یہ ہے کہ صرف ایسے لوگوں سے اپنی مشکل کا حل دریافت کرو جو ہماری روایات اور علوم کو بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں چونکہ میں ان کو تمہارے لئے قاضی و منصف قرار دیتا ہوں۔

تمہیں جان لینا چاہیئے کہ اگر اس قاضی یا منصف نے حکم دیا اور تم نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی تو ایسا ہے جیسے تم نے خدا کے حکم کو ٹھکرا دیا ہو جو کوئی ان فقہا کا دامن چھوڑ دے گا گویا اس نے ہمارا دامن چھوڑ دیا ہے اور ہم کو

---

۱. کتاب البیع، ص۴۶۲

۲. وسائل، ج۱۸، باب۱۱، صفات قاضی ص ۱۰۱

چھوڑ دینا خدا کو چھوڑ دینا ہے اور یہ فعل خدائے بزرگ کے ساتھ شرک کے برابر ہے(۱)

۵. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علما، انبیا کے وارث ہیں۔

۶. خدا نے علما سے عہد لیا ہے کہ وہ ظالموں کی شکم سیری، لوٹ وکھسوٹ اور غریبوں کی بھوک و پیاس پر خاموش نہیں بیٹھیں گے(۲)

واضح ہے کہ سماج اور معاشرے میں مظلوم کی حمایت اور ظالم کی سرکوبی حکومت اور اس کے قائم کردہ محکمے کی نیازمند ہے۔

۷. قرآن میں تصریح کی گئی ہے کہ عدالت (قسط) کو اپناؤ تو کیا عدالت وانصاف بغیر کسی حاکم کے قابل اجرا ہے؟

۸. امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ احکام الٰہی کی انجام دہی اور ان کا نافذ کرنا ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے جو خدا کی صحیح شناخت، متقی اور پرہیزگار ہوں چونکہ یہی وہ افراد ہیں جو احکام الٰہی میں کمی وبیشی نہیں کرتے اور امانت کی حفاظت کرتے ہیں(۳)

۹. حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

العلما حکام علی الناس ...(۴)

علما لوگوں پر حاکم ہیں۔

---

۱. وسائل ج ۱۸، باب ۱۱، صفات قاضی، ص ۹۹

۲. نہج البلاغہ، خطبہ شقشقیہ ۳. حسن بن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص ۲۴۲

۴. آمدی، غرر الحکم، ج ۲، ص ۲۹۳

نتیجہ

مذکورہ بالا مطالب سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرہ اور سماج میں حکومت و ولایت کا سربراہ عادل اور جامع الشرائط فقیہ ہونا ضروری ہے اور یہی علما وفقہا امام مہدی (عج) اور دیگر ائمہ علیہم السلام کے حقیقی نمائندے ہیں اگر فقیہ کا اختیار اور ولایت ختم ہو جائے تو سماج میں طاغوتی سربراہ غلبہ حاصل کر لیں جن کی وجہ سے خدائی نظام کی شکل وصورت بدل جائے گی اور معاشرہ ہرج ومرج کا شکار ہو جائے گا۔ لہذا معاشرہ کو ہرج ومرج اور فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کی سربراہی کے لئے ولی فقیہ کا ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی طے ہے کہ ولی فقیہ فقط عبادات ہی سے مخصوص نہیں، یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی تقلید صرف نماز وروزہ اور حج وغیرہ ہی میں ضروری ہے اور سیاسی، سماجی، پناہ گزینی، مسافرت، جنگ، سمجھوتے، معاہدے، برطرفی اور تقرری میں حلال وحرام کا قطعا کوئی امکان نہیں ہے اور اس میں تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ان ابواب میں جہاں حلال وحرام کا امکان ہوتا ہے ہمیں تقلید نہیں کرنی چاہئے؟

کیا مسلمانوں کی رہبری کسی اسلام ناشناس حاکم کے سپرد کر دینا بعینہ ایسا نہیں ہے جیسے کسی میڈیکل کالج کو ایسے شخص کے حوالے کر دینا جو ڈاکٹر نہ ہو؟

کیا امت اسلامیہ کو کسی غیر عادل، ظالم اور جابر حاکم کے حوالے کر دینا انسانیت کی خلاف ورزی نہیں؟

کیا ایک سچے مسلمان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اپنے عہد میں پیشہ ور سیاست باز اور اسلام کے مخالف رہنماؤں سے دور رہے اور ان سے بچے ایسی رہبریت کو اپنائے جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اور ان قوانین پر عمل کرے جن کی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کی ہے۔

موضوع ولایت فقیہ تمام اعصار وقرون میں فقہائے شیعہ وسنی کے درمیان محل بحث رہا ہے ان تمام آرا ونظریات کی اصل واساس اور بنیاد حضرت امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف کا جملہ مبارکہ:

امّا الحوادثُ الواقعه فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانّهم حجّتی علیکم و انا حجة اللّٰه (۱)

نئے واقعات میں تو ہمارے حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو کہ وہ ''راوی'' تم پر ہماری حجت ہیں اور ہم اللہ کی حجت ہیں۔

ولی فقیہ کی حکومت میں طرفین کے حق کی رعایت

لفظ ولایت کا تبادر دینی امارت وسلطنت کی طرف ہوتا ہے لیکن اس سے وہ تمام امور مربوط ہیں جو مسلمانوں کے لئے ضروری اور لازمی ہیں خواہ وہ دنیوی امور ہوں یا اخروی، یہ لفظ عام ہے جو حاکمیت، محبت اور دوستی وغیرہ کو شامل ہے۔ کلام خدا میں جس طرح ولایت خدا کے مقابل طاغوت اور شیطان کی

---

۱. وسائل الشیعہ. ج ۱۸، ص ۱۰۱، حدیث ۳۳۴۰، ابواب صفات قاضی

ولایت کا بھی ذکر آیا ہے اسی طرح غیر خدا کی ولایت میں غیر دینی ولایت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ولایت فقیہ کا انکار دراصل ایک نظامی حکومت کا انکار ہے اس سے فقط وہ لوگ انکار کرتے ہیں جو اجتماعی زندگی کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

ایران کے دور صفوی میں دینی حکومت کے بارے میں آیا ہے کہ محقق کرکیؒ کی خاص توجہ حکومت کے سسٹم کو بدل کر ایسی فضا ہموار کرنا تھی جس میں ولی فقیہ کے زیر نگرانی سارے امور انجام پائیں۔ ایران کی صفوی دور حکومت کے حالات اس طرح تھے کہ فقہا نے غیروں سے اسلامی حکومت کی حفاظت کے لئے شاہ صفوی کی حمایت کی (۱)

ولایت فقیہ کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر ہماری ولایت میں کوئی شرک کرے یا ہمارے دوستوں میں کوئی کسی کو رنج پہونچائے تو یہ گناہ معاف ہونے والا نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت سوائے فرمان خدا کے قبول کرنے اور اسکی راہ میں خود کو سپرد کر دینے کے ماسوا کچھ نہیں، ان حضرات کی ولایت سے سرپیچی کرنا خدا کے فرمان سے سراسر انکار کرنا ہے۔ اسی نکتہ کو حضرت امام خمینی نے یوں بیان کیا ہے:

ولایت فقیہ ہمان ولایت خداست

فقیہ کی ولایت ہی خدا کی ولایت ہے

---

۱. فرہنگ جہاد، سال اول شمسی، ص۲۳، چاپ نگین قم

ہوسکتا ہے کہ اعتراض ہو کہ علما و فقہا حکومت کے خواہاں ہیں اور وہ عالم اسلام پر حکومت کرنا چاہتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے چونکہ لوگوں نے اس حضرت علی علیہ السلام، جو حکومت الٰہی کا علمبردار، عدالت وقضاوت کا شاہکار، ایمان واسلام اور رسول کے ہمراہ سب سے پیش پیش رہا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسے مجسمۂ حق کہا" اس کے بارے میں یوں کہا کہ علی علیہ السلام حکومت پر قابض ہونا چاہتے ہیں جبکہ آپ نے ہمیشہ ایسی حکومت کی ذمہ داری سنبھالنے سے دوری اختیار کی جو شرعی اصول اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا تھی عثمان کی خلافت سے پہلے بھی آپ سے عہدہ خلافت کے لئے کہا گیا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں شیخین کے سیرت پر عمل نہیں کرونگا فقط قرآن وسنت پر عمل کروں گا اور جب قتل عثمان کے بعد سارے مسلمان بیعت کے لئے جمع ہو گئے۔

امام نے فرمایا:

انا لکم وزیراً ،خیر لکم من امیر

میرا تمھارے لئے پشت پناہ بنے رہنا اس سے بہتر ہے کہ تمہارا حاکم بنوں۔

اشارہ یہ تھا کہ میری حکومت عدل وانصاف اور دین کے اصول پر مبنی ہوگی قرآن وسنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔

صفین کے موقع پر جب قرآن کو نیزوں پر بلند کیا گیا اور ضعیف الایمان لوگ دھوکا کھا گئے تو لوگوں کی فلاح اور بہبودی کے لئے فرمایا:

کلمۃ حق یراد بھا الباطل، لاحکم الا اللّٰہ

اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں یہ کلمہ حق ہے لیکن اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاشرہ کی حکمرانی خدا آکر کرے اور حدود و احکام کا خود اجرا کرے گا بلکہ بندے خود اس کام کو انجام دینگے۔

فقد جعل اللہ لی علیکم حقا بولایة امرکم

خداوند عالم نے مجھے تم پر حق دیا ہے کہ میں تمھارے امر کا ولی ہوں۔

یہ ولایت وحاکمیت یک طرفہ نہیں ہے بلکہ آگے فرمایا :

ولکم علی من الحق مثل الذی لی علیکم

تمہارا بھی مجھ پر حق اسی طرح ہے جس طرح ہمارا حق تم پر ہے۔

یعنی حکومت اسلامی میں ایسا نہیں ہے کہ حاکم جو چاہے کرے، لوگوں کو کوئی حق حاصل نہیں ہے بلکہ حق دوطرفہ ہے۔ اگر فرزند پر باپ کا احترام واجب ہے تو باپ پر بھی بیٹے کی تعلیم وتربیت اور ادب سکھانا ضروری ہے اگر حاکم پر رعایا کی حفاظت اور ان کے امور کا حل تلاش کرنا ضروری ہے تو رعایا پر بھی اس کی اطاعت واجب ہے۔ ملاحظہ کریں!

اعظم ماافترض اللہ سبحانہ حق الوالی علی الرعیة وحق الرعیة علی الوالی

سب سے بڑا حق جو خداوند عالم نے واجب کیا ہے وہ حاکم کا حق رعایا پر اور رعایا کا حق حاکم پر ہے۔

حق کو دو طرفہ قرار دیا ہے تاکہ ''وجعلها نظاماً لالفتهم'' لوگوں اور حاکم کے درمیان الفت و محبت کا رابطہ استوار ہو سکے۔

معاشرہ صحیح و سالم اور جملہ برائیوں سے محفوظ رہے ''وعزاً لدينهم'' ان کے نزدیک دین ''آئین حیات'' عزیز ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ '' فليست تصلح الرعية الابصلاح الولاة '' کبھی رعایا کی اصلاح نہیں ہوگی جب تک حاکم صالح نہ ہو۔

ایک دوسرے کا پاس ولحاظ رکھیں گے تو معاشرہ میں خوشحالی اور خود اعتمادی کی فضا سازگار ہوگی '' وقامت مناهج الدين '' دین کی راہیں مستحکم ہوتی جائیں گی اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوگا اور معاشرہ میں '' واعتدلت معالم العدل '' عدل کی نشانیاں نکتہ اعتدال پہ پہونچ جائیں گی '' فصلح بذالک الزمان '' اور وہی بہترین زمانہ ہوگا '' وطمع فی بقاء الدولة '' ایسی خوشگوار حکومت ہوگی کہ اس کی حفظ وبقا کی سب خواہش کرینگے۔ '' ویئست مطامع الاعدا '' اسلام کے دشمنوں کی حرص وطمع مایوسی میں بدل جائے گی۔

ولایت فقیہ احادیث کی روشنی میں

بہت سی معتبر کتابوں میں متعدد حدیثیں ہیں جو ولایت فقیہ پر دلالت کرتی ہیں، نمونہ کے طور پر کچھ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

صحيحة قدّاح : عن ابی عبد اللّٰه قال: قال رسول

الـلّٰـهً: من سلک طريقاً يطلب فيه علماً سلک اللّٰه به طـريـقـاً الـىٰ الـجـنّة، و ان الـمـلائكة لتضع أجنحتها لـطـالـب الـعلم رضا به، وانّه يستغفر لطالب العلم من في الارض حتى الحوت في البحر و فضل العالم علىٰ الـعـابد كفضل القمر علىٰ سائر النجوم ليلة البدر وانّ الـعـلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورّثوا ديناراً ولا درهـمـاً و لـكـن ورثـوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظٍ وافر. (۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص حصول علم کیلئے نکلے تو خداوند متعال اسے بہشت کی جانب رہنمائی فرمائے گا اور فرشتے اس کے پیروں تلے اپنے پروں کو بچھا دیں گے اور اس کیلئے آسمان و زمین کی ساری مخلوق یہاں تک کہ دریا کی مچھلیاں بھی استغفار کریں گی عالم کو عابد پر ویسے ہی فضیلت و فوقیت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو باقی تمام ستاروں پر فضیلت ہے، بے شک علما، انبیا کے وارث ہیں، انبیا نے درہم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے علم کو ورثہ میں چھوڑا ہے، پس جو بھی علم سے بہرہ مند ہوگا، وہ حقیقت میں بہت بڑی منفعت حاصل کرے گا۔

---

۱. اصول کافی، ج۱، ص۹۶

علم و علما کا مقام اسلام میں بہت ہی بلند ہے تمام انبیا علیہم السلام نے کار رسالت کے ساتھ علم کی اہمیت کو بھی بیان کیا ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے:

منزلة الفقيه في هذا الوقت كمنزلة الانبياء في بني اسرائيل (١)

اس زمانے میں فقیہ کی منزلت ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں انبیا کی تھی۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے انبیا میں شامل ہیں لہٰذا اس روایات میں عموم منزلت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رہبریت اور ولایت کا مرتبہ حاصل تھا، اسی طرح فقہا بھی رہبریت اور ولایت کے منصب پر فائز ہیں۔

امام صادق علیہ السلام پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

عن ابي عبدالله ؑ قال : قال رسول الله ؐ : الفقهاء امناء الرسل مالم يدخلوا في الدنيا قيل يا رسول الله وما دخولهم في الدنيا ؟ قال اتباع السلطان ، فاذا فعلوا ذالك فاحذروهم علىٰ دينكم (٢)

آپ نے فرمایا: فقہا، انبیا، کے اس وقت تک امین ہیں جب تک وہ دنیا پرست نہ ہوں" پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقہا کے

---

۱. بحارالانوار ، ج ۷۵ ، ص ۳۴۶

۲. اصول کافی ، ج ۱ ، ص ۱۳۴

دنیا پرست بننے کا مطلب کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ظالم وجابر حکمراں کی پیروی کرنا، پس اگر ظالم و جابر سلطان کی پیروی کریں تو اس وقت اپنے دین کے متعلق امور میں ایسے علما سے ڈرو اور ان سے پرہیز کرو۔

اس ڈرنے اور پرہیز کرنے کے حکم کا سبب یہ ہے کہ جب وہ جابر سلطان کے منظور نظر ہوں اور ایسی بات نہ کہیں جو سلطان کو ناپسند ہوں، اس صورت میں ان سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ نفسانی خواہشات کے جال میں پھنس کر کوئی فتویٰ نہ دے دیں۔

اسحاق بن یعقوب نے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (ارواحنا لہ الفداء) کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس میں ان چیزوں کا ذکر کیا جن سے آپ دوچار تھے۔ جناب محمد بن عثمان عمری نے اس خط کو امام (ع) کی خدمت اقدس میں پہونچا دیا تو امام (ع) نے جواب تحریر فرمایا:

اما الحوادث الواقعة...(۱)

دینی و دنیوی مشکلات میں ہماری روایات کو نقل کرنے والوں کی طرف رجوع کرو...

مقبولۂ عمر ابن حنظلہ: عن عمر ابن حنظلہ: قال: سالت ابا عبداللّٰہ عن رجلین من اصحابنا بینهما منازعة فی دَین او میراث فتحاکما الٰی السلطان والی

---

۱. شیخ صدوق، محمد ابن بابویہ قمی، کمال الدین، ج ۲، باب التوقیعات، حدیث ۴

القضاۃ أیحل ذالک ؟ قالؑ من تحاکم الیھم فی حق او باطل فانما تحاکماالی الطاغوت وما یحکم لہ فانما یاخذہ سحتا وان کان حقاثابتا لہ لانہ اخذہ بحکم الطاغوت وما امر اللّٰہ ان یکفر بہ قال اللّٰہ تعالی یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروان یکفروا بہ قلت: فکیف یصنعان ؟ قال: ینظران من کان منکم فلیرضوا بہ حکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما فاذا حکم بحکمنا فلم یقبلہ منہ فانما استخف بحکم اللّٰہ وعلینا رد والراد علینا الراد علی اللّٰہ وھوعلی حد الشرک باللّٰہ (۱)

عمر بن حنظلہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم میں سے دو آدمیوں نے قرض یا میراث کے اختلاف کا فیصلہ حاکم وقت اور قاضی سے کرایا، کیا یہ کام ان دونوں آدمیوں کیلئے جائز ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی حق و باطل کے بارے میں ان (حاکم وقت اور قاضی) سے فیصلہ کرائے تو گویا اس نے طاغوت سے فیصلہ کرایا ہے اور اگر ان کے فیصلہ کی بنا پر کوئی چیز اپنے مخالف سے لی تو وہ چیز اس کے لئے حرام ہوگی اگر چہ

---

۱. اصول کافی ، ج ۱ ، ص ۱۹۶

حقیقت میں وہ اسی کی ملکیت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس نے یہ چیز ظالم اور طاغوت کے فیصلے سے لی ہے اور خدا فرماتا ہے "ان کی دلی تمنا یہ ہے کہ طاغوت اور سرکش کو اپنا حاکم بنائیں جبکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی بات نہ مانیں۔"

میں نے عرض کی یہ دونوں (اپنے اختلاف کے سلسلہ میں) کیا کریں؟

آپ نے فرمایا: "وہ دونوں تم لوگوں میں سے اس کی طرف رجوع کریں گے جس نے ہماری حدیثوں کو دوسرے مسلمین تک پہنچایا ہو اور ہمارے (دین کے) حلال اور حرام کو اچھی طرح مدنظر رکھا ہو اور ہمارے (دین کے) احکام کو اچھی طرح سمجھا ہو، پس وہ دونوں اس کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے والا سمجھیں، اس لئے کہ ہم نے اس کو تمہارے اوپر حاکم بنایا ہے، اگر اس نے ہمارے (دین کے) احکام کے مطابق حکم دیا اور کسی نے اسے قبول نہیں کیا تو گویا اللہ کے حکم کو ہلکا سمجھا اور ہماری بات کو رد کیا، اور ہماری بات کو رد کرنا اللہ کی بات کو رد کرنے کے برابر ہے، اور اللہ کی بات کو رد کرنا انسان کو شرک کی حدوں میں داخل کر دیتا ہے۔"

یہ حدیث ظاہراً قضاوت کے بارے میں ہے اور سوال کرنے والے نے باہمی اختلاف کے فیصلہ سے متعلق سوال کیا ہے، لیکن امام علیہ السلام نے جواب میں ایسے کلمات استعمال فرمائے ہیں جو کئی اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتے

ہیں کہ فقہا امام علیہ السلام کی طرف سے زعامت اور رہبریت کے منصب پر فائز ہیں
ملاحظہ ہو: سوال کرنے والے نے سوال کیا ہے کہ اگر شیعہ باہمی اختلاف کی صورت میں سلطان یا قضاۃ کی طرف رجوع کریں تو اس کا حکم کیا ہے؟

سوال میں لفظ ''سلطان'' کے ساتھ لفظ ''قضاۃ'' کا استعمال کرنا بتاتا ہے کہ لوگ بعض امور میں سلطان کی طرف اور بعض امور میں قضاۃ کی طرف رجوع کرتے ہیں، جہاں مدعی کے دعوے کے ساتھ منکر انکار کرے اور حق کا ثبوت، دلیل وشاہد وقسم کا محتاج ہو تو وہاں قاضی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، لیکن جہاں مسئلہ واضح ہو اور کسی دعوے اور انکار کی بات نہ ہو یعنی حق کو ثابت کرنے کیلئے دلیل وشاہد اور قسم کی ضرورت نہ ہو تو اسی جگہ پر سلطان اور والی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہاں پر اجرائے قوانین اور اعطائے حق کیلئے طاقت اور قدرت کی ضرورت ہوتی ہے اس سوال میں سائل نے دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا شیعہ ایسے مواقع پر سلطان یا قاضی کی طرف رجوع کر سکتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے دونوں قسموں کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو طاغوت قرار دیا ہے۔

امام علیہ السلام کی طرف سے حکومت کیلئے فقہا کے نصب ہونے پر پہلی دلیل مذکورہ سوال سائل اور جواب امام علیہ السلام ہے، اس لئے کہ جب امام علیہ السلام نے دونوں کی طرف رجوع کرنے سے منع کر دیا (جبکہ سلطان اور قاضی کے کام الگ الگ ہیں) تو اگر امام علیہ السلام فقہا کو صرف قضاۃ کیلئے معین کریں تو مشکل حل نہیں ہوگی کیونکہ جو سلطان و والی کے کام ہوتے ہیں وہ رہ جائیں گے۔ لہٰذا جس

طرح دونوں کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا ہے اسی طرح ان دونوں منصبوں پر کسی کو نصب کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے آخر میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''میں فقہا کو تمہارے اوپر حاکم قرار دیتا ہوں جو ہماری حدیثوں کو دوسرے مسلمانوں تک پہنچاتے ہیں ہمارے (دین کے) حلال وحرام کو اچھی طرح جانتے ہیں، تا کہ تم لوگ ان کی طرف رجوع کرو۔''

امام علیہ السلام نے قرآن کی آیت ''یریدون ان یتحاکموا الیٰ الطاغوت'' سے استدلال کیا ہے اور یہ آیت ولاۃ اور حکام کے اوپر زیادہ قابل تطبیق ہے۔ اس بنا پر امام علیہ السلام کا یہ فرمان: من یتحاکم الیھم فی حق او باطل فانما تحاکم الی الطاغوت بھی ولاۃ اور حکام کے اوپر صحیح طور پر منطبق ہوگا نہ کہ قضاۃ کے اوپر۔

اگرچہ جو قاضی طاغوت کی طرف سے معین کئے جاتے ہیں وہ بھی طاغوت ہیں لیکن اصطلاحاً لفظ ''طاغوت'' والی اور حاکم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اسی بنا پر حدیث میں اگر قاضی کیلئے کوئی قرینہ نہ ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ طاغوت سے مراد صرف حکام ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فقہا کو ان کی جگہ نصب فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طاغوت کی جگہ فقہا منصوب ہوئے ہیں، چاہے وہ طاغوت والی ہو یا قاضی۔

البتہ یہ بات واضح ہے کہ سوال میں کلمہ ''دین'' و ''میراث'' کو بطور مثال استعمال کیا گیا ہے اور مقصود یہ ہے کہ شیعیان اپنے اجتماعی کام اور اپنے اختلافات میں کیا کریں اور کس کی طرف رجوع کریں۔

تیسری دلیل کلمہ ''علیکم'' ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا:

فانی قد جعلته علیکم حاکماً

بے شک میں نے اس کو ان پر حاکم قرار دیا

لفظ ''علی'' بلندی اور سرپرستی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے''، یعنی استعلاء اور تسلط کو بیان کرتا ہے، جیسا کہ قرآن کی آیت ہے کہ:

''ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلا''

اور والی وہ ہے جو لوگوں پر مسلط ہوتا ہے اور ان کی سرپرستی کرتا ہے نہ کہ قاضی، اس لئے کہ امام علیہ السلام اس طرح بھی کہہ سکتے تھے ﴿**فانی قد جعلته بینکم حاکما**﴾ امام علیہ السلام نے فقہا کی طرف رجوع کرنے کا سبب یہ بیان کیا ہے ﴿**فانی قد جعلته علیکم حاکما**﴾ یعنی سوال کرنے والے نے دین یا میراث کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: میں علما کو تمہارے اوپر حاکم قرار دیتا ہوں، قضاوت سے متعلق امور کے ساتھ حکومت کے مسائل میں بھی ان ہی کی طرف رجوع کرو۔

امام علیہ السلام لفظ حاکم کہہ کر فقہا کو ولایت وحکومت عطا فرمائی امام خمینیؒ نے مقبولہ عمر ابن حنظلہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند اور دلالت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ امام علیہ السلام نے علما وفقہا کو ولایت وحکومت عنایت کی ہے (۱)

اسی طرح علامہ جعفر مرتضی عاملی نے اس حدیث کی تائید وتوثیق کی ہے۔

---

۱. امام خمینی ، ولایت فقیہ ، ص ۸۱

زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا:

بنی الاسلام علی خمسة اشیاء: علی الصلاة والزکاة والحج والصوم والولایة (۱)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز، زکات، حج، روزہ اور ولایت۔

پھر زرارہ نے دریافت کیا کہ کون سی چیز افضل ہے؟

فرمایا: ولایت افضل ہے کیونکہ ان چاروں کی کنجی ولایت ہے اور ان کا رہنما والی ہوتا ہے۔

جناب شیخ مفیدؒ نے امالی نامی کتاب میں معتبر سندوں کے ساتھ جناب ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے انھوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا:

اسمعوا واطیعوا لمن ولاہ اللّٰہ الامر فانہ نظام الاسلام (۲)

تم لوگ سنو اور اس شخص کی فرمابرداری کرو جس کو تمام معاملات میں خدا نے ولایت دی ہے اس لئے کہ یہی اسلام کا نظام ہے۔

اصول کافی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث بھی اسی انداز کی ہے:

---

۱. وسائل، ج۱، کتاب الطہارت، باب۱، حدیث۲؛ الکافی ج۲، ص۱۸، ۱۹؛ کتاب الایمان والکفر، باب دعائم الاسلام، حدیث۵

۲. شیخ مفیدؒ، امالی، ج۱، ص۱۴، مجلس۲، حدیث۲

ان الامامة زمام الدین ونظام المسلمین وصلاح الدنیا وعز المومنین. ان الامامۃ اسّ الاسلام النامی وفرعہ السامی، بالامام تمام الصلوۃ والزکاۃ والصیام والحج والجھاد وتوفیر الفیٔ والصدقات وامضاء الحدود والاحکام ومنع الثغور والاطراف الامام یحل حلال اللّٰہ ،ویحرم حرام اللّٰہ ویقیم حدود اللّٰہ ویذب عن دین اللّٰہ .(۱)

بیشک امامت ہی زمام دین اور نظام مسلمین اور مصالح دنیا اور مومنین کی عزت ہے۔فیٔ اور صدقات کا مہیا کرنا اور سزاؤں کا تعین اوراحکام کا جاری ہونا حدود مملکت اور اطراف سے دشمنان اسلام کا دور کرنا (وغیرہ سب کام امام کا) ہے حلال خدا کو حلال کرنا،حرام خدا کو حرام کرنا، خدا کی سزاؤں کا قائم وجاری کرنا، نیز دین خدا سے دشمنوں کو دور کرنا بھی امام کا کام ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں کیا امامت ائمہ علیہم السلام اثنا عشر کے ظاہری دور ہی سے متعلق ہے؟ یا زمانۂ غیبت امام زمان (عج) میں بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے؟ حدیث میں امامت سے متعلق جن احکام کے نفاذ اور جن حدود کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان آثار واحکام کے عدم اجرا، یا ختم ہونے کا بھی امکان ہے؟

---

۱. کافی ، ج۱ ، ص۲۰۰، باب نادر جامع فی فصل الامام وصفاتہ

کیا یہ کہہ دینا ممکن اور صحیح ہے کہ عصر غیبت میں خدا نظام مسلمین، مصلحت دنیا اور مومنین کی عزت اور احکام جاری کرنا نہیں چاہتا؟ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ حفظ نظام تمام واجبات کی طرح واجب ہے اور کسی قسم کے اختلال اور ہرج ومرج کو خدا پسند نہیں کرتا نیز حفظ نظام حکومت کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے اور انھوں نے مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صنفان من امتی اذا صلحا صلحت امتی و اذا فسدا فسدت امتی. قیل: یارسول اللّٰہ ومن هما؟ قال: الفقهاء والامراء (۱)

اگر میری امت میں دو قسم کے لوگوں کی اصلاح ہوگئی تو پوری امت کی اصلاح ہوجائے گی اور اگر یہ دونوں گروہ فاسد اور خراب ہوگئے تو امت فاسد، خراب اور برباد ہوجائے گی، پوچھا گیا کہ یارسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ دونوں گروہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: فقہا اور حاکم۔

یہ حدیث مبارک بھی اہمیت حکومت اور امت کی مصلحت اور نظام کی حفاظت پر دلالت کرتی ہے۔

---

۱. شیخ صدوق، محمد ابن بابویہ قمی، الخصال، ج ۱، ص ۳۶، باب ۲، حدیث ۱۲

ولایت نہج البلاغہ کی روشنی میں

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں بارہا ولایت کی طرف اشارہ کیا ہے، اشارہ ہی نہیں بلکہ بعض جگہوں پر اس کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔

فرض اللّٰہ الایمان تطهيراً من الشرک والامامة نظاماً للامة ، والطاعة تعظيماً للامامة (۱)

اللہ نے ایمان کو شرک سے پاک رکھنے کے لئے، امامت کو امت کے نظم ونسق کے لئے اور اطاعت کو امامت کی تعظیم واحترام کے لئے فرض کیا ہے۔

ومكان القيم بالامر مكان النظام من الخرز يجمعه ويضمه ، فاذا انقطع النظام تفرق الخرز وذهب ثم لم يجتمع بحذافيره ابداً (۲)

اور امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈوری کی ہوتی ہے جو انھیں سمیٹ کر رکھتی ہے اگر ڈوری ٹوٹ جائے تو تمام مہریں بکھر جائیں گی اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گی۔

واعظم ما افترض اللّٰہ سبحانه من تلک الحقوق حق الوالی علی الرعية وحق الرعية علی الوالی ، فريضة فرض اللّٰہ سبحانه لکل علیٰ کُلٍّ، فجعلها نظاماً لا

---

۱. محمد عبدہ، شرح نہج البلاغہ، ۲۰۸

۲. محمد عبدہ، شرح، نہج البلاغہ ص۲۴۲ر

لفتهم وعز الدينهم فليست تصلح الرعية الا بصلاح الولاية ولا تصلح الولاة الا باستقامة الرعية فاذا ادّت الرعية الى والى حقه وادّى الوالى اليها حقها عز الحق بينهم وقامت مناهج الدين واعتدلت معالم العدل وجرت على اذلا لها السنن ، فصلح بذالک الزمان وطمع فى بقاء الدولة ويئست مطامع الاعداء ، واذا غلبت الرعية واليها او اجحف الوالى برعيته اختلف هنالک الکلمة وظهرت معالم الجور وكثر الادغال فى الدين وتركت محاج السنن فعمل بالهوىٰ وعطلت الاحكام وكثرت علل النفوس فلا يستوحش لعظيم حق عطّل ولا لعظيم باطل فعل ، فهنالک تذل الابرار وتعز الاشرار وتعظم تبعات اللّٰه عند العباد (۱)

اور سب سے بڑا حق جسے خداوند عالم نے واجب کیا ہے وہ حقوق حاکم بر رعیت اور حقوق رعیت بر حاکم ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے والی ''حاکم'' اور رعیت (پرجا) میں سے ہر ایک کے لئے فریضہ قرار دیا ہے اور اس فریضہ کو خدا نے ان کے نظام میں محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سربلندی عطا کرنے کے لئے فرض کیا ہے۔

رعیت '' عوام یا پرجا '' اس وقت خوش حال ہوگی جب حاکم اور

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۲۴

والی کے طور طریقے ٹھیک ہوں گے، اسی طرح حاکم بھی اسی وقت ٹھیک ہوگا جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو جب رعیت فرمانروا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو ان میں باوقار دین کی راہیں استوار اور عدل وانصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے، سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم ہو جائے گی، زمانہ سدھر جائے گا اور سلطنت وحکومت کی بقا کی توقعات پیدا ہو جائیں گی پھر دشمنوں کی حرص وطمع یاس وناامیدی میں بدل جائے گی۔

لیکن جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو ہر بات میں اختلاف ہو جائے گا، ظلم کے نشانات ابھر جائیں گے، دین میں فساد بڑھ جائے گا، شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی، خواہشوں پر عمل درآمد ہوگا، احکام شریعت معطّل ہو جائیں گے، نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور پھر ایسے حالات میں بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہیں گھبرائے گا، اس ماحول میں نیکوکار ذلیل اور بدکردار باعزت ہو جائیں گے اس کے نتیجہ میں بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جائیں گی۔

امیر المومنین، مولائے کائنات، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

انظروا اهل بيت نبيكم، فالزموا سمتهم واتبعوا اثرهم

فلن یخرجو کم من ھدی ولن یعیدو کم فی ردی ، فان لبدوا فالبدوا،وان نھضوا فانھضوا، ولاتسبقوھم فتضلوا ولاتتا خروا عنھم فتھلکوا(۱)

اپنے نبی ﷺ کے اہلبیت علیہم السلام کی طرف دیکھوان سے تمسک رکھواوران کے آثار کی اتباع کرو،وہ تمہیں کبھی بھی ہدایت سے محروم نہ رکھیں گے اور نہ ہی کبھی تمہیں ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے اگروہ رک جائیں تو تم رک جاؤاور اگر وہ اٹھ کھڑے ہوں تو تم بھی کھڑے ہوجاؤان سے سبقت نہ کروورنہ گمراہ ہوجاؤگےاور ان سے پیچھے بھی نہ رہو یعنی علیحدہ نہ ہوجاؤ ورنہ ہلاک ہوجاؤگے۔

دین شناسی کے اعتبار سے لوگوں پر حکومت وسلطنت،نہ منفعت ہے اور نہ غنیمت۔ بلکہ ایک اہم ذمہ داری ہے جیسا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے مالک اشتر کوخط لکھتے ہوئے ابتدامیں تحریر کیااور حاکم کی ذمہ داری کوسمجھایا ہےاور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا اَمَرَ به عَبْدُاللّٰهِ عَلِی اَمِيرُالْمُؤْمِنِينَ مَالِکَ بْنَ الْحَارِثِ الاَشْتَرَ فِی عَهْدِهِ اِلَيْهِ حِينَ وَلَّاهُ مِصْرَ جِبَايَةَ خَرَاجِهَا وَجِهَادَ عَدُوِّهَاوَاسْتِصْلَاحَ اَهْلِهَا وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا(۲)

---

۱. فیض الاسلام، نہج البلاغہ ، ص۴۴ ، ص۴۵

۲. نہج البلاغہ ، ص۱۷۲ ، نامہ ۵۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔
یہ وہ فرمان ہے جو بندہ خدا امیر المومنین علی نے مالک اشتر نخعی کے نام لکھا جب انھیں خراج جمع کرنے، دشمن سے جہاد کرنے، حالات کی اصلاح کرنے اور شہروں کی آبادی کے لئے مصر کا عامل قرار دے کر روانہ کیا۔

واضح اور روشن ہے کہ یہ سب ذمہ داریاں حاکم کی طاقت وقوت کے بل بوتے پر ہیں جس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا شخص حاکم ہو جو اسلامی احکامات کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضوں کو بروقت پورا کر سکتا ہو اور اس کام کو صرف ولی فقیہ جو کہ مبسوط بالید ہو انجام دے سکتا ہے۔

امام علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے نامہ پنجم میں جو آپ نے اشعث بن قیس (آذر بائیجان کے حاکم) کو لکھا ہے۔

فرماتے ہیں:

اِنَّ عَمَلَکَ لَیْسَ لَکَ بِطُعْمَۃٍ وَلَکِنَّہُ فِی عُنُقِکَ اَمَانَۃٌ (۱)

جو اقتدار تمہارے پاس ہے اور جو عہدہ تم کو دیا گیا ہے یہ کوئی شیرین وتر لقمہ نہیں ہے بلکہ ایک امانت ہے جو تم پر عائد ہوئی ہے۔

یا ایک دوسرے خط میں جسے فرزندان عباس کے لئے لکھا ہے اس میں

---

۱. نہج البلاغہ ، ص۱۴۵ ، نامہ ۵

فرماتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّی کُنْتُ اَشْرَکْتُکَ فِی اِمانَتِی وَجَعلْتُکَ شِعَارِی وَبِطَانَتی وَلَمْ یَکُنْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِی اَوْثَقَ مِنْکَ فِی نَفْسِی لِمُوَاسَاتِی وَمُوَازَرَتِی وَاَدَاءِ الاَمَانَهِ اِلَیَّ (۱)

تجھ کو اس امانت میں شریک قرار دیا جو میرے ہاتھ میں ہے، میں نے اعزا و اقربا میں بہت تلاش کیا اور اپنے خاندان میں جستجو کی لیکن ادائے امانت میں تجھ سے مطمئن تر نہ پایا۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام نے متعدد جگہوں پر حکومت کو بعنوان امانت اور حکومت داری کو بعنوان امانتداری تعبیر کیا ہے۔

پس حکومت امانت ہے اور حاکم وہ امانتدار ہے جس سے اس کا امتحان ہوتا ہے اور یہ امتحان نہایت ہی دقیق اور حساس ہے۔

یہ بات آپ کے نظریات اور خطبوں سے بطور مکمل واضح ہے جس وقت قتل عثمان کے بعد امام علیہ السلام کے گھر پر ہجوم کیا تو آپ نے لوگوں کو مسجد میں بلایا، منبر پر گئے اور فرمایا:

دَعُونِی وَالْتَمِسُوا غَیْرِی، فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ، لاَ تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلاَ تَثْبُتُ عَلَیْهِ الْعُقُولُ وَإِنَّ الاَفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَکَّرَتْ وَاعْلَمُوا أَنِّی إِنْ أَجَبْتُکُمْ رَکِبْتُ بِکُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أُصْغِ إِلَی قَوْلِ

---

۱. نہج البلاغہ، ص۱۶۵، نامہ ۴۱

الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ(۱)
مجھے چھوڑ کر کسی دوسرے کو حکومت کے لئے انتخاب کرلو ہمارے سامنے وہ معاملہ ہے جس کے بہت سے رنگ اور رخ ہیں جن کی نہ دلوں میں تاب ہے اور نہ عقلیں انھیں برداشت کرسکتی ہیں وہ آسمانی نور جو خورشید نبوت کے طلوع ہونے کے سایہ میں ملا تھا وہ سیاہ بادلوں میں گھر کر گم ہو چکا ہے میں وہ شخص ہوں کہ اگر تمہاری مجوزہ حکومت کو قبول کروں تو اپنی مرضی کے مطابق عمل کرونگا اور اِس کی یا اُس کی یا سرزنش کرنے والوں کی باتوں کو نہیں سنوں گا۔

یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دنیوی مال و دولت اور جاہ و حشمت کے چکر میں نہیں تھے بلکہ حکومت کو ایک ذمہ داری سمجھ رہے تھے لہذا اس وقت بھی ایسا ہی شخص اسلامی حکومت کی ذمہ داری لے سکتا ہے جو ان کی سیرت پر عمل پیرا ہو یا اس میں ان کی خصوصیات پائی جاتی ہوں اور جس میں ان کی خصوصیت پائی جاتی ہیں اسے ولایت فقیہ کا درجہ حاصل ہے وگرنہ نہیں۔

یا وہ حادثہ کہ جب معاویہ لشکر کشی کرتا ہے تا کہ ان شہروں میں تخریب کاری کرے اور ان کے رہنے والوں کو اذیت پہونچائے جن میں حضرت علی علیہ السلام کی حکومت ہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام آگاہ ہوتے ہیں کہ کسی کافر ذمی عورت کے (جس نے مسلمانوں کے یہاں پناہ لے رکھی تھی) پازیب اور

---

۱. نہج البلاغہ ، ص۴۵ ، خطبہ۹۲

گوشوارہ چھین لئے ہیں تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:

فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِماً مَاتَ مِنْ بَعْدِ هَذَا أَسَفاً مَا كَانَ بِهِ مَلُوماً، بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِی جَدِیراً (۱)

اگر کوئی مسلمان اپنے غصہ کی وجہ سے مسلمانوں کے یہاں کسی پناہ گزیں کافر ذمی عورت پر تجاوز کرے اور مسلمان حاکم اس کی دفاع پر قدرت نہیں رکھتا ہو تو اس کا مر جانا بہتر ہے۔

اس سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں حاکم کی سب سے پہلی شرط مسائل پر توجہ رکھنا ہے اسی مضمون کے مطابق آپ مالک اشتر کو خط لکھتے ہیں:

اَشْعِرْ قَلْبَکَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِیَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ وَلاَ تَکُونَنَّ عَلَیْهِمْ سَبُعاً ضَارِیاً تَغْتَنِمُ اَکْلَهُمْ فَاِنَّهُمْ صِنْفَانِ اِمَّا اَخٌ لَکَ فِی الدِّینِ وَاِمَّا نَظِیرٌ لَکَ فِی الْخَلْقِ (۲)

حاکم کا لوگوں کی محبت سے سرشار ہونا چاہئے نہ یہ کہ حکومت کو ایک بچھا ہوا دسترخوان فرض کرلیا جائے اور اس پر دوسروں کے لئے آذوقہ جمع کیا جائے یا اس درندہ کے مثل جس نے ایک اچھا شکار حاصل کرلیا ہو اور اسے پھاڑنے اور چیرنے کی فکر میں ہوتا کہ اپنا پیٹ بھر سکے، حاکم کی نگاہ عوام پر برادرانہ ہونا چاہئے۔

---

۱. نہج البلاغہ ،ص ۱۵ ، خطبہ ۲۷

۲. نہج البلاغہ ، ص ۱۷۲ ، نامہ ۵۳

ولایتِ فقیہ علم کلام کی روشنی میں

خداوند عالم جن صفات کا حامل ہے ان میں سے ایک صفت ''لطف'' ہے یعنی یہ بطور مسلم اور کلی قاعدہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر لطیف وکریم اور مہربان ہے، اپنے لطف سے نیک اور صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے وہ اپنے لطف سے نیک بندوں کو فتنہ وفساد، حرج ومرج میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے، لطف الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان ذاتی طور پر اچھے برے کو نہیں جانتا، خیر وشر اور ظلم وعدل کو نہیں سمجھتا اس لئے اس معاشرے میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو انسانیت کو عدل وانصاف کا درس دے سکے اور اس کو شر وفساد سے محفوظ رکھ سکے لہذا خدا کی حکمت اور اس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ امام معصوم کو منصوب کر کے اپنے بندوں پر رحم کرے اگر ایسا نہ ہوگا تو نبی ﷺ کے بعد امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور امت کے کچھ لوگ اللہ کی اطاعت سے انکار کر دیں گے، لطف الٰہی کے قاعدہ کا یہی فائدہ ہے کہ عوام کی شرعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے۔

یہ ضروری ہے کہ قائدہ لطف کے تحت اللہ اپنے بندوں پر لطف کرے ان کے لئے ایک ایسا نظام بنائے جس سے ان کے امور کی اصلاح ہو سکے، ان کی آپسی معاشرت کو قانونی حیثیت مل سکے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ قاعدہ لطف اس بات کا تقاضہ کرے کہ اللہ اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے مناسب ماحول بھی تیار کرے اور ان پر بطور مستقیم احکام لاگو کرے یہاں تک کہ وہ

اصلاحی راستوں کو کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں اور شر و فساد سے دور رہ سکیں بلکہ خدا پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ ایسے احکام جو بندوں کے لئے نیک وصالح ہوں ان کو منظّم کر کے ان کے سامنے رکھ دے اور اس نظام کو اختیار کرنے کا حق بندوں کو دے دے کہ وہ خود اس کا اجرا کریں۔

اگر ایسا ہے تو پھر اس کو یہ کیسے گوارا ہوگا کہ اس کے اچھے اور فرمانبردار بندے کسی ظالم کے زیر تسلط ہوں، کوئی ظالم بادشاہ ان پر حکومت کرے پس اسی لئے خدا نے ولایت کا سلسلہ جاری وساری رکھا تا کہ لوگوں کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔

اسی لئے ولایت فقیہ کا موضوع بھی مذکورہ علم کلام کی اصطلاح ''قاعدۂ لطف'' سے مربوط ہے کیونکہ خداوند عالم نے اپنے لطف وکرم سے انسانوں کو کمال وسعادت کی منزل پر پہونچانے کے لئے ارسال رُسل و بعثت انبیا اور انکے اوصیا کے تعیین ونصب کا سلسلہ ہمیشہ قائم رکھا، پرودگار عالم، فیاض مطلق ہے اور بخل اس کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے وہ معاشرہ کو بغیر ہادی، زعیم اور رہبر کے نہیں چھوڑ سکتا اسی لئے اس نے پہلی مخلوق کو بھی اپنی خلافت دے کر بھیجا اور اس کو اتنا با فضیلت بنایا کہ مسجود ملائکہ قرار دیا۔

انبیائے کرام کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ:

سماج کو ہر طرح کی آزادی دلائے۔

حلال وحرام سے آشنا کرے۔

بشریت کو تعلیم وتربیت دے۔

انسانوں کو ہر قسم کی غلامی سے رہائی عطا کرے۔

معاشرہ میں قسط وعدل اور انصاف برقرار کرے۔

انسانیت کو نجات و رشد اور کمال کی منزل پر پہنچائے۔

مذکورہ مضامین پر قرآن کی آیات شاہد ہیں:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱)

جو لوگ رسول النبی، امّی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند کو اٹھا دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کا احترام کیا، اس کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہ درحقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہے۔

---

۱. سورہ اعراف آیت ۱۵۷

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۱)

اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو انھیں میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیت کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اگر چہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (۲)

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں اور ہم نے لوہے کو بھی نازل کیا ہے جس میں شدید جنگ کا سامان اور بہت سے دوسرے منافع بھی ہیں اور اس لئے کہ خدا یہ دیکھے کہ کون ہے جو بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے اور یقیناً خدا بڑا صاحب قوت اور صاحب

---

۱. سورہ جمعہ ، آیت۲

۲. سورہ حدید ، آیت۲۵

عزت ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۱)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم یا ہمارے بزرگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی شے کو حرام قرار دیتے اسی طرح ان کے پہلے والوں نے بھی کیا تھا تو کیا رسولوں کی ذمہ داری واضح اعلان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔

یہ قرآنی آیات واضح ثبوت ہیں کہ یہ سارے کام نظام، حکومت اور سیاست کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام حکومت کو تشکیل دینے میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

ولایت فقیہ اصول فقہ کی روشنی میں

ولایت فقیہ، علم اصولِ فقہ کی اصطلاح میں ''قاعدہ قدر متیقن'' سے بھی ثابت ہے یعنی اس قاعدہ سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ حکومت کی رہبری و زعامت صرف اور صرف ایسے ہی اشخاص کے لئے مناسب ہوگی جو فقیہ جامع الشرائط ہو جو ''اسلامی علوم کا اسپشلسٹ'' ''عدالت وتقویٰ سے متصف'' اور ''انتظامی

---

۱. سورہ نحل، آیت ۳۵

صلاحیت کا مالک'' ہو۔ چونکہ حکومت حکومتِ الٰہی ہے اور پردۂ غیبت میں حکومت امام زمان (عج) کی نیابت، رہبری اور زعامت صرف اور صرف ''فقیہ جامع الشرائط'' ہی کرسکتا ہے۔ اور اس معاشرے میں رہبری و زعامت کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے جو کہ دوسرے لوگوں پر مقدم ہے۔

ولایت فقیہ عقل کی روشنی میں

عقل کے لحاظ سے بھی ولایت فقیہ ثابت ہے کیونکہ غیبت کبریٰ کے زمانے میں جامع الشرائط فقیہ کی طرف امام مہدی (عج) سے نیابتاً ولایت وحکومت کا منتقل ہونا تنزل تدریجی ہے اس لئے کہ بطور حقیقت ولایت وحکومت کا حق امام زمانہ (عج) کو ہے مگر مومنین و مسلمین کے لئے ایک ایسے سرپرست کا ہونا اشد ضروری ہے جو مسلمانوں کے عقیدتی، انتظامی لشکر، سیاسی، سماجی اور ثقافتی امور کا عہدہ بردار ہوسکے۔

تنزّل تدریجی: یہ ایک اصل عقلائی ہے یعنی کوئی کام عقلی اعتبار سے مطلوب تھا لیکن اس کو انجام دینا مشکل ہوگیا تو ایسے موقع پر اس کو اصلاً ترک نہیں کرتے بلکہ درجہ تنزلی کے ساتھ اسے انجام دے لیتے ہیں۔

اہم ومہم امور میں درجہ بندی اس لئے ہے تا کہ اگر کسی وجہ سے پہلے درجہ کے شرائط ممکن نہ ہوں تو دوسرے درجہ کے امر کو اس کا قائم مقام بنالیتے ہیں یہی اصل عقلائی ہے جس کو تنزل تدریجی کہا جاتا ہے۔

اس دلیل کو دین اسلام نے بھی قبول کیا ہے، فقہی بحثوں میں بہت سی جگہ

ہیں جہاں اس طرح کی دلیلوں کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

مثلاً: اگر کسی چیز کو کسی خاص چیز کے لئے وقف کیا گیا ہو جیسے کسی باغ کی درآمد کو حرم معصومین علیہم السلام میں شمع جلانے کے لئے وقف کیا جائے لیکن اس وقت شمع کا وجود ہی نہیں ہو تو اس صورت میں باغ کی درآمد کس طرح خرچ ہوگی تو ایسا نہیں ہے کہ اس کی درآمد کو خرچ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی منفعت کو شمع جیسے کاموں میں خرچ کیا جائے گا مثلاً: شمع سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے باغ کی منفعت کو روشنی ولائٹ کے کام میں خرچ کیا جائے گا یہی تنزل تدریجی ہے جس کو ''الاهم فالاهم'' بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری مثال: اگر ماہ رمضان کے روزے اس لئے نہ رکھے ہوں کہ وہ مریض تھا اور اس کا مرض مسلسل دوسرے رمضان تک باقی رہے تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب نہیں لیکن ہر روزے کے بدلے ایک مد طعام ''ساڑھے سات سو گرام گندم یا جو وغیرہ'' فقیر کو دینا چاہئے (۱)

اگر چہ ولایت وحاکمیت خداوند عالم کے لئے ہے مگر چونکہ خداوند متعال انسانوں کے امور میں مستقیماً دخالت نہیں کرتا، لہذا ولایت وحاکمیت کو انبیا و ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف تفویض کر دیا اور ایسے حالات میں جبکہ معصوم اجتماعی امور میں مستقیماً حاکمیت نہ رکھتا ہو تو معاشرہ اور اس کے درمیان رہنے والے افراد اصل تنزل تدریجی پر عمل کرتے ہوئے ولی فقیہ کی طرف رجوع کریں گے

---

۱. امام خمینی ، توضیح المسائل ، ص ۲۵۳

چونکہ فقیہ دیگر لوگوں کے بالمقابل امام علیہ السلام سے نزدیک ترین فرد ہے جو لوگوں پر ظاہری حکومت کر سکے۔

غیبت کبریٰ میں شیعوں کے پیش نظر حاکمیت و سرپرستی کا چوتھا درجہ ولی فقیہ کو حاصل ہے اس لئے کہ حاکم اسلامی کو اسلامی قوانین و مقررات سے آگاہی و آشنائی ضروری ہے اور اس کا حامل فقیہ جامع الشرائط ہی ہو سکتا ہے ۔

اگر تمام مربوطہ شرائط کسی مجتہد میں پائے جاتے ہیں تو ایسا شخص اعتباری ولایت کی شائستگی رکھتا ہے وگرنہ نہیں۔

رہبریت کی قسمیں

۱. خودساختہ: جو خودساختہ رہبر ہوتے ہیں وہ لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر غلط راستوں پر لگا دیتے ہیں اور مذہب کو استعمال کر کے اس سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں یہ گروہ اس آیت کا مصداق ہے جس میں خداوند عالم فرماتا ہے:

وقالوا ربنا انّا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا

اور کہیں گے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی تو انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

۲. خداساختہ: یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو وجود انسانیت سے پہلے شروع ہوتا ہے ﴿انی جاعل فی الارض خلیفة﴾ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں اور ایسے ہی نہیں بلکہ یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا ﴿وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا﴾ ہم نے انھیں پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت

کرتے ہیں تو یہ خدا کے بنائے ہوئے رہبر ہیں جو انسانوں کو اچھے راستوں کی ہدایت کر کے ان کی دنیا و آخرت کو صحیح بناتے ہیں اور ان ہی کے نائب علما و فقہا ہیں جو غیبت امام (عج) میں لوگوں کی ہدایت اور سماجی زندگی کی ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر لئے ہوئے ہیں۔

ولی فقیہ کے فرائض و اختیارات

غیبت کبریٰ میں اسلام و مسلمین کے دینی، دنیوی اور معاشرتی تمام امور کی ذمہ داری ولی فقیہ ہی کی ہے۔

حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خداوند عالم فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۱)

اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا جو انھیں میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اگر چہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔

جب تلاوت آیات، تزکیہ نفس اور تعلیم کتاب و حکمت کا منصب مل گیا تو دیگر جگہوں پر خداوند عالم یوں ارشاد فرماتا ہے:

---

۱. سورہ جمعہ، آیت ۲

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا (۱)

نبی تمام مومنین سے ان کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں اور مومنین ومہاجرین میں سے قرابتدار ایک دوسرے سے زیادہ اولویت اور قربت رکھتے ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہو تو کوئی بات نہیں یہ بات کتاب خدا میں لکھی ہوئی ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۲)

ایمان والو بس تمہارا ولی اللہ ہے ،اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ

---

۱. سورہ احزاب ، آیت ٦

۲. سورہ مائدہ ، آیت ۵۵

خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۱)

ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہے پھر اگر آپس میں اختلاف ہو جائے تو اسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو یہی تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (۲)

کسی مومن مرد یا مومنہ عورت کو اختیار یہ نہیں ہے کہ جب خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحب اختیار بن جائے اور جو بھی خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کریگا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا

مذکورہ آیات سے ثابت ہے کہ حکومت، قضاوت، قوانین، اور احکام پیغمبر سے روگردانی تمام شریعت اور قوانین الٰہی کی روگردانی، معصیت اور گناہ ہے فرمان خدا سے، اطاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر ثابت ہے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

۱. سورہ نساء ، آیت ۵۹

۲. سورہ احزاب ، آیت ۳۶

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض...(۱)

اس حدیث سے کتاب خدا اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسک، حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی نیابت وولایت ثابت ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام نے اپنے زمانے میں نمائندوں، شاگردوں اور اصحاب کو مومنین کی حاجت روائی اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا اور منصوب کیا جنھیں امام علیہ السلام کی طرف سے تمام اختیارات حاصل تھے، عصر غیبت میں علما وفقہا کے صفات وکمالات کا جب اظہار ہوا تو ان کی ذمہ داریاں بھی اسی طرح تھیں اور ہیں نیز ان کے فرائض بھی امام (عج) کی نیابت میں ویسے ہی ہیں جیسے ائمہ علیہم السلام کے زمانے میں تھے۔

حفاظت عقائد واحکام اسلام

فقیہ جامع الشرائط کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام وقرآن کے احکام وعقائد کی پاسبانی کرے اور تمام امکانات کو اس کی حفاظت میں صرف کرے تاکہ دین کو دوام اور بقا حاصل ہو۔ دفاعی لحاظ سے منصوبہ بندی اور عمل کرنا اور کرانا اور سعیٔ پیہم ہی ولیٔ فقیہ کا سب سے پہلا فریضہ ہے۔

---

۱. بحارالانوار، ج۲، ص۲۲۶، حدیث۳

افتاء

احکام اسلامی اوراجتہاد کی روشنی میں مصالح مسلمین کی خاطر فتویٰ دینااور احکام کا جاری کرنا بھی فقیہ ہی کا کام ہے۔اسی طرح اسلامی حقوق کی صیانت وحفاظت اور زمانہ کے حالات کے لحاظ سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے استنباط کر کے فتویٰ دینا مجتہد کا کام ہے۔

قضاوت

حاکم اسلامی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قضاوت کے فرائض انجام دے یا پھر قاضی کومنصوب کرے تاکہ معاشرے کوانصاف مل سکے ۔یہ کام بھی ولی فقیہ کی ذمہ داریوں میں سےایک ہے جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

ولایت

جب ولی فقیہ حاکم بن کر معاشرے کے درمیان آئے گا تو عوام الناس کے تمام امور میں سرپرستی وحاکمیت بھی ولی فقیہ کو حاصل ہوگی خواہ وہ تعلیم وتربیت کا شعبہ ہو یا فوجی وعسکری سلسلہ، ان سب کی نگرانی اور منصوبہ بندی ولیٔ فقیہ سے مربوط ہوگی ایسے ہی اقتصادیات کے سلسلے میں خزانوں مثلاً: معدنیات، تیل، جنگل، دریااوراس سے مربوط منفعت کی چیزوں کی نظارت بھی اسی کی ذمہ داری ہوگی۔

نیز سماجی امور مثلاً: طلاق کے معاملات میں خواتین یامردوں کے حقوق

کی پاسبانی ،یتیموں کے اموال کی نگہبانی اور دیگر تمام امور میں بھی وہی سرپرست ہوگا۔

ان امور میں جو حکومت یا ولایت، فقیہ کو حاصل ہے وہ اصل میں "شخص فقیہ" نہیں بلکہ "شخصیت فقیہ" کو حاصل ہے اس لئے کہ فقیہ، عادل اور زمانے سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مدیر، مدبر اور سیاست دان بھی ہوتا ہے۔

معصومین علیہم السلام کے فرمودات کی روشنی میں ولایت اسی انسان کے لئے زیب دیتی ہے جو فقاہت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے امور کو بخوبی درک کر سکتا ہو اور ان کے حل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

ولیٔ فقیہ کے شرائط وصفات

جو شخص اجتہاد کی منزلوں کو بحسن خوبی طے کر لیتا ہے تو اس پر احکام الٰہی کو بیان اور نشر کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی جانب سے بھی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کیونکہ مجتہد اگر لوگوں کے سماجی مسائل سے غفلت برتتے تو گویا اس نے اپنی ذمہ داری سے شانہ کیا ہے اور روزمرہ کے مسائل میں اپنا فریضہ انجام نہیں دیا۔

مسائل زندگی جو روز بروز بدلتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں جن میں لوگوں کی تنزلی اور سربلندی دونوں کا احتمال ہے ایسی صورت میں مجتہد اپنے علم

وآ گہی سے ایسے امر کی راہنمائی کرتا ہے جس میں دین ودنیا کے لئے خیر وبھلائی پائی جاتی ہے(۱)

یہ بات فطری ہے اور ہر سماج میں پائی جاتی ہے کہ لوگ اپنے امور میں خواہ سیاسی ہوں یا اجتماعی ایک مرکز سے وابستہ ہوں لیکن بڑی بڑی تنظیموں اور حکومتی پیمانے کے اداروں کو منظّم رکھنے کے لئے کسی نہ کسی سرپرست ،یا سربراہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح دین اسلام کے سرپرست اعلیٰ سربراہ اور مرجع ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور انکے بعد ائمہ علیہم السلام لوگوں کے مرجع ہیں اماموں نے بھی بہت سے علاقوں میں وکلا بھیجے اور اب زمانہ غیبت میں فقہا و مجتہدین جامع الشرائط ہمارے مرجع ہیں (۲)

ولی فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجتہد، فقیہ، عادل اور تمام علمی اخلاقی شرائط کا حامل ہو ،حوادث روزگار اور مشکلات کا حل رکھتا ہو، اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ کرسکتا ہو ،نئی دریافت وٹکنالوجی سے باخبر ہو، مختصر یہ کہ مرجع وقت روح اسلام سے مکمل مانوس ہو، معارف قرآن، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے کردار سے اچھی طرح باخبر اور اُس پر عمل کرتا ہو فقیہ ہونا درحقیقت خیر مآب ہونا ہے کیونکہ فقہ خیر ہے اور یہ خیر ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی فقہ اللہ کی

---

۱. مولانا سید علی مرحوم ، علامات ظہور ، علامہ جوادی ، نقوش عصمت ، ص ۶۷۵
مولانا نجم الحسن کراروی مرحوم ، چودہ ستارے ص ۵۷۱

۲. سید حسن امین عاملی، دائرۃ المعارف الشیعہ ج ۱، ص ۱۲۱

عطا ہے اور فقیہ لوگوں کے لئے من جانب اللہ خیر کا مرکز ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا أراد الله بعبد خيراً فقّهه في الدّين (۱)

جب خدا کسی بندہ کے بارے میں خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کا فقیہ (دانشمند) بنا دیتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لو يعلم الناس ما في طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج و خوض اللجج (۲)

اگر لوگ یہ جان جاتے کہ علم حاصل کرنے میں کیا ملتا ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کے لئے نکل پڑتے چاہے انھیں خون جگر بہانا پڑتا یا سمندروں کی طوفانی موجوں میں غوطہ زن ہونا پڑتا۔

خدا نے انبیا اور ائمہ علیہم السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے معین فرمایا اور اس سلسلہ کو باقی رکھتے ہوئے زمانۂ غیبت میں نیک عمل علما کو یہ ذمہ داری عطا کی تا کہ عوام بے سرپرست نہ رہے۔

غیبت صغریٰ کا سلسلہ ۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک تقریبا ستر سال رہا جس میں امام زمانہ (عج) کی جانب سے نواب اربعہ کی تعیین ہوتی رہی اور امام (ع) کی نیابت میں سارے کام ہوتے رہے۔

---

۱. اصول کافی، ج۱، کتاب فضل العلم باب صفت العلم وفضلہ... حدیث ۳

۲. کافی، ج۱، ص۳۵، کتاب فضل العلم، باب ثواب العالم والمتعلم، حدیث ۵

جب غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا تو نائبین کے صفات وکمالات کا تعین کیا گیا اگر یہ تعین صفات کا سلسلہ شروع سے ہی ہوتا تو خطا واشتباہ کا امکان زیادہ پایا جاتا اسی لئے آپ نے غیبت صغریٰ میں اپنے نائبین کو منصوب کر کے دکھا دیا اور معیار بتا دیا کہ جب ایسے افراد ملیں تو وہ میرے نائب ہونگے انھیں میرے ان نائبین کے کردار سے ملا کر دیکھا جائے تو پھر معلوم ہوگا کہ کون سا فقیہ حقدار نیابت ہے، اور ولایت کس کے سپرد ہوگی۔

نیابت خاص، غیبت صغریٰ کا زمانہ اور نیابت عام، غیبت کبریٰ کا زمانہ ہے۔ غیبت کبریٰ میں امام زمان (عج) کی جانب سے خطوط اور توقیع مبارک بھی اس امر کی دلیل ہیں کہ امام (عج) کی طرف سے پوری توجہ، تائید اور پشت پناہی ہوتی رہتی ہے اور علما وفقہا اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں۔

جناب شیخ مفیدؒ کے نام خط اور ان کے مرنے پر امام زمانہ (عج) کا مرثیہ عظمت شیخ مفیدؒ اور ایک فقیہ جامع الشرائط کی تائید کی دلیل ہے۔

اسی سلسلے میں مقبولہ عمر بن حنظلہ ہے جو فقیہ جامع الشرائط کے اہم ترین شرائط وقیود کو گوش زد کرتی ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

فاما من الفقها صائنا لنفسه، حافظا لدينه، مخالفا على هواه مطيعا لامر مولاه، فللعوام ان يقلدوه (۱)

---

۱. وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۹۴

ہاں فقہا میں سے جو اپنے نفس کا محافظ، دین کا نگہبان، خواہشات نفس کا مخالف اور امر مولا کی اطاعت کرنے والا ہو تو عوام کو چاہیے کہ ایسے فقیہ کی تقلید کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

مجاری الامور بید العلماء

مسائل زندگی کے تمام امور کا حل و فصل علما کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ سب فرامین علما و فقہا ولایت و حکومت کی تائید اور فقیہ حاکم شرائط میں سے ہیں۔

حکومت و ولایت کے ذمہ دار کو ہی ولی یا والی یا حاکم کہا جاتا ہے اور غیبت کبریٰ میں جس شخص کو یہ منصب امام منصوص کی طرف سے سونپا گیا ہے وہ فقیہ جامع الشرائط ہی ہوتا ہے۔

جب اس سلسلے میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے پوچھا گیا؟

آپ نے فرمایا:

فَاَمَّامَنْ کَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِناً لِنَفْسِهِ حَافِظاً لِدِيْنِهِ مُخَالِفاً عَلٰى هَوَاهُ مُطِيْعاً لِاَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِّ ان يقلدوه (۱)

امام علیہ السلام مذکورہ حدیث مبارک میں چار شرطوں کو بیان فرمایا ہے۔

---

۱. وسائل الشیعہ ج ۱۸، ص ۹۴، ص ۹۵، یا وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۱۳۱

۱. صائنالنفسه

یعنی فقیہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنے اختیار میں رکھے اور اس طرح کنٹرول کرے اپنے نفس کا مطیع نہ ہو بلکہ وہ خود ہوائے نفسانی پر غالب آئے اور اپنے نفس کو محفوظ رکھے یعنی تمام تر چیزوں کے مقابلے میں نفس غالب نہ آنے پائے۔

۲. حافظا لدینه

ایک فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کا محافظ ہو۔ جب وہ اسلامی عقائد کا معتقد اور پابند ہوگا تو دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے کمزوری محسوس نہ کریگا اور نہ ہی باطل حکومتوں کے سامنے جھکے گا۔

۳. مخالفا علیٰ هواه

ولی اپنے نفس کی مخالفت کرنے والا ہونا چاہیئے۔ خواہشات نفسانی اس پر کسی بھی وقت ہرگز غالب نہ ہو اور نہ اس کی اتباع کرے۔

۴. مطیعا لامر مولاه

ایک اسلام شناس فقیہ جامع الشرائط کو ہر حال میں خدا کے سامنے جواب دہ ہونا ہے اسی لئے اسے خدا کا مطیع ہونا لازم ہے نیز جب یہ چاروں صفات ولی فقیہ میں جمع ہوں تو پھر قوم کو اس فقیہ کی پیروی (تقلید) کرنی چاہیئے۔

ولایت فقیہ کی مجاہدانہ روش

دینی مرجع اور فقیہ صرف دین اسلام کے اصول وفروع تک محدود نہیں ہے بلکہ دور حاضر کے ترقی یافتہ حالات میں اسلامی معاشرہ کی رہنمائی کی عظیم ذمہ داری بھی دینی مرجع اور فقیہ کے ذمہ ہوتی ہے، آج جب کہ ٹکنالوجی کے دور میں ذرایع ابلاغ کی برق رفتاری سے لوگوں کے درمیان فاصلہ بہت کم رہ گیا ہے یہ ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

اس ترقی یافتہ اسلحہ کی دوڑ میں طاقت ورقومیں کمزور اور ناتواں لوگوں پر اپنے فائدہ کی خاطر ہر قسم کے سیاسی فارمولے آزمارہی ہیں اوراس قسم کے ہزار ہامسائل کا اگر کوئی دینی حل نہ ہوتو اسلام تباہ ہوجائے گا اور احکام اسلامی مسخ ہوکر رہ جائیں گے۔

مثلاً: آیت اللہ مرحوم میرزای شیرازی نے تاریخی فتویٰ جاری فرما کر اسلامی ملکوں کی معیشت کو تباہ ہونے سے بچالیا۔

آپ نے تنباکو کے لئے فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیوم استعمال تنباکو وتوتون، بای نحو کان در حکم محاربہ باامام زمان صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ است(۱)

---

۱. شیخ آقا بزرگ تہرانی، مرزای شیرازی، ص۲۵۷ /انتشارات وزارت ارشاد اسلامی

آج تنبا کو اور تو تون کا استعمال کسی بھی شکل و صورت میں ہو امام زمانہ (عج) سے جنگ کرنے کے حکم میں ہے اس فتوی سے مشرق و مغرب اور دنیا بھر کے لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور اس مذہبی و معنوی قیادت کی غیر معمولی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

فقیہ اور اس کی تقلید

صاحبان عقل ایسے شخص کی پیروی کرتے ہیں جس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہو، لہذا اسلامی نقطہ نظر سے اس فقیہ کی تقلید قابل قبول ہے جو شریعت کے احکام کی پابندی کرتا ہو اور دینی مسائل پر تسلط و مہارت رکھتا ہو۔

شیعہ فقہا کی اصطلاح میں جو شخص علم فقہ میں درجہ اجتہاد پر پہونچ جائے اور اپنے زمانہ کے تمام مجتہدین سے علم، زہد و تقویٰ اور عدالت میں فوقیت رکھتا ہو لوگوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کی طرف اپنے فقہی، سماجی اور سیاسی مسائل میں رجوع کریں۔

تقلید سے علم اصول کی اس بحث کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجتہد نہیں ہے اور احکام کو تفصیلی دلیلوں سے حاصل نہیں کر سکتا تو اسے چاہئے کہ با شرائط فقیہ کی تقلید کرے، لفظ تقلید حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

من کان من الفقہاء... ان یقلدوہ

تقلید کی تعریف میں آیا ہے:

قبول قول الغیر بلاحجة (۱)

کسی کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کر لینا۔

یا دوسری تعریف میں یوں مرقوم ہے:

العمل اعتقاداً علی رای الغیر (۲)

تقلید یعنی دوسرے کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرنا۔

یا ائمہ معصومین علیہم السلام بعض راویوں کی طرف رجوع کا حکم دینا بھی دلالت کرتا ہے کہ ان کے فتووں کی لوگ پیروی کریں۔

مرجع تقلید اور ولی فقیہ

۱. ولی فقیہ کی بالادستی، حکومت کے تینوں ارکان (قوۂ مجریہ یعنی مجلس عاملہ مثلاً: صدر مملکت اور وزراء وغیرہ، قوہ مقنّنہ یعنی قانون ساز اسمبلی اور قوہ قضائیہ یعنی عدلیہ) پر ہے۔ ولی فقیہ کا حکم اسلامی حکومت میں لازم الاجرا ہے، لیکن مرجع تقلید کو یہ اختیار حاصل نہیں، کیونکہ وہ حاکم نہیں ہے، لہٰذا حکومتی اداروں میں اس کا امر نافذ نہیں ہو سکتا۔

۲. ولی فقیہ جب تک فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی یا خلاف شرع کام نہ کرے وہ معزول نہیں ہو سکتا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص ولی فقیہ نہیں بن سکتا ہاں اگر مرجع تقلید فقط شرائط کے اعتبار سے دیگر مراجع کے مساوی ہو تو اس کی

---

۱. ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی، المستصفی، ج ۲، ص ۱۲۳

۲. سید محسن الحکیم، مستمسک العروۃ الوثقٰی، ج ۱، ص ۸

تقلید بدلی جاسکتی ہے۔

۳. مرجع تقلید متعدد ہو سکتے ہیں لیکن ولی فقیہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے اگر ایک سے زیادہ ہونگے تو معاشرہ فتنہ وفساد اور انتشار کا شکار ہو جائے گا۔

۴. ولی فقیہ کے حکم کا ماننا مرجع تقلید پر بھی لازم ہے کیونکہ ولی فقیہ کا حکم تمام امت کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے، مثلاً ولی فقیہ حکم دے مخارج جنگی کے لئے ہر شخص دس روپئے دے تو مرجع تقلید اس بارے میں ولی فقیہ کی مخالفت نہیں کرسکتا بلکہ اس پر بھی واجب ہے کہ دس روپئے دے۔

۵. ولی فقیہ دوسرے مجتہدین کی تقلید نہیں کرسکتا کیونکہ اسے خود درجہ اجتہاد پر فائز ہونا چاہیئے اور مجتہد کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرسکتا اگر چہ عوام الناس کو اپنی تقلید کرنے سے روکے

۶. ولی فقیہ کو جب تک اس میں شرائط موجود ہوں کوئی معزول نہیں کرسکتا لیکن اگر شرائط ختم ہو جائیں تو خود بخود معزول ہو جائے گا کیونکہ ولایت مادام الوصف ہے جب تک شرائط رکھتا ہے ولایت رکھتا ہے۔

۷. ولی فقیہ کے لئے مرجعیت، فقاہت اور عدالت کے علاوہ چار اوصاف اور بھی ضروری ہیں:

الف: سیاسی بصیرت اور حالات سے آگاہی۔

ب: معاشرتی مسائل میں مہارت کا ہونا۔

ج: مملکت کے تمام مسائل اور مراحل میں تدبر و تفکر اور دقت نظر کا ہونا۔

د: شجاعت کا ہونا یعنی ولی فقیہ خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرتا ہو۔

حکم ولی فقیہ اور مراجع تقلید کی حیثیت

کبھی کبھی یہ بات ذہنوں میں آتی ہے کہ کیا ولی فقیہ کا حکم دوسرے مراجع کے لئے واجب الاتباع ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے عدالت یا کورٹ کے جج کے فیصلے کی مثال بہت واضح ہے۔

یعنی جب کبھی کوئی ایک جج کسی اختلافی مسئلہ میں مدعی یا مدعا علیہ کے حق میں یا ان میں سے کسی ایک کے خلاف فیصلہ صادر کرتا ہے تو فریقین کو ماننا پڑتا ہے۔ اس فیصلہ میں چاہے ایک طرف کوئی ہائی کورٹ یا عدالت عالیہ کا چیف جسٹس ہی کیوں نہ ہو، وہ اُس وقت اس فیصلہ کو چیلنج نہیں کرسکتا۔ ہاں بعد میں وہ کسی اور یا بڑے کورٹ میں دوبارہ کیس کو لے جائے، یہ دوسرا مسئلہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح ولی فقیہ کا حکم بھی دوسرے مراجع کے لئے واجب الاتباع ہوگا مصلحت اسلام کی خاطر کوئی دوسرا مرجع تقلید اعتراض نہیں کرسکتا۔

ولایت فقیہ کے حدود

پیغمبر اسلام خاتم النبیین، سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنا آخری حج انجام دیا تھا اور حجۃ الوداع کی اس پہلی اور عظیم اسلامی کانفرنس میں تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے سب سے پہلے یہی پوچھا تھا۔

الست اولیٰ بکم باموالکم و انفسکم

کیا میں تمہارے مال وجان کے مقابلے میں اولیٰ نہیں ہوں؟

کیا میری ولایت تمہارے مال و جان کی بہ نسبت اولویت نہیں رکھتی؟

سب نے بیک صدا و بیک زبان کہا:

قالوا بلی!

یعنی بے شک آپ ہماری جان اور ہمارے مال پر مکمل ولایت رکھتے ہیں۔

جب سب نے قبول کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلند کر کے فرمایا:

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی علیہ السلام بھی مولا ہیں۔

یعنی جن لوگوں کے جان و مال پر میری ولایت ہے ان پر علی علیہ السلام کی بھی ولایت ہے۔ یہ خطاب ایسے موقع پر ہوا کہ جانے والوں کو واپس بلایا اور آنے والوں کا انتظار کیا تھا اور اسی ولایت کے اعلان کے لئے آیت اتری۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (۱)

اے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم آپ اس امر کو پہونچا دیجئے جس کا ہم آپ کو حکم دے چکے ہیں اگر آپ نے یہ کام انجام نہ دیا تو گویا رسالت کا کوئی کام انجام ہی نہیں دیا، خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ

---

۱. سورہ مائدہ، آیت ۶۷

رکھے گا بے شک خدا قوم کافرین کی کبھی ہدایت نہیں کرتا۔

۱۸/ذی الحجہ ۱۰ھ کا یہ اہم پیغام اور اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے کام کا نیا انداز اس لئے نہیں تھا کہ احکام حلال وحرام کا فتویٰ دینے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو مسلمانوں کا مولا بنایا گیا ہے۔ بلکہ وہ تمام اختیارات جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے سب کچھ حضرت امام علی علیہ السلام کی طرف واگذار کیے گئے ہیں۔

یہی جانشینی اور منصب حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے بعد امام مجتبیٰ علیہ السلام کو اور ان کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کو اور ان کے بعد ان کی نسل کے اماموں یہاں تک کہ آخری امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے لئے تھا۔ عوام (مسلمان) کے جان ومال میں تصرف کا جو حق رسول خدا کو تھا وہی ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو تھا۔

حدیث بالا اور دیگر احادیث (جن کا ذکر ہو چکا ہے) کی روشنی میں فقیہ جامع الشرائط کو ولایت تشریعی، سرپرستی اور حاکمیت کا حق اسی طرح حاصل ہے جس طرح کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کو تھا۔

محقق نراقی فرماتے ہیں :

کل ماکان للنبی فهو للآئمة . الذین هم سلاطین الانام وحصون الاسلام فیهم الولایة وماکان لهم فللفقیه ایضا ذالک الاما اخرجه الدلیل من اجماع او غیره

فقیہ کو بھی امام علیہ السلام اور نبی علیہ السلام کی طرح لوگوں پہ سلطنت کا حق حاصل ہے۔ یہاں اجرائے احکام سے مراد ہر وہ اختیار ہے جو امام کو حاصل ہوتا ہے پس فقیہ جامع الشرائط کو بھی حق حاصل ہے مگر یہ کہ کسی کو دلیل یا اجماع وغیرہ سے خارج نہ کر دیا ہو۔

حضرت امام خمینیؒ نے بھی اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

فللفقیہ العادل جمیع ماللرسول والائمة علیهم السلام مما یرجع الی الحکومة والسیاسة

عادل فقیہ کو وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جن کی بازگشت حکومت وسیاست کی طرف ہوتی ہے وہی اختیارات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اماموں کے لئے ثابت ہیں۔

مشہور و معروف توقیع یہ ہے:

واما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة احادیثنا فانهم حجتی علیکم وانا حجة اللّٰہ علیهم (۱)

نئے پیش آنے والے واقعات میں تم لوگ ہمارے راویان حدیث کی طرف مراجعہ کرو وہ تم پر میری حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔

یہاں حوادث سے مراد صرف مسائل طہارت، نماز، روزہ اور حج وغیرہ ہی مراد نہیں بلکہ ایک وسیع اور جامع معنی ہے جس میں معاشرہ وسماج کی تمام تر

---

۱. وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۹۴، حدیث ۳۳۴۰

ذمہ داریوں کو سنبھالنا اور مشکلات کا حل کرنا ہے اور یہی حکومت کا اصل مفہوم ہے جس طرح نبی و امام کی حکومت کے لئے کوئی سرحد نہیں اسی طرح فقیہ جامع الشرائط کی حکومت کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔

ولی فقیہ مبسوط الید ہونا چاہئے

حوزات علمیہ میں فقہا کے درمیان یہ اشکال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ تمام مجتہدین اور مراجع تقلید کسی ایک کو ولی فقیہ کے عنوان سے کیوں پہچانیں اور اسی طرح دیگر ممالک میں بھی فقہا کے ہوتے ہوئے اسی ایک شخص کو ولی فقیہ کیوں مانا جائے جس کو مجلس خبرگان نے مشخص کیا ہے۔

اس کا جواب ایک مثال سے دیا جا سکتا ہے کہ ایک مریض جب ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ ایسے ڈاکٹر کے پاس جائے جو اس مرض کے علاج میں مہارت اور تخصص رکھتا ہو اور اگر چند اسپشلسٹ ڈاکٹر ہیں تو پھر وہاں جاتا ہے جہاں تمام قسم کی طبی آلات و سہولتیں ہوں چونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے ڈاکٹر فقط نسخہ اور دوا دینے پر قادر ہوں لیکن ایک اسپشلسٹ ڈاکٹر کے پاس اپنا نرسنگ ہوم، نرسیں، معاونین اور دیگر تمام طبی آلات ہیں تو پھر مریض اسی کے پاس رجوع کرے گا جس کے پاس ہر قسم کی سہولت فراہم ہوگی۔

اسی طرح دوسرے مراجع اور مجتہدین کے ہوتے ہوئے اس مجتہد کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا جس کے پاس احکام اسلامی نافذ کرنے کے

اختیارات اور اسباب فراہم ہونگے۔

چنانچہ ایسا مجتہد جو اپنے امکان کے لحاظ سے اسلامی احکام کو جاری کرنے کے لئے تمام قوتوں کو استعمال کرسکتا ہو، فوج ولشکر اور دوسرے ذرائع ابلاغ اس کی دسترس میں ہوں وہ وہی ولی فقیہ ہے جو مبسوط الید حاکم ہے جیسے کہ آج کل ایران میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کے پاس حکومت اور تمام اسباب فراہم ہیں۔

عراق اور حوزۂ علمیہ نجف میں علما اور فقہا کا سیاسی کردار

عراق اور دیگر ملکوں میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج سید علی حسینی سیستانی کو عمومی وعوامی سطح پر مکمل قیادت حاصل ہے، عوام وخواص اور اہل علم حضرات اپنی جان ومال واولاد پران کا حق سمجھتے ہیں۔

جس وقت عراق میں امریکہ نے اتحادی فوجوں کے ساتھ مل کر صدام کی حکومت کا خاتمہ کیا اور صدام وامریکہ (جارج بش) دونوں خون آشام درندہ صفت انسانوں نے عراقی عوام کو اپنی ہوا وہوس اور جدید ترین اسلحوں کا شکار بنایا تو ایسے پر آشوب ماحول میں حضرت بقیۃ اللہ الاعظم "عج" کے نمائندے ہی نے عوام کی حمایت کو اپنا اہم فریضہ سمجھا، اس کو تاراجی اور قتل وغارت گری سے محفوظ رکھنے کی خاطر اقدام کئے قلم کی خاموشی کو بروئے کار لاکر اسے زبان کی گویائی عطا کی۔

امریکہ کو اس الٰہی نمائندے کی طاقت اور قوت کا اس وقت اندازہ ہوا جب

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی کے مصلحتاً ایک اشارے پر ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، کوفہ اور نجف کے ان جانبازوں نے اپنے اسلحے زمین پر رکھ دیئے جو مہینوں سے امریکہ اور دیگر اتحادی فوجوں کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دے رہے تھے، جنھوں نے اسلحوں کے امکانات کم ہونے کے باوجود امریکیوں کے دانت کھٹّے کر دیئے تھے اور آخر وقت تک اپنے اس مطالبہ پر جمے رہے کہ امریکہ کو چاہئے کہ وہ ہمارے ملک سے چلا جائے، یہاں حکومت کرنے کا حق ہم ہی لوگوں کو ہے۔

یہی نہیں بلکہ جہاں عوام نے اپنے اسلحے نمائندۂ الٰہی کی خدمت میں پیش کر دیئے وہیں اس الٰہی حاکم کی نظروں کے سامنے ظالم بھی تاب نہ لاکر کوفہ اور نجف کی سرحدوں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

اسی طرح جب بھی اسلام اور مسلمین کو ضرورت پڑی تو حوزۂ علمیہ نجف کے علما و فقہا اور آیات عظام نے اپنی الٰہی طاقت کا اظہار کیا جیسا کہ صدام کے دور حکومت میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ باقر الصدر اور حکیم خاندان کی قربانیاں و جانفشانیاں شاہد ہیں کہ علما نے کسی بھی وقت منوب عنہ کو فراموش نہیں کیا اور ان کی نمائندگی میں عوام و خواص کے دینی، سماجی سیاسی اور اخلاقی مسائل حل کئے یہاں تک کہ اقتصادی اعتبار سے بھی ان کا تعاون کیا اور ان کے دشمنوں سے دفاع کی۔

جب امریکہ نے محرم ۱۴۲۴ھ میں پیٹرول کی خاطر صدام کی حکومت کا تختہ پلٹا اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محمد باقر الحکیم نے ایران میں ۲۵ رسال رہنے کے

بعد یہ دیکھا کہ بغیر قربانی دئے ہوئے ہم اپنی عوام کو ظالم کے پنجوں سے نہیں چھڑا سکتے بلکہ سقوط صدام کے بعد حالات پہلے سے بدتر ہو گئے ہیں تو نجف اشرف پہونچ کر وہ دلخراش اوراس وقت کے حالات کے مطابق تقریر کی جس سے عوام کے دلوں میں حق شناسی اور حق طلبی کا جذبہ ابھرا، اور عوام اپنے وظیفے کی طرف متوجہ ہوئی تو دشمن نے رجب ۱۴۲۴ھ میں اپنے سیاہ کارناموں کی کامیابی کے لئے انھیں بھی قتل کرادیا۔

ان تمام موجودہ اور گذشتہ حالات کو دیکھ کر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر جگہ اور مقام پر ایسی قیادت اور سربراہ کا ہونا ضروری ہے جو شرعی ذمہ داریوں سے مکمل طور پر واقف ہو اور ہر اعتبار سے مبسوط الید ہوتا کہ اپنی بات لوگوں تک بآسانی پہونچا سکے اور ظالم حکومتوں سے اپنا اسلامی حق لے سکے۔

ائمہ علیہم السلام اور ولی فقیہ میں فرق

امام اور فقیہ میں واضح فرق یہ ہے: ولایت فقیہ کو احکام کے اجرا اور معاشرے کی خیرخواہی کے لئے جو مراتب اور اختیارات ملے ہیں وہ اسکی اپنی سعی وکوشش کی وجہ سے ہیں لیکن امام علیہ السلام کو وہبی طور پر یہ سب کچھ خدا کی طرف سے حاصل ہوا ہے۔

فقیہ فقہی موضوعات میں ایک ماہرفن ہونے کی حیثیت سے استنباط کرتا ہے جبکہ امام کا علم علم الٰہی اور یقینی ہوتا ہے۔

اگرچہ احکام الٰہی کے اجرا جیسے حدود، قصاص اور ارث کا حق دلانے میں

کوئی فرق نہیں ہے یعنی ان کو جس طرح امام جاری کرتا ہے اسی طرح ان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے ایک فقیہ بھی انجام دے سکتا ہے۔

غیبت کے زمانہ میں ولایت تشریعی یعنی ولایت اعتباری ہے پس فقیہ کا اختیار اعتباری ہے، وہ کسی بھی وقت اپنے سلب شرائط کی بنیاد پر معزول ہو سکتا ہے لیکن امام علیہ السلام کا اختیار تکوینی ہے۔

ولی فقیہ جو اسلامی معاشرے کے انتظام وانصرام کا ضامن ہے اور اسلامی معاشرے کو فروغ دینے کے لئے اسلامی حدود و قیود میں اختیار رکھتا ہے، جیسے جیسے شرائط سازگار ہوتے ہیں دائرہ وسیع ہوجاتا ہے وگرنہ ہزار ہا سال سے یہ موضوع فقہی کتابوں میں فقط موضوع بحث بنا رہا لیکن امت اس دینی امتیاز سے محروم رہی۔

اب دیکھا یہ جائے کہ کیا ولی فقیہ کے اختیارات کی حد معین ہے یا تمام مملکت اسلامی یا ممالک جہانی تک نفوذ رکھتا ہے؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ ولی فقیہ عالمی پیمانہ پر اثرات رکھتا ہے اس فرق کے ساتھ کہ اپنے پیروکاروں کے مابین زیادہ اثرات رکھتا ہے اور اغیار میں کم۔

موضوعات کے اعتبار سے ولی فقیہ کا دائرہ یعنی جن حدود تک اس کا اختیار ہے اس جگہ یا ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہوسکتا ہے لیکن جن ملکوں میں رسائی نہیں اس کا حکم جدا ہے۔

انتظامی امور میں سیاست کے دائرہ میں بھی اختیار رکھتا ہے تاکہ اس کی

مداخلت سے عظمت اسلام کی حفاظت ہو سکے اور اسلام کے قوانین میں کوئی بیرونی طاقت اثر انداز نہ ہو سکے۔

چنانچہ فقہی حدود میں ولایت فقیہ سے بہت کم بحث ہوئی ہے شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ اس طرح کے مسائل مبتلا بہ نہ رہے ہوں اور ان پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو۔

مجلس خبرگان اور ولی فقیہ

حکومت جمہوری اسلامی ایران کے قانون اساسی ۱۰۷ ر میں مجلس خبرگان کا موضوع ہے، مجلس خبرگان (اہل خبرہ) یعنی اسپشلسٹ لوگوں کی ایسی کمیٹی ہے جو علمی اور عملی اعتبار سے عوام کی طرف سے قابل اعتماد اور لائق وثوق افراد پر مشتمل ہے عوامی انتخاب کے ذریعہ یہ نمائندے اس کمیٹی کے ممبر بنتے ہیں پھر یہ ولی فقیہ اور رہبر کی تشخیص میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

مجلس خبرگان کی ذمہ داری

۱. ولی فقیہ کی تعیین و تشخیص کرنا: یہاں پر تعیین بھی بمعنیٰ تشخیص ہی ہے۔

۲. شرائط رہبری پر نظارت: علما وفقہا حضرات نے تشخیص کے مسئلہ کو حل کرنے اور صحیح تشخیص دینے کیلئے شرائط معین کی ہیں تا کہ ان کے ذریعہ مدمقابل ولی فقیہ کو پرکھا جا سکے اور عوام فریب سے محفوظ و مصون رہ سکے۔

۳. انتخاب خبرگان کی قانونی کیفیت پر بھی اسی کمیٹی کا کام ہے۔

مجلس خبرگان، شورائے نگہبان اور ولایت فقیہ

اشکال واعتراض یہ ہے کہ مجلس خبرگان رہبری کے الیکشن میں کنڈیڈیٹ کے عنوان سے شرکت کرنے والوں کی صلاحیت کی شناخت اور ان کی تائید شورائے نگہبان کے توسط سے ہوتی ہے اور شورائے نگہبان، رہبر کے توسط سے معین ہوتی ہے۔ لہذا اگر رہبر کی تعیین اہل خبرگان کے ذریعہ سے ہو، بالواسطہ دور لازم آتا ہے۔

جواب: نظام اسلامی پر یہ اعتراض وارد نہیں ہے اس لئے کہ امام خمینیؒ نے حق شرعی کے سبب وقتی حکومت کو منصوب کیا ہے تا کہ انتخاب کو انجام دے۔ اسلامی نظام سیاسی میں کلام رہبر لوگوں کے مشورے ور رائے پر مبتنی اور حجت نہیں ہے۔

نظام اسلامی کا مشروع و معتبر ہونا نیز رہبر کی تعیین مجلس خبرگان کی رائے اور مشورے سے نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ مجلس خبرگان رہبر کو ولایت عطا نہیں کرتی، اہل خبرگان کا فریضہ الٰہی رہبریت کا تشخیص دینا اور شناسائی کرنا ہے کہ جس کے شرائط ائمہ علیہم السلام نے بیان فرمادئے ہیں۔

اہل خبرگان کو چاہئے کہ جس کو امام معصوم ولایت ورہبریت کے لئے لائق و شائستہ جانتے ہوں لوگوں کو پہچنوائیں جس طرح اہل خبرگان کے دو آدمی کسی کے مرجع تقلید ہونے کی گواہی دیں اور یہ ظاہر و روشن ہے کہ اہل خبرگان کے یہ دو آدمی مرجع تقلید کو اعلمیت عطا نہیں کرتے بلکہ اعلمیت خدا کی جانب سے ہے

شاہدین عادلین اس کی فقط تائید و تشخیص کرتے ہیں جس طرح اہل خبرہ کی صلاحیت کی تشخیص میں شورائے نگہبان ان کو اہل خبری ہونا نہیں بناتی اسی طرح اہل خبریٰ مقام ولایت ولی فقیہ کو عطا نہیں کرتے چونکہ رہبریت خود اس شخص کی صلاحیت اور منصب الٰہی ہے بلکہ دیگر منصب اور امور مملکت رہبر کی طرف سے اعتبار پیدا کرتے ہیں اس تمام گفتگو سے نتیجہ یہ نکلا کہ جو اعتراض کیا گیا ہے وہ نظام اسلامی پر وارد نہیں ہوتا، چونکہ اعتبار ولایت خدا کی جانب سے ہے(۱)

---

۱. آیۃ اللہ مصباح یزدی ، ولایت فقیہ (پرسشہا و پاسخہا) ج۱ ، ص۸۸

تیسرا باب

سلسلۂ نیابت

پہلی فصل

ذمہ دار اور ذمہ داریاں، نائب اور منوب عنہ

ولایت وحکومت کا انبیا وائمہ علیہم السلام کی طرف منتقل ہونا

اس کے لئے اتنا تحریر کردینا کافی ہے کہ اگر خداوند عالم غیبی طاقتوں سے معاشرے اور اس میں رہنے والے افراد کے درمیان ولایت وحکومت نافذ کرتا جبکہ وہ اس کی طاقت وتوانائی رکھتا ہے قرآن مجید کی آیت شاہد ہے:

و کان اللّٰہ علیٰ کلّ شئُ قدیر (۱)

خدا ہر چیز پر قادر ہے

تو پھر اس میں یہ طاقت وتوانائی بھی ہے کہ اپنے بندوں پر براہ راست امر ولایت وحکومت دائر کرسکے لیکن غیبی طاقت کے ذریعہ خدا کی طرف سے

۱۔ احزاب آیت ۲۷

ولایت کا استعمال انسان کے ارادہ واختیار اور عقل کے منافی ہے۔

خدا فرماتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لآمَنَ مَنْ فی الاَرضِ کُلُّھُمْ جَمیعاً اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حتّیٰ یَکُوْنُوا مُومنینَ (۱)

اے پیغمبر اگر تمہارا خدا ازلی مشیت کے اعتبار سے چاہتا کہ روئے زمین پر رہنے والے تمام لوگ ایماندار ہو جائیں تو سب ایماندار ہوتے، چونکہ نہیں چاہا پس تم بھی تمام لوگوں کو بطور جبر واکراہ مومن اور خدا پرست نہیں بنا سکتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند عالم نے امور حکومت میں غیبی طاقتوں کا استعمال نہیں کیا ہے لہذا اس موقع پر خدا کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس مادّی دنیا میں وقوع پذیر ہو وہ اسباب وعلل اور طبیعی طریقوں سے واقع ہو۔

جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَبی اللّٰہُ اَنْ یُجریَ الاُمُوْرَ اِلَّا بِأسبابِھا

یعنی یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا عالمی امور کو غیبی طاقت یا بغیر سبب جاری وساری رکھے۔

اس طرح دوسری روایت میں ہے

اِنَّ اللّٰہَ رَبطَ المُسَبَّباتِ بالاَسباب

---

۱. یونس، آیت ۹۹

یعنی ہر مسبب اور معلول طبیعی طریقوں سے اپنی علت وسبب کے ذریعہ وجود میں آتا ہے۔

لہذا معاشرے میں ہر چیز مثلاً: نظم، امنیت اور عدالت ایک طبیعی طریقہ سے ہے اور خداوند عالم کا غیبی طاقتوں کے ذریعہ ولایت کا بروئے کار لانا انسانوں کی عقل کے خلاف ہے ان تمام وجوہات کی بنا بر ضروری تھا کہ خداوند عالم ولایت وحکومت کو بطور امانت شائستہ اور لائق ترین افراد کے سپرد کرتا لہذا اس نے اس اہم امانت کو انبیا اور انکے بعد ائمہ علیہم السلام کی طرف منتقل کر دیا۔

نبوت کی ذمہ داری

نبوت کے بارے میں دنیا کے سارے مسلمانوں کی طرح شیعوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کے واسطہ اللہ کی حجت ہوں یہ سلسلہ آدم سے لے کر خاتم تک چلتا رہا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف پر ختم ہو گیا تمام انبیا خدا کی جانب سے ولایت تکوینی اور تشریعی دونوں پر قادر تھے جس کے ثبوت کیلئے قرآن کی بعض آیتوں کو اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

امامت کا فریضہ

نبوت کے بعد امامت وہ قیادت ہے کہ جس کے ہاتھوں میں دین و دنیا کی باگ ڈور ہوتی ہے اسی طرح امام اسے کہتے ہیں کہ جو شریعت کے تحفظ اور حدود کے اجرا میں نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے قانون الٰہی اور شریعت کے لحاظ سے امامت کے بہت سے فوائد ہیں جن کی معاشرے کو اشد ضرورت ہے، امامت بھی نبوت کی طرح منصب الٰہی ہے اور امام کو خدا ہی منصوب کرتا ہے یہ الگ بات ہے کہ امام پر نبی کی طرح وحی نازل نہیں ہوتی۔

نبی کے بعد امامت کا ہونا واجب ہے تا کہ دین کی اہم ذمہ داریاں ختم نہ ہو جائیں اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ خدا اپنے بندوں کو بلا تکلیف چھوڑ دے اور یہ مال و دولت کے پیچھے پڑ جائیں اس لئے کہ ہر شخص مختلف ذہنیت رکھتا ہے اگر ایسا ہے تو پھر ہر شخص اپنا الگ راستہ اختیار کر لے گا جس سے معاشرہ باہمی اختلاف کا شکار ہو جائے گا اسی لئے خدا نے ائمہ علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا تا کہ نبی کی طرح نبی کی نیابت میں ان کے دینی اور دنیوی مسائل حل کر سکیں۔

امامت کا سلسلہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے شروع ہو کر بارہویں امام حضرت حجت (عج) پر ختم ہوتا ہے اور چونکہ ہر زمانے میں کسی امام کا ہونا ضروری ہے لہذا خداوند عالم نے بارہویں امام کو پردہ غیب میں بھیج دیا اور نظام حکومت اور ولایت ان کی نیابت میں فقہا کی طرف منتقل ہو گیا غیبت صغریٰ میں خاص افراد امام (عج) سے مل کر اور دوسرے افراد کو مختلف شہروں میں اپنا

نائب بنا بنا کر مسلمانوں کے مسائل حل کرتے رہے لیکن غیبت کبریٰ میں امام (عج) نے کسی کو اپنا خاص نائب معین نہیں کیا بلکہ ولایت فقیہ کے صفات بیان کر کے تشریعی ولایت کی ذمہ داری فقہا کے سپرد کردی اور پردہ غیب سے ان پر نگراں ہیں۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ناموں کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں بالمعنی نقل ہوئی ہیں ہم نے یہاں پر شیخ سلیمان قندوزی کی ''ینابیع المودۃ'' سے چند حدیثیں نقل کی ہیں۔

قندوزی حنفی راقم ہیں (۱)

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے وصی علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد میرے بیٹے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام اور ان کے بعد نو امام صلب حسین علیہ السلام سے ہونگے۔

پھر آپ نے فرمایا: حسین علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند علی علیہ السلام وصی ہونگے اور ان کے بعد محمد علیہ السلام وصی ہونگے جب حضرت محمد علیہ السلام بھی اس دنیا میں نہ رہیں گے تو ان کے فرزند جعفر علیہ السلام اور جب

---

۱. قندوزی حنفی، ینابیع المودۃ ، باب ۷۶

جعفر علیہ السلام موت سے ہمکنار ہو جائیں گے تو ان کے بیٹے موسیٰ علیہ السلام اور جب موسیٰ علیہ السلام خدا کو پیارے ہو جائیں گے تو ان کے فرزند علی علیہ السلام اور جب علی علیہ السلام عالم ابدی کو روانہ ہو جائیں گے تو ان کی یادگار محمد علیہ السلام اور جب محمد علیہ السلام ندائے خالق پر لبیک کہہ دینگے تو ان کے وارث علی علیہ السلام اور جب علی علیہ السلام مقام ابدی کی طرف کوچ کر جائیں گے تو حسن عسکری علیہ السلام اور جب حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباء واجداد سے جاملیں گے تو ان کے خلف صالح حجۃ بن الحسن محمد مہدی (عج) ان کے جانشین ہونگے اور یہ بارہ ہستیاں ہیں۔

عبایہ بن ربعی سے اور انھوں نے جابر سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں انبیا کا سردار ہوں، اور میرے بعد میرے بارہ جانشین ہونگے ان میں سے پہلے علی علیہ السلام ہیں اور آخری مہدی (عج) ہیں (۱)

سلیم بن قیس ہلالی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے:

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام آپ کے زانو پر بیٹھے ہیں اور آپ ان کے رخسار کے بوسے لے رہے ہیں اور ان کا منھ چوم رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اے حسین تم سید، سید کے فرزند اور سید کے بھائی ہو اور امام ابن

---

۱. مودت القربی، باب ۱۷، ص ۴۷۴

امام اور امام کے بھائی ہو، تم حجت ابن حجت اور حجت کے بھائی ہو اور تم خدا کی حجتوں کے باپ ہو نویں حجت قائم مہدی (عج) ہے

قندوزی فرائد السمطین سے سعید بن جبیر کے ذریعہ نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے بعد میرے خلفا و اوصیا اور دنیا پر اللہ کی حجتیں بارہ ہوں گی، جن میں پہلے امام علی علیہ السلام اور آخری مہدی (عج) ہونگے جناب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سلام اللہ علیہا آسمان سے نازل ہونگے اور امام مہدی (عج) کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور مہدی (عج) کی حکومت مشرق سے مغرب تک ہوگی (۱)

ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی جانب سے سلسلۂ نیابت

ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی سیرت سے ہی نیابت فقہا کا مسئلہ حل ہوتا ہے وہ کسی جگہ اپنی طرف سے نمائندگی کرنے کے لئے کسی کو منصوب کرتے ہیں یا قوم کی جانب خط لکھ کر آگاہ فرماتے ہیں اور یا پھر کسی شخص کو معین و منصوب کر کے اس کے ذریعہ حکم دیتے ہیں۔

---

۱. ینابیع المودۃ، باب ۱۸، ص ۳۷۷

تعیین و تنصیب کے چند نمونے

حضرت علی علیہ السلام نے جناب مالک اشتر اور محمد بن ابی بکر کو اپنی طرف سے مصر بھیجا مالک کے نام والی ہونے کا خط آج بھی اہل حل و عقد کے لئے مشعل راہ ہے۔

جناب سلمان فارسی اگرچہ خلیفہ دوم کی طرف سے مدائن گئے تھے مگر حضرت امام علی علیہ السلام کا حکم اور تائید بھی انھیں حاصل تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کو اختیار کلی دیکر کوفہ روانہ کیا تھا تا کہ امام کی نمائندگی کریں اور وہاں کے مسائل کو حل کر کے امام کو مطلع کریں۔ اس سفارت و نیابت کے مقدس سلسلہ کو حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم علیہ السلام کے بارے میں لفظ (ثقتی و معتمدی) لکھ کر جاری و ساری رکھا اور دنیا والوں کو اس کی اہمیت سے آگاہ کیا یہی نہیں بلکہ جناب مسلم علیہ السلام کی شخصیت کو لوگوں پر واضح کر کے نائب اور سفیر کی شخصیت کو اجاگر کیا تا کہ ان کی اطاعت میں کمی نہ ہو(۱)

مختلف شہروں اور علاقوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے جناب ہشام بن حکم، محمد بن مسلم اور دیگر اصحاب نے نمائندگی کی ہے، علوم کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ ان علاقوں میں امام علیہ السلام کے لئے سہم امام کا جمع کرنا اور پہونچانا انھیں اصحاب کا کام تھا(۲)

---

۱. تاریخ ائمہ ، ص۲۶۹ ؛ چودہ ستارے ، ص۲۳۱

۲. محدث زادہ ، اصحاب امام جعفر صادق ، ص۳۹۳

جناب علی بن یقطین نے امام ہی کی جانب سے حکومت وقت میں وزارت کا عہدہ سنبھالا اور اس طرح شیعیان اہلبیت علیہم السلام کے حقوق کی حفاظت ہوتی اور پوری طرح امام کو حکومت کے حالات کا علم رہتا تھا۔ خمس و سہم امام بھی بعض افراد انھیں کے ذریعہ امام تک پہونچاتے تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام حضرت امام علی نقی علیہ السلام حضرت امام عسکری علیہ السلام کے انتہائی موثق اور معتبر شاگرد و صحابی جناب ابوعلی احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعید بن مالک الاحوص الاشعری، امام حسن عسکری علیہ السلام کے سفیر اور وکیل تھے انھیں امام زمانہ (عج) کی زیارت کا شرف بھی حاصل تھا(۱)

مصلحت الٰہی کے تحت حضرت امام مہدی آخرالزمان (عج) کی غیبت صغریٰ میں آپ نے نواب اربعہ (جناب عثمان بن سعید عمری، جناب محمد بن عثمان بن سعید عمری، جناب حسین بن روح اور جناب ابوالحسن علی بن محمد سمری) کو نیابت و سفارت کا کام سپرد کیا۔

یہ لوگ امام (عج) کے معتمد خاص تھے، مومنین کی حاجت روائی و خطوط کا آنا اور جواب پہونچانا یہ سب کام انھیں لوگوں کے ذریعہ تھا۔ ستر سال تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر امام (عج) نے اپنے آخری نائب جناب علی بن محمد سمری کو ان کی وفات سے چھ دن پہلے خط لکھ کر آگاہ کر دیا اور فرمایا:

میری غیبت کبریٰ کا زمانہ اب شروع ہو رہا ہے، خبردار! اب کسی کو وصی

---

۱. علامہ جوادی، نقوش عصمت، ص ۶۳۲

مت بنانا۔ میرا ظہور اذن خدا کے بعد ہوگا (۱)

اسی طرح امام (عج) کی جانب سے عام نائبین کے نصب و تعیین کا سلسلہ جاری رہا اور ہے۔

نوابین کی تعداد

امام زمانہ (عج) کے پردہ غیب میں جانے کے بعد شرعی اور سماجی مشکلات کو حل کرنے کے لئے نوابین کا سلسلہ شروع ہوا آپ کے نائبوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔

سید ابن طاووس نے اپنی کتاب ''ربیع الشیعہ'' میں جن افراد کے نام تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں:

جناب ابو ہاشم داؤد بن قاسم۔

جناب محمد بن علی بن بلال۔

جناب عثمان بن سعید۔

جناب محمد بن عثمان بن سعید۔

جناب عمر اہوازی۔

جناب احمد بن اسحاق۔

جناب ابو محمد الوجنای۔

---

۱. ابوعلی، رجال بوعلی، ص ۳۱۲ طبعہ ۱۳۰۲ھ

جناب ابراہیم بن مہز یار۔

شیخ طوسیؒ نے وکلا کے نام اس طرح تحریر کیے ہیں (۱)

جناب عمری اور ان کا بیٹا حاجز، بلالی اور عطار (بغداد سے)

جناب عاصمی (کوفہ سے)

جناب محمد بن ابراہیم مہز یار (اہواز سے)

جناب احمد بن اسحاق (قم سے)

جناب محمد بن صالح (ہمدان سے)

جناب شامی واسدی (شہر "ری" سے)

جناب قاسم بن علاء (آذربائیجان سے)

جناب محمد بن شاذان (نیشاپور سے)

لیکن شیعوں میں جن افراد کے نام نائب ہونے کے لحاظ سے زیادہ مشہور ومعروف ہیں اور امام مہدی آخرالزماں (عج) کے خاص نوابین میں سے ہیں وہ نواب اربعہ بشرح ذیل ہیں:

جناب عثمان بن سعید۔

جناب محمد بن عثمان بن سعید۔

جناب حسین بن روح۔

جناب علی بن محمد سمری۔

---

۱. مامقانی، رجال مامقانی ج۱،ص ۲۰۰، اثبات الہدی، ج ۷، ص ۲۹۴

ان نوابین نے مختلف شہروں میں اپنے نمائندے مقرر کیے (۱) تا کہ عام لوگوں کی آواز، پیغام اور حاجت امام تک پہونچنے میں دقت نہ ہو اور ان کی مشکلات حل ہوتی رہے۔

---

۱. بحارالانوار ، ج۵۱ ، ص۳۶۲

دوسری فصل

مشہور نواب اربعہ

عثمان بن سعید عمریؒ م: تقریبا، ۲۶۵ھ

حضرت امام عصر (عج) کی غیبت صغریٰ کے زمانے میں نوابین کا سلسلہ شروع ہوا، یہ سلسلہ چار نائبوں تک جاری رہا ان کے بعد ۳۲۹ھ سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا جو آج تک باقی ہے۔

بحارالانوار ج ۱۳؍ میں تحریر ہے:

نواب اربعہ کے علاوہ ایران وعراق اور دیگر جگہوں پر آپ کے نمائندے تھے لیکن وہ نواب اربعہ کے درجہ کے نمائندے نہ تھے بلکہ خود نواب اربعہ کے نمائندے تھے۔

عثمان بن سعید عمریؒ نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن

عسکری علیہ السلام کی شاگردی اور صحابیت کا شرف حاصل کیا اور امام عصر (عج) کی جانب سے نمائندگی اور عہدۂ وکالت کو اپنے کاندھوں پر سنبھالا۔

ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے مروی ہے آپ، شیخ طوسیؒ، احمد بن اسحاق قمیؒ سے روایت کرتے ہیں:

ایک روز میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پہونچا اور عرض کی میرے مولا و آقا کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم آپ کے محضر مبارک میں حاضر نہیں ہو پاتے، ایسی صورت میں کس کی بات کو قبول کیا جائے امام (عج) نے فرمایا: ابو عمر عثمان بن سعید موثق و امین ہیں جو کچھ کہتے ہیں ہماری جانب سے کہتے ہیں اور جو کچھ پہونچاتے ہیں ہماری طرف سے پہونچاتے ہیں۔

حضرت امام عسکری علیہ السلام نے اسحاق بن اسماعیل کے لئے توقیع صادر کی جس میں تحریر کیا:

آپ عثمان بن سعید عمری کی طرف رجوع کریں جو موثق و امین ہیں (۱)

عثمان بن سعید عمری کی تاریخ وفات کے متعلق صحیح طرح سے معلوم نہیں شیخ طوسیؒ لکھتے ہیں:

ان کے فرزند ارجمند محمد بن عثمان حضرت امام عصر (عج) کے

---

۱. کشی، رجال کشیؒ، ص ۴۷۱، ص ۴۸۵

دوسرے نائب ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ میں اس دنیا سے گئے جنھوں نے تقریبا ۵۰/سال نیابت کی ذمہ داری سنبھالی اس اعتبار سے عثمان بن سعید کی تاریخ وفات ۲۶۵ھ میں فرض کرتے ہیں(۱) آپ کی قبر دروازہ (جبلہ) بغداد میں مغرب کی سمت واقع ہے شیخ طوسیؒ تحریر کرتے ہیں: میں نے مقررہ جگہ پر ان کی قبر کی زیارت کی جو مسجد کی محراب والی دیوار کے بالکل سامنے واقع تھی (۲)

محمد بن عثمان عمری م: ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ

جناب محمد بن عثمان حضرت امام عصر (عج) کے دوسرے نائب تھے جو غیبت صغریٰ کے زمانے میں امام سے ملاقات کرتے اور مومنین کے مسائل حل کرتے تھے۔ شیخ طوسیؒ نے عبداللہ بن جعفر حمیری سے اور انھوں نے احمد بن اسحاق قمی سے نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: کہ عمری اور انکے باپ دونوں موثق ہیں جو کچھ ان کے ذریعہ تم تک پہونچے میری طرف سے ہے ان کی اطاعت کرو کہ وہ موثق و قابل اطمینان ہیں (۳)

باپ کی رحلت کے بعد امام نے محمد بن عثمان کے نام ایک توقیع صادر کی جس میں تحریر کیا:

---

۱. شیخ طوسیؒ ،غیبت شیخ طوسیؒ ، ص۲۲۳ ۲. غیبت شیخ طوسیؒ، ص۲۱۷
۳. غیبت شیخ طوسیؒ، ص۲۱۹

اے محمد بن عثمان میں تمہارے غم میں شریک ہوں اگر تم ان کی موت پر رنجیدہ ہو تو میں بھی غمگین ہوں لیکن مرحوم کے لئے سب سے بڑی سعادتمندی یہ ہے کہ انھوں نے تم جیسا فرزند دنیا میں چھوڑا جو ان کے بعد ان کا جانشین بن سکے ان کی مغفرت کے لئے دعا کر سکے اور محمد بن عثمان کے حق میں دعا کی (۱)

محمد بن عثمان عمری نے ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ وفات پائی اور آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے برابر میں جس جگہ آپ کا گھر تھا، بغداد میں سر راہ دروازہ کوفہ کے پاس دفن کیا گیا۔ جو اس وقت ایک بیابان جنگل میں واقع ہے (۲)

ابوالقاسم حسین بن روح نوبختم: ۳۲۶ھ

محمد بن عثمان بن سعید عمری نے اپنی حیات کے آخری لمحوں میں جناب ابوالقاسم حسین بن روح کو حضرت مہدی (عج) کی جانب سے نمائندہ معین کیا بعض علما نے کہا ہے کہ ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ محمد بن عثمان اپنی وفات کے بعد جعفر بن احمد بن متیل یا ان کے باپ احمد کو نمائندہ مقرر کریں گے۔

لیکن جب انھوں نے ابن روح کو معین کیا تو اس پر بھی ہمیں کوئی اعتراض

---

۱. غیبت شیخ طوسیؒ ، ص۲۱۹ ؛ کمال الدین ، ص۵۱۹
۲. غیبت شیخ طوسی ، ص۲۲۲

نہیں، کیونکہ انھوں نے جو بھی مصلحت سمجھی ہو ہمیں تسلیم ہے اور یہی نہیں بلکہ انھوں نے کہا جن لوگوں نے ابن روح کی بدگوئی کی اس نے محمد بن عثمان کی بدگوئی کی اور جنھوں نے محمد بن عثمان کی بدگوئی کی انھوں نے امام عصر (عج) کی بدگوئی کی (۱)

امام عصر (عج) نے ابن روح کے نام توقیع صادر کی جس میں آپ کی خوبیوں اور اچھائیوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو قابل اطمینان اور مورد وثوق تحریر کیا ہے یہ توقیع روز یکشنبہ ماہ شوال کی ۶ر راتیں گزر جانے کے بعد ۳۰۵ھ میں صادر ہوئی (۲)

آپ نے ۱۸ر شعبان ۳۲۶ھ میں رحلت کی اور علی بن احمد بن علی نوبختی (ساکن محلّہ سوق العطارین) کے گھر دفن ہوئے۔

ابوالحسن علی بن محمد سمری م: ۳۲۹ھ

ابوالحسن علی بن محمد سمری امام عصر (عج) کے چوتھے نائب ہیں اور ان کی وفات کے بعد سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا ہے شیخ طوسیؒ نے اپنے اساتید کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ احمد ابن حسن مکتب نے کہا ہے کہ جس سال نواب اربعہ میں سے چوتھے نائب نے وفات پائی۔ اسی سال میں بغداد گیا، اور علی بن محمد سمری کی رحلت سے چند روز پہلے ان سے ملاقات کی انھوں نے

---

۱. غیبت شیخ طوسیؒ ، ص۲۲۴

۲. غیبت شیخ طوسیؒ، ص۲۲۶ ، ص۲۲۷

مجھے وہ توقیع دکھائی جو امام عصر (عج) نے ان کے پاس بھیجی تھی اس میں تحریر تھا: اے علی بن محمد سمری تم چھ دن کے بعد اس دنیا سے چلے جاؤ گے اپنے کاموں سے فارغ ہو جاؤ لیکن اپنے بعد کسی کو میرا نمائندہ مقرر نہ کرنا تمہارے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہو جائے گا جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو حکم خدا سے ظہور کرونگا، زمانۂ غیبت کبریٰ میں خروج سفیانی سے پہلے اگر کوئی مجھ سے ملاقات کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے'' **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**'' آپ نے نیمۂ شعبان ۳۲۹ھ میں وفات پائی آپکا مقبرہ شارع خلنجی باب المحول کی بغل میں نہر ابی عتاب کے نزدیک راہ نجات حاصل کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے (۱)

---

۱. غیبت شیخ طوسیؒ، ص۲۴۲ ، ۲۴۳

چوتھا باب

غیبت کبریٰ میں آرائے فقہا کا سلسلہ

پہلی فصل

چوتھی صدی ہجری

ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ م: ۳۲۹ھ

محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی جو کلینی یا ثقۃ الاسلام کے نام سے مشہور تھے کُلین نامی گاؤں ان کا وطن تھا یہ گاؤں شہر (رے) میں واقع ہے اسی وجہ سے (رے) کی طرف نسبت دیتے ہوئے آپ کو رازی بھی کہا جاتا ہے۔ شیخ کلینی کا انتقال ۳۲۹ھ میں ہوا۔ کافی نامی کتاب، کتب اربعہ میں مشہور ترین کتاب ہے جو شیخ کلینی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

تمام علمائے شیعہ ہمیشہ اس کتاب کی طرف مراجعہ کرتے رہے ہیں، یہی کتاب حقیقت میں ان کا رسالہ عملیہ تھا، اس میں روایت مقبولہ عمر بن حنظلہ بھی ولایت فقیہ کے سلسلے پر دلالت کرتی ہے۔

شیخ کلینی کے پدر بزرگوار جناب یعقوب بن اسحاق کا مزار مقدس بھی کلین میں آج تک عاشقان علم و عمل کے لئے مشعل راہ بنا ہوا ہے۔

ثقۃ الاسلام کلینی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ حیات میں پیدا ہوئے اور امام عصر (عج) کے چاروں نمائندوں کے زمانوں کو درک کیا اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ شیعہ و سنی علما کے درمیان قابل احترام تھے دونوں فرقوں کے علما آپ سے دینی مسائل میں علمی فیض حاصل کرتے اور آپ کو مورد وثوق جانتے تھے اسی وجہ سے آپ کا لقب ثقۃ الاسلام پڑ گیا اس وقت اس لقب کی بہت بڑی اہمیت تھی اور ان سے پہلے کسی کو اس لقب سے نہیں پکارا گیا تھا یہ شیخ کلینی ہی کی شخصیت تھی کہ سب سے پہلے اس لقب سے منسوب ہوئی آپ نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی اور باب الکوفہ نامی محلہ میں دفن ہوئے (۱)

آپ کی مشہور کتاب ''الکافی'' ہے جس کو آپ نے ۲۰ ر سال میں تالیف کی آپ نقل روایات میں مورد وثوق اور قابل اعتماد ہیں (۲)

آپ کے اساتید جن سے آپ نے روایات نقل کی ان کی تعداد ۳۵ ر اور شاگردوں کی تعداد ۱۵ ر افراد پر مشتمل ہے۔ آپ نے احادیث کی جمع آوری کے لئے رے، قم، بغداد، کوفہ اور دیگر شہروں اور وہاں کے علما سے اخذ حدیث

---

۱. شیخ طوسیؒ، رجال شیخ طوسیؒ، ص ۴۹۵ ؛ ص ۴۹۶

۲. نجاشی، رجال نجاشی ، طبعہ بمبئی ، ص ۲۶۶

کیا۔

الکافی کے علاوہ بھی آپ نے دوسری بہت سی کتابیں تالیف وتصنیف کی جن میں پانچ کتابیں تقریباً ''الکافی'' ہی کی طرح مشہور ومعروف ہیں مثلاً: کتاب رجال، رد بر قرامطہ، رسائل ائمہ علیہم السلام تعبیر رویا اور مجموعہ اشعار در مدح ائمہ علیہم السلام۔

ابن جنید اسکافی م: ۳۸۱ھ

آپ علی بن محمد سمری آخری نائب (سفیر) امام زمان (عج) کے ہم عصر تھے۔ ابن جنید اسکافی کا انتقال ۳۸۱ھ ق میں ہوا۔ صاحب جواہر نے اپنی کتاب جواہر الکلام کی اکیسویں جلد میں اسکافی سے اور دوسرے فقہا سے بھی نقل کیا ہے کہ اقامہ حدود، غیبت کے زمانے میں ان فقہا کا کام ہے جو شریعت مقدسہ کے احکام سے آگاہ اور صاحب معرفت ہوں۔

ابوعلی محمد بن احمد بن جنید کاتب اسکافی کو ابن ابی عقیل عمانی کے بعد فقہ استدلالی کا بانی مانا گیا ہے۔ جنھوں نے فقہ شیعہ کو قواعد اصولیہ سے مرتبط کر کے ہمارے سامنے پیش کیا اور ماسبق علما وفقہا کی طرح فقط کتاب وسنت کے مفاہیم اور متون کو مورد بحث قرار نہیں دیا بلکہ ان کو قواعد اصولیہ کے ذریعہ حل کیا ہے۔

اس کے علاوہ آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے فقہ شیعہ کے ساتھ ساتھ فقہ واصول عامہ کے بارے میں جستجو کی، جس کو آج کل فقہ مقارن کے

نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے وافر تعداد میں کتابیں تالیف کی مگر چونکہ قیاس سے منسلک ہو گئے لہٰذا آپ کے شاگردوں ''مثلاً شیخ مفیدؒ اور ان کے شاگرد شیخ طوسیؒ و نجاشیؒ و دیگر فقہا '' نے آپ کی کتابوں کو اہمیت نہ دی اور چند قرنوں تک آپ کی کتابوں سے بے توجہی برتی گئی۔

ابن جنیدؒ بلند پایہ کے علما و فقہا میں شامل تھے، نقل حدیث میں موثق اور قابل اعتماد ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنف بھی تھے (۱)

تحقیق علامہ بحر العلوم جس کو انھوں نے مکمل تن دہی کے ساتھ انجام دیا ہے موصوف فرماتے ہیں کہ محمد بن احمد بن جنید ابو علی اسکافی کا شمار شیعہ علما و فقہا میں ہوتا ہے آپ دانشمند متکلم، فقیہ، محدث، ادیب تھے اگر چہ آپ نے قیاس پر عمل کیا لیکن گذشتہ علما نے آپ کی مدح و ستائش کی ہے اسی طرح بعض علما نے آپ کی کتابوں کو متروک کر دیا اور بعض نے معتبر جانا ہے مثلاً: علامہ حلیؒ نے آپ کی کتابوں کی ستائش کی ہے۔

لیکن علامہ کے برخلاف شیخ طوسیؒ نے المسائل السرویہ میں تحریر کیا ہے کہ ابن جنید کی کتابیں مسائل و احکام سے پُر ہیں۔ لیکن انھوں نے ظن پر عمل کیا ہے اور قیاس سے استناد کرتے ہوئے حدیث ائمہ علیہم السلام کو اپنی رائے سے مخلوط کیا ہے اس کے بعد والی فصل میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ''مسائل مصریہ'' ان کے جواب میں تالیف کی۔

---

۱. رجال نجاشی ، ص۲۷۳

استاد علامہ ''محقق اول'' اور شیخ فاضل ابن ادریس نے ابن جنید کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ لیکن بحر العلوم فرماتے ہیں:

قیاس کو جبکہ تمام علما نے ترک کیا ہے اور ائمہ علیہم السلام نے بھی اس کی مخالفت کی ہے کہ قیاس جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ائمہ علیہم السلام کی مخالفت کرتا ہے تو شیعہ ہونے سے خارج ہے اور علما نے ابن جنید کو موثق اور شیعہ فقیہ قرار دیا ہے تو ظاہراً قیاس سے ان کی مراد قیاس منصوص العلۃ ہے یعنی قیاس اولویت۔

یا ''تعدیہ از مورد نص بہ دلیل قطعی''، جس کو اصطلاح میں تنقیح مناط بھی کہتے ہیں جس کے علمائے وقت بھی قائل ہیں اور ان سے پہلے علما نے بھی اسی قیاس کو مورد استفادہ قرار دیا ہے مثلا: فضل بن شاذان اور یونس بن عبد الرحمٰن کے لئے ملتا ہے کہ انھوں نے اس قیاس پر عمل کیا اگر چہ بعض علما ابن جنید کی تاریخ وفات ۳۸۱ھ سے پہلے ہونے کے قائل ہیں مگر اکثر علما رجال نے ۳۸۱ھ ہی تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے شہر رے میں وفات پائی (۱)

ابن ندیم نے اپنی کتاب فہرست میں تاریخ وفات ۳۷۱ھ لکھی ہے۔

حسن بن علی بن ابی عقیل عمانی م: تقریبا ۳۵۰ھ

آپ کا شمار جعفر بن قولویہ قمی اور شیخ مفیدؒ کے اساتذہ میں سے ہوتا ہے جو فقیہ،

---

۱. علامہ بحر العلوم، رجال علامہ بحر العلوم، ج ۳، ص ۲۲۲

متکلم اور بعض اجتہادی نظریات کے موسس بھی تھے۔اب تک علما وفقہا متون حدیث سے استفادہ کر کے فتوے دیتے تھے جیسا کہ علی بن بابو یہ اور ان کے بعد ابن ولید قمی نے متون حدیث کے ذریعہ مسائل شرعیہ کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علما وفقہا احکام شرعیہ کو متون حدیث یا نواب اربعہ کے توسط سے حضرت ولی عصر (عج) کے ذریعہ مسائل کو حل کرتے تھے۔

سب سے پہلے جس شخصیت نے علم اصول سے استدلال کر کے مسائل فقہی کو حل کیا اور اس کے بارے میں ایک خاص نظریہ دیا وہ حسن بن عیسیٰ ابو علی ''معروف با بن ابی عقیل عمانی'' ہیں اسی لئے آپ کو موسس فقہ استدلالی بھی کہا جاتا ہے۔

اگر چہ اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ قوانین اصول اس سے پہلے نہ تھے نہ ان پر عمل کیا گیا تھا بلکہ ان سے پہلے فی الجملہ اجتہاد اور اصول کے قواعد پر عمل ہو رہا تھا جسے ابن عقیل نے منظّم طریقہ سے انجام دیا۔

آپ نے آغاز غیبت کبریٰ کو درک کیا اور فقہ واصول فقہ میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ علم کلام وعقاید کے بھی فنکار تھے بہت سی کتابیں تدوین کیں لیکن فقط ان کی دو کتابیں دستیاب ہیں شیخ طوسیؒ نے فہرست میں لکھا ہے کہ انھوں نے ''المتمسک بحبل آل رسول'' اور کتاب ''الکر والفر'' تالیف کی ہیں۔

شیخ صدوق اور علی بن بابویہ قمی

شیخ صدوق رئیس المحدثین تھے جن کی مشہور کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" ہے اور ان کے والد علی بن بابویہ قمی تھے، جناب علی بن بابویہ کی شخصیت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی جانب سے ان کے نام خط ہے جس میں آپ نے یا شیخی و معتمدی و فقیہی کہہ کر خطاب فرمایا ہے (۱)

روایت مقبولہ عمر بن حنظلہ کے سلسلے میں جناب شیخ صدوق، مرحوم شیخ کلینی اور شیخ طوسی نے ان کے آرا اور فقہائے شیعہ کے نظریات ولایت فقیہ کو سلطان کا قائم مقام اور معصومین علیہم السلام کی جانب سے منصوب حاکم قرار دیا ہے جس میں حدیث کے مذکورہ ذیل فقرے سے ولایت فقیہ اور وجوب اطاعت کے بارے میں استفادہ کیا ہے:

فَاذَا حَكَمَ بِحُكمِنَا فَلَمْ يُقْبَلُ مِنهُ فَاِنَّمَا اِسْتَخَفَّ بِحُكْمِ اللّٰه... (۲)

اور جب وہ ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ سنا دے اور پھر اسے تسلیم نہ کیا جائے تو گویا حکم خدا کی اہانت ہوگی۔

---

۱. کتاب ریحانۃ الادب، ج ۷، ص ۲۰۲، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہائے اسلام ج ۲، ص ۱۵۶

۲. وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۹۹

علی ابن بابویہ قمی کے مختصر حالات، م: ۳۲۹ھ

علی بن بابویہ قمی کو صدوق اول بھی کہا جاتا ہے اگر کہیں پر شیخ صدوق یا ابن بابویہ تحریر ہو تو اس سے مراد آپ کے فرزند محمد بن علی بن بابویہ ہیں لیکن اگر کہیں پر صدوقین تحریر ہو تو باپ بیٹے دونوں مراد لئے جاتے ہیں۔ نقل روایات میں موثق اور قابل اعتماد تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی وافر تعداد میں کتابیں تصنیف کی (۱)

محدث قمی لکھتے ہیں: جس سال تناثر نجوم ہوا اس سال کئی علمی شخصیت اس دنیا سے گئیں مثل علی بن محمد سیمری امام عصر (عج) کے چوتھے نائب۔

شعر ملاحظہ فرمائیں:

السیمری عادل ذو العزم

وقد توفی لسقوط النجم ۳۲۹

لہذا اکثر علما نے آپ کی تاریخ وفات ۳۲۹ھ تحریر کی ہے اور آپ نے قم المقدس کی سرزمین پر انتقال فرمایا اور وہیں پر دفن ہوئے۔

شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی م: ۳۸۱ھ

ابن بابویہ یا محمد ابن بابویہ یا شیخ صدوق ایک مشہور و معروف شخصیت ہیں آپ کے پدر محترم علی بن بابویہ کے تراجم میں تحریر کیا ہے کہ ان کو بھی ابن بابویہ کے

۱، رجال شیخ طوسیؒ، ص ۴۸۲

نام سے پکارا جاتا تھا لیکن اگر کسی قید و بند کے بغیر ابن بابویہ استعمال ہو تو اس سے مراد بیٹے ''محمد بن علی بابویہ'' کو لیا جاتا ہے اور اسی طرح صدوق بطور مطلقہ بولا جائے تو اس سے مراد بھی بیٹا ہے نہ کہ باپ آپ کی ولادت حضرت امام عصر (عج) کی دعا سے ہوئی (۱)

آپ نے بہت سے علما سے حدیث سنی اور مختلف جگہوں پر سفر کیا جس کے نتیجہ میں من لایحضرہ الفقیہ اور دوسری کتابیں تالیف کیں

آپ ۳۴۷ھ سے رکن الدولہ دیلمی کی خواہش پر شہر رے میں آ گئے تھے اور وہیں پر سکونت اختیار کر لی تھی (۲)

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آپ قم سے یہاں آئے یا خراسان سے؟ جیسا کہ نجاشی نے آپ کو خراسان کی سرزمین پر ایک برجستہ شخصیت کے عنوان سے روشناس کرایا ہے لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ آپ کی خراسان میں طولانی سکونت ۳۵۲ھ کے بعد ہے یا ۳۴۷ھ سے پہلے۔

علما کی سوانح حیات، رجال حدیث کی کتابوں سے یہ بات مسلّم ہے کہ آپ نے عمدہ تعلیم و اعلیٰ علمی صلاحیتیں علمائے قم سے حاصل کیں اور وہاں سے (رے) تشریف لے گئے اور سکونت اختیار کی۔ یہیں سے ایران، عراق، حجاز وغیرہ کے سفر کئے اور واپس رے آ گئے اور گاہ گاہ قم آتے جاتے رہے، شہر

---

۱. کمال الدین وتمام النعمۃ، ص ۲۷۶
۲. شیخ صدوق، مقدمہ معانی الاخبار

رے اس وقت ایران میں رکن الدولہ کی راجدھانی تھا۔

شیخ طوسیؒ جو ایک واسطہ سے آپ کے شاگرد ہیں تحریر کرتے ہیں:

آپ ناقد حدیث، حافظ حدیث اور صاحب نظر تھے تقریبا ۳۰۰/ سے زائد کتابیں تالیف کی، کمال الدین وتمام النعمۃ، مدینۃ العلم اور من لایحضرہ الفقیہ آپ کی مشہور تالیف ہیں ۳۸۱ھ میں وفات پائی اور شہر رے میں دفن ہوئے جہاں آپ کی آرامگاہ ابن بابویہ کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری فصل

پانچویں صدی ہجری

ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان بغدادی ''شیخ مفیدؒ'' م: ۴۱۳ھ

آپ شیعہ فقہا میں عظیم شخصیت کے مالک ہیں، ابن المعلم کے عنوان سے یاد کئے جاتے ہیں آپ کی ولادت ۳۳۶ھ اور وفات ۴۱۳ھ میں ہوئی آپ کی وفات پر حضرت مہدی (عج) کا مشہور و معروف مصرعہ یہ ہے:

یومٌ عَلیٰ آلِ الرَّسُولِ عَظِیْمٌ

یہ مصرعہ ابن معلم کی عظمت اور شخصیت کے لئے کافی ہے آپ متکلم، فقیہ اور جناب شیخ طوسیؒ، سید مرتضیٰؒ اور سید رضیؒ کے استاد تھے۔ کتب اربعہ میں کتاب تہذیب انھیں کی فقہی کتاب مقنعہ کی شرح ہے۔ شیخ مفیدؒ بغداد میں محلّہ کرخ میں مسجد ''براثا'' کے اندر تدریس فرماتے اور اسی محلّہ میں بڑے آرام وسکون سے زندگی گزارتے تھے کسی طرح کی کوئی مزاحمت نہ تھی۔

یہ تمام آزادی اس لئے تھی کہ اس وقت ایک طرف خلفائے فاطمی، شیعہ اسماعیلی، مصر میں برسر حکومت تھے دوسری طرف سیف الدولہ حمدانی، شیعہ، شام پر حکومت کر رہے تھے، شیخ مفیدؒ موثق اور قابل اعتماد تھے آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور ابن معلم و مفیدؒ کے نام سے مشہور تھے (۱)

شیخ مفیدؒ جیسا لقب امام زمانہ (عج) سے حاصل کیا (۲)

علمائے رجال مثلاً: قاضی نور اللہ شوستری، علامہ حلیؒ اور دیگر علما و فقہا نے آپ کی وثاقت اور اعلیٰ علمی صلاحیتوں کو سراہا ہے۔

شیخ طوسیؒ نے آپ کی تاریخ ولادت ۳۳۸ھ اور نجاشی نے ۳۳۶ھ تحریر کی ہے۔ نیز ۴۱۳ھ میں وفات پائی، تحریر کیا ہے (۳)

جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے جنازہ میں اسی ہزار افراد نے شرکت کی تھی (۴)

قبرستان قریش میں امام موسی کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے (۵)

شیخ مفیدؒ نے ''ولایت فقیہ'' کے سلسلے میں مقنعہ کے متعدد صفحات ص ۸۱۰، ص ۸۱۲، ص ۶۷۵، ص ۶۴۹، اور ص ۶۱۶، پر مختلف عناوین قائم کر کے اثبات

---

۱. رجال شیخ طوسیؒ ، ص ۵۱۴ ؛ فہرست شیخ طوسیؒ، ص ۱۵۷
۲. ابن شہر آشوب مازندرانی، معالم العلما ، ص ۱۱۲
۳. المنتظم ج ۸ ، ص ۱۱
۴. شیخ عبداللہ یافعی ''سنی'' مرآت الجنان ، ج ۳، ص ۱۹۹
۵. رجال نجاشی ، ص ۲۸۷

ولایت فقیہ میں دلائل پیش کئے ہیں جن میں خاص طور سے ولی فقیہ کی صلاحیتوں کا ذکر ہے۔ اور دوسری جگہوں پر لاوارث عورتوں، یتیم بچوں کی سرپرستی اور ان کے اموال کی حفاظت، خاص طور سے غلات واموال کے نکالنے کے بارے میں قوت وطاقت اور صلاحیت کا تذکرہ ہے اور یہ باتیں ایک فقیہ صاحب قدرت اپنی ولایت سے ہی انجام دے سکے گا۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب مقنعہ میں رقمطراز ہیں:

واذا عدم السلطان العادل فیما ذکرناه من هذه الابواب کان لفقها اهل الحق العدول من ذوی الرّای والعقل والفضل ان یتولوا ماتولاه السلطان...(۱)

جب سلطان عادل نہ ہو جس کا ذکر ہم نے ان ابواب میں کیا ہے تو اہل حق، عادل اور صاحبان رائے وعقل وفضل فقہا پر واجب ہے کہ وہ ان تمام امور کی سرپرستی (وحاکمیت) کریں جو ایک سلطان کو کرنی ہوتی ہیں۔

شیخ مفیدؒ (م۴۱۳ھ) فرماتے ہیں:

اسلام کے انتظامی احکام اور حدود کا اجرا، سلطان کا فریضہ ہے جو خدا کی طرف سے اس منصب پر فائز ہوتا ہے۔

سلطان سے مراد، ائمہ آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا وہ افراد جو ان کی طرف سے منصوب ہوتے ہیں۔ ائمہ نے یہ امر فقہائے شیعہ کو اس لئے سپرد کیا ہے

---

۱. شیخ مفیدؒ، محمد ابن نعمان، مقنعہ، ص ۶۷۵

تا کہ حتی الامکان حدود اسلامی کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

دوسری جگہ اسی مقنعہ میں تحریر ہے:

وللسلطان ان یکرہ المحتکر علیٰ اخراج (۱)

سلطان پر لازم ہے کہ ذخیرہ اندوز کو مجبور کرے کہ وہ اپنے غلہ کو نکالے۔

اوراسی طرح مقنعہ میں ایک دوسری جگہ پر یوں تحریر ہے:

ومن تامر علی النّاس من اهل الحق بتمکین ظالم له وکان امیرامن قبله فی ظاهر الحال فانما هوامیرفی الحقیقه من قِبل صاحب الامر الذّی سوّغه ذلک واذن له فیه دون المتغلب من اهل الضلال واذا تمکن الناظر من قبل اهل الضلال علی ظاهر الحال من اقامة الحدود علی الفجار وایقاع الضرر المستحق علیٰ اهل الخلاف فلیجتهد فی انفاذ ذلک فیهم فانه من اعظم الجهاد. (۲)

اگرکوئی اہل حق لوگوں پر ماموریت رکھتا ہواگرچہ کسی ظالم کی ہی مرہون منت ہو، وہ ظاہراً اس کی طرف سے منصوب ہے وگرنہ حقیقت میں وہ امام زمان (عج) کی طرف سے امیر ہے اور

---

۱. مقنعہ، ص۶۱۶

۲. مقنعہ، ص۸۱۰

انھوں نے اسے اجازت دی ہے نہ کہ کسی طاقتور گمراہ نے۔ پس اگر وہ حدود قائم کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اہل خلاف کو ان کے استحقاق کے لحاظ سے ضرر پہونچا سکتا ہے تو اسے ان امور کے نافذ کرنے میں بھر پور کوشش کرنی چاہئے یہ اس کا سب سے بڑا جہاد ہے۔

سید مرتضیٰؒ علم الہدیٰ م: ۴۳۶ھ

سید مرتضیٰ جو علم الہدیٰ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی ولادت ۳۵۵ھ اور وفات ۴۳۶ھ میں ہوئی، امامیہ مذہب کے بڑے فقہا میں شمار ہوتے ہیں آپ علوم معقول ومنقول میں جامع تھے سنی شیعہ دونوں فرقہ کے فقہا ان کا احترام اور ان کی شخصیت کو قبول کرتے تھے، علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب ''خلاصہ'' میں سید مرتضیٰؒ کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے:

علم الہدیٰ رکن امامیہ اور ان کے معلم تھے ان کے مصنفات ۶۹۳ھ تک فرقہ حقہ کے لئے قابل استفادہ رہے ہیں وہ تیس سال تک امیر حاج وحرمین، نقیب الاشراف، قاضی القضاۃ اور تمام تر مشکلات وشکایات کے مرجع تھے (۱)

جناب سید مرتضیٰ کا منصب قبول کرنا اور امور مسلمین کو بطور احسن انجام دینا ''ولایت فقیہ'' کے قائل ہونے کی دلیل ہے۔

---

۱. علامہ حلیؒ، رجال علامہ حلیؒ ؛ آذری قمی ، ولایت فقیہ ج ۲ ، ص ۲۰۳

سید مرتضیٰ، علی ابن حسین بغدادی کا لقب ''علم الہدیٰ'' اور ذوالمجدین ہے ذوالمجدین آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی عظمت و بزرگی کا تعلق عظیم المرتبت خاندان سے ملتا ہے اور چونکہ آپ کے خاندان میں عمر طولانی والے افراد گزرے ہیں لہذا پانچ واسطوں سے آپ کا تعلق امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے منسلک ہے، سلسلہ نسب یوں ہے: علی ابن حسین بن محمد بن ابراہیم مجاب ابن موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام اسی طرح سید مرتضیٰ، ماں کی جانب سے علوی ہیں آپ کی مادر گرامی کا سلسلہ نسب امام زین العابدین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ ناصر کبیر کی پوتی تھیں۔ ناصر کبیر چار پشتوں کے فاصلہ سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مرتبط ہیں۔

سلسلہ نسب یوں ہے: فاطمہ بنت ابو محمد ناصر (ناصر صغیر) ابن ابی الحسین احمد بن ابی محمد حسن ناصر کبیر ''حاکم دیلم'' ابن علی بن حسین بن عمر اشرف بن علی بن الحسین بن علی ابن ابیطالب علیہم السلام۔

خواب شیخ مفیدؒ

سید فخار موسوی حلیؒ سے منقول ہے:

ایک روز شیخ مفیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو لیکر خدمت شیخ مفیدؒ میں تشریف لائیں اور فرمایا: یہ میرے بیٹے ہیں ان کو علم فقہ اور احکام دینیہ سکھاؤ جیسے ہی یہ خواب دیکھا شیخ مفیدؒ بیدار ہو گئے اور تعجب میں تھے کہ

آخر اس خواب کی کیا تعبیر ہے، حسب معمول مسجد براثا میں فرائض
تدریس انجام دینے کے لئے چلے گئے کچھ دیر کے بعد دیکھا کہ
فاطمہ مادر سید مرتضیٰ وسید رضی دونوں فرزندوں کو لئے ہوئے مسجد
میں آئیں اور کہا کہ یہ میرے بیٹے ہیں ان کو فقہ واحکام کی تعلیم
دیں شیخ مفیدؒ سمجھ گئے یہی میرے خواب کی تعبیر ہے (۱)

آپ نے ۴۳۶ھ میں وفات پائی، نجاشی، شریف ابویعلی محمد بن حسن سلار بن عبدالعزیز نے غسل دیا اور انکے بیٹے نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، گھر ہی میں دفن کئے گئے (۲)

حمزہ بن عبدالعزیز دیلمی م: ۴۴۸ھ تا ۴۶۳

آپ سلار اور سالار دیلمی کے نام سے مشہور ہیں اور کنیت ابویعلی تھی ظاہراً عرب میں جن لوگوں کا نام حمزہ ہے ان کی کنیت ابویعلی ہے مثال کے طور پر جناب عباس علمدارؑ کی نسل سے حمزہ بن قاسم ابویعلی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حمزہ کہ جن کی کنیت بھی ابویعلی تھی جس کو جناب ابوطالب علیہ السلام نے اپنے ایک مصرعہ میں اس طرح نظم کیا ہے:

صَبْراً اَبَایَعْلٰی دِیْنِ احمدِ

---

۱. مقدمہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی
۲. ابوالمکارم ابن زہرہ، نقض، ص ۱۵۹

ان کی ایک کتاب ''المراسم العلویۃ فی احکام النبویۃ '' ہے، علما نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے علاوہ دیگر کتابیں بھی تالیف وتصنیف کیں مثلاً: فہرست شیخ منتخب الدین م: ۶۰۰ھ (ملحق بہ آخر بحار الانوار ص۶/)، خلاصہ علامہ حلیؒ ص ۸۶/ میں آپ کی المقنع فی المذہب، التقریب فی اصول الفقہ رد برابوالحسن بصری در نقض کتاب شافی اور کتاب التذکرہ فی حقیقۃ الجوہر والعرض وغیرہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے سلار دیلمی، جناب شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰؒ کے شاگرد تھے، شیخ طوسیؒ کے ہم طبقہ تھے دیگر علما علمی رتبہ میں ان کے برابر نہ تھے، علم نحو وصرف میں بے انتہا مہارت رکھتے تھے۔

آپ کی وفات ۴۴۸ھ اور ۴۶۳ھ کے درمیان ہوئی، خسرو شاہ تبریز میں مدفون ہیں (۱)

تاریخ وفات کے سلسلہ میں علماء ۴۴۸ھ کو ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کی وفات کا ۴۶۳ھ میں ہونا صحیح نہیں ہے (۲)

آپ کتاب مراسم میں تحریر فرماتے ہیں:

فقہا آنحضرت (عج) کی جانب سے اختیار رکھتے ہیں کہ احکام وحدود کو قائم کریں مگر یہ کہ حد مقرر سے آگے نہ بڑھیں۔ شیعہ حضرات پر واجب ہے کہ جب تک فقہا حق سے الگ نہ ہوں ان

---

۱. مطہری، آشنائی با علوم اسلامی ، ص۸۳

۲. الذریعہ ،ج۴، ص۲۴

کی مدد کریں۔ فقہا کے گروہ، نماز، اعیاد اور استسقاء قائم کریں مگر نماز جمعہ نہیں (۱)

شیخ ابو صلاح حلبی م: تقریباً ۴۴۹ھ

تقی بن نجم جو فقہ و رجال کی کتابوں میں ابو الصلاح حلبی کے نام سے معروف ہیں اگر چہ دیگر علما کے ساتھ بھی حلبی لکھا جاتا ہے لیکن جہاں فقط حلبی لکھا ہوگا اس سے مراد ابو الصلاح حلبی ہونگے آپ کا جلیل القدر فقہا میں شمار ہوتا ہے جو محدث، مفسر، فاضل اور مشائخ شیعہ میں سے تھے یہ سید مرتضیٰؒ اور عبد العزیز کے شاگردوں میں سے تھے، فقہ میں ان کی متعدد تالیفات ہیں جن میں مشہور الکافی ہے۔ موصوف نے کثیر تعداد میں کتابیں تالف و تصنیف کی اور نقل روایات میں موثق تھے آپ کی عظمت و بزرگی کے ثبوت میں اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ شیخ طوسیؒ نے اپنا شاگرد ہوتے ہوئے آپ کا ذکر علما کی فہرست میں کیا ہے ان کے علاوہ اس طرح کسی شاگرد کا تذکرہ نہیں کیا۔

ولایت فقیہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

فقیہ حدود و تعزیرات کے احکام کو جاری کرسکتا ہے۔ جس کے لئے علم، تقویٰ، قدرت، عقل، رائے و بصیرت جیسی شرائط ضروری ہیں اور اسے تفویض کا حق ہے (۲)

---

۱. سلار بن عبد العزیز، کتاب مراسم العلویہ ، ص ۲۶۰

۲. کتاب مستطاب کافی ، تنفیذ الاحکام ، ص ۴۲۲

شہید ثانیؒ نے ان کو ''خلیفة المرتضیٰ فی البلاد الحلبیة'' کے نام سے یاد کیا ہے۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی م: ۴۶۰ھ

حوزہ علمیہ نجف اشرف کے بانی اور کتب اربعہ میں سے دو کتابوں ''تہذیب'' اور ''استبصار'' کے مؤلف تھے، آپ نے النہایہ، مبسوط اور کتاب الخلاف کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سی فقہی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔

شیخ ابو جعفر، شیخ الطائفہ، کے عنوان سے مشہور ہیں شہر بغداد جو اس زمانے میں علوم و فرہنگ اسلامی کا مرکز تھا ۲۳ رسال کی عمر میں اس کی طرف ہجرت کی اور وہاں پر اپنے علم سے لوگوں کی ہدایت کے لئے ایسے باب کھولے جو آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔

آپ آخر عمر تک عراق میں رہے اور اپنے استاد جناب سید مرتضیٰ کے بعد تمام علمی اور فتوائی امور شیعہ کی ریاست و صدارت ان کی طرف سے آپ کی طرف منتقل ہوئی جس وقت ان کے گھر اور کتاب خانہ کی تباہی ہوئی اور ان کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا تو آپ نجف اشرف چلے آئے اور حوزہ علمیہ نجف کی بنیاد ڈالی۔

ان کی کتاب ''نہایہ'' طلاب علوم دینی کی درسی کتاب تھی اس کے بعد ان کی دوسری کتاب ''مبسوط'' جدید مرحلہ کے اعتبار سے فقہی امور میں تشریح کے ساتھ شیعی فقہی کتاب تھی آپ نے ''خلاف'' نامی کتاب میں فقہا و علمائے

اہلسنت اور شیعہ دونوں کی آرا کو درج کیا ہے۔

شیخ طوسیؒ کی بیٹیاں فقیہہ اور فاضلہ تھیں۔ ان کے بیٹے شیخ ابو علی مفید ثانی کے نام سے مشہور ہیں جو جلیل القدر فقیہ تھے آپ ۳۸۵ھ کو شہر طوس میں پیدا ہوئے اور ۴۶۰ھ نجف اشرف میں وفات پائی، اپنے گھر ہی میں دفن ہوئے جو اس وقت مسجد شیخ طوسیؒ کے نام سے مشہور ہے، آپ نے کتاب ''نہایہ'' کے باب، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ولایت فقیہ کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے۔

اما اقامة الحدود فليس يجوز لاحد اقامتها الا سلطان الزمان المنصوب من قبل الله تعالىٰ او من نصبه الامام لاقامتها ولا يجوز لاحد سواهما اقامتها علىٰ حال وقد رخص فى حال قصور ائمة الحق وتغلب الظالمين ان يقيم الانسان الحد علىٰ ولده واهله ومماليكه اذا كم يخف فى ذلك ضررا من الظالمين وامن من بوائقهم فمتىٰ لم يامن من ذلك لم يجز له التعرض لذلك على حال (۱)

اقامہ حدود بھی ایک ایسے سلطان کی طرف سے ہوگا جو خداوند عالم یا امام کی جانب سے منصوب ہوگا، ان احکام کا جاری کرنا کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔ ہاں! غیبت ائمہ علیہم السلام اور ایسی حالت میں

۱۔ شیخ طوسیؒ، النہایۃ، کتاب الجہاد، باب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ج ۲، ص ۱۵

کہ ان تک دسترسی نہ ہو اور ظالموں کا ڈر بھی نہ ہو تو وہ اپنی اولاد واہل خانہ وقبیلہ اور مملوک پر حد جاری کرسکتا ہے۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب ''مبسوط'' میں قضاوت، تجہیز وتکفین میت کے عنوان کو واجب کفائی قرار دیا ہے اور امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا مصداق گردانہ ہے۔

قاضی عبدالعزیز حلبی م: ۴۸۱ھ

ابوالقاسم عبدالعزیز حریر بن عبدالعزیز حلبیؒ جو ''ابن براج'' کے نام سے مشہور تھے جناب شیخ طوسیؒ اور جناب سید مرتضیٰؒ کے شاگرد تھے جناب شیخ طوسیؒ کی جانب سے اپنے وطن بلادشام میں بھیجے گئے تھے۔ وہ بیس سال تک طرابلس میں قاضی تھے، ۴۸۱ھ میں وفات ہوئی، ان کی فقہی کتابوں میں ''مہذب'' اور جواہر مشہور ہیں آپ نے المہذب، الاشراق، الکامل، الموجز اورالجواہر جیسی کتابیں تالیف کیں اور ابوالصلاح حلبی، شیخ طوسیؒ اور سید مرتضیٰ جیسی شخصیتوں سے روایات نقل کیں ہیں ولایت فقیہ کے سلسلے میں مہذب نامی کتاب میں فرماتے ہیں: اگر کوئی ظالم سلطان کسی کو حدود قائم کرنے کے لئے اپنا جانشین بنائے اور اسے، اختیار دے کہ وہ اسے قائم کرے تو اس انسان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ امام عادل کی طرف سے اجازت لئے ہوئے ہے اور اسی پر عمل کررہا ہے (۱)

---

۱. قاضی عبدالعزیز حلبی، مہذب، ج ۱، ص ۳۴۱

تیسری فصل

چھٹی صدی ہجری

عمادالدین طوسیؒ محمد بن علی حمزہ م: ۵۸۵ھ

ان کا شمار چھٹی صدی ہجری کے بڑے عظیم فقہائے امامیہ میں ہوتا ہے، جو فقیہ ومتکلم تھے ابو جعفر طوسیؒ کنیت ہے اور صاحب وسیلہ کے نام سے مشہور ہیں، وہ خراسان کے رہنے والے تھے جن کی کافی تعداد میں تالیفات ہیں۔

ان کی وفات کی صحیح تاریخ معلوم نہیں، احتمال قوی یہ ہے کہ ان کی وفات چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں واقع ہوئی ہے آپ ولایت فقیہ کے سلسلے سے کتاب وسیلہ میں لکھتے ہیں:

فان عرض حکومة للمو منین فی حال انقباض یدالامام فهی انی فقها الی شیعتهم فاذاتقلد القضاء من له ذلک اجتهدفی اقامة الحق وعمل بکتاب اللّٰه

وسنة نبيه (ع) والاجماع لاغير (۱)

اگر امام معصوم (ع) کی حکومت مومنین کے لئے دستیاب نہیں تو فقہا شیعہ ہی کو قضاوت کے امور تفویض ہیں اور جب قضاوت کی ذمہ داری اپنے عہدے پر لے لے تو حق کو قائم کرنے کی کوشش کرے اور کتاب خدا، سنت نبی اور اجماع پر عمل کرنے کی سعی پیہم کرے نہ کسی اور چیز کی۔

قطب الدین راوندی م: ۵۷۳ھ

جناب قطب الدین کا چھٹی صدی ہجری کے بزرگ شیعہ فقہا میں شمار ہوتا ہے وہ مذہب جعفری کی ترویج واشاعت میں بڑا مقام رکھتے ہیں آپ نے ''الخرائج اوالجرائح، قصص الانبیا، لب اللباب، شرح نہج البلاغہ اور فقہ القرآن جیسی نایاب وعمدہ کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔

ان کی وفات ۳؍شوال ۵۸۳ھ کو ہوئی جن کی قبر صحن حرم معصومہ قم میں ہے ان کی مشہور کتاب ''فقہ القرآن'' ہے ولایت فقیہ کے لئے امر بالمعروف کے باب میں لکھتے ہیں: امر بالمعروف ایک ایسے شخص کے ذریعہ ہو جو معروف ومنکر کا عالم ہو اور اسی کے ذریعہ یہ بات انجام پانی چاہئے (۲)

نیز ایک دوسری عبارت اس انداز سے تحریر کرتے ہیں: اکثر ہمارے ساتھی

---

۱. ابن حمزہ عماد الدین طوسیؒ، الوسیلہ، کتاب القضایا والاحکام، فصل بیان صفۃ قاضی وآداب

۲. قطب الدین راوندی، فقہ القرآن، ج۱، ص ۳۵۸، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہا، ص ۲۲۵

یہ خیال کرتے ہیں کہ نہی عن المنکر جو مار پیٹ، زخم وقتل پر ہی موقوف ہے اسے سلطان وقت کی اجازت سے ہی ہونا چاہئے لیکن باقی ساتھی اسے جاری کرنے کے لئے سلطان وقت کی اجازت کے بغیر بھی جائز سمجھتے ہیں (۱)

محمد بن ادریس حلیؒ م ۵۹۸ھ

چھٹی صدی ہجری کے باعظمت علمائے شیعہ میں سے تھے جنھوں نے اجتہاد کے نئے باب کی ابتدا کی ہے اس فقیہ بزرگ سے پہلے زیادہ تر جناب شیخ طوسیؒ کے فقہی واجتہادی نظریات ہی کی تابعیت ہوتی تھی مگر فقہی مسائل میں جدت وندرت کا نیا باب ابن ادریس حلیؒ نے کھولا ہے وہ خود عرب تھے مگر مع الواسطہ شیخ طوسیؒ ان کے جد مادری بھی کہے جاتے ہیں۔ حریت فکر میں معروف تھے جنھوں نے اپنے جد کے دبدبہ وہیبت کو چیلنج کیا آپ ۵۵ سال زندہ رہے اور ۵۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ انکی نفیس وعمدہ کتاب (السرائر) مشہور ہے۔

کتاب السرائر میں جناب محمد بن ادریس رقمطراز ہیں:

قضاوت وحکم نمودن میان مردم ، تنها برای کسانی جائز است که از جانب ـ سلطان حق ـ این امر را به فقهای شیعه واگذار نموده است ـ بنابراین بر آنها لازم است که بین مردم اصلاح نموده ، بین متنازعین حکم نماید هم چنین جائز است که

۱۔ فقہ القرآن، ج۱، ص ۳۵۸، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہا اسلام ص ۲۲۵

نمازهای پنجگانه را به جماعت بخوانند ودر صورتیکه از ناحیه دولت ستمگر درامان باشند ، اقامه نماز جمعه ونمازهای عیدفطر ، قربان ، خواندن خطبه ها وخواندن نماز کسوف لازم می باشد(۱)

لوگوں کے درمیان قضاوت اور حکم نافذ کرنا صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو سلطان حق کی طرف سے اجازت رکھتے ہیں ، سلطان حق نے یہ کام شیعہ فقہا کو دیا ہے۔لہذاان پر لازم ہے کہ لوگوں کی اصلاح کریں اور متنازع افراد کے درمیان حکم جاری کریں۔ اسی طرح جائز ہے کہ پنجگانہ نمازیں جماعت سے ادا کریں۔اور اگر ظالم حکومت کی طرف سے امان میں ہوں تو نماز جمعہ ،نماز عید فطر ونماز عید قربان خطبہ کے ساتھ اور نماز آیات پڑھے۔

کتاب السرائر کے صفحہ ۲۶ / پر یوں تحریر کرتے ہیں:

جو شخص اقامۂ حدود وغیرہ نہیں جانتا وہ معاملات میں قضاوت کا لائق نہیں ہوسکتا۔

---

۱. محمد بن ادریس، کتاب سرائر، ج ۲،ص ۲۵، باب فی من لہ اقامہ الحدود والقضاء...، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہاے اسلام ص ۲۲۷

چوتھی فصل

ساتویں صدی ہجری

خواجہ نصیرالدین طوسیؒ م: ۶۷۲ھ

جناب خواجہ نصیرالدین طوسیؒ کا ساتویں صدی ہجری کے ان بزرگ فقہا میں شمار ہوتا ہے جو بیک وقت فیلسوف، متکلم اور اپنے زمانے کے بڑے فقیہ تھے منطق وفلسفہ میں علامہ حلیؒ کے استاد تھے۔ خواجہ مرحوم کی بیشتر شہرت ان کے علم ریاضیات ونجوم وغیرہ میں مہارت اور دسترس کی وجہ سے تھی۔ انھوں نے ایک رصد خانہ بھی شہر مراغہ میں بنایا تھا ان کی یادگار کے طور پر رہنے والی فقہی کتاب فوائد الفرائض ہے جو ۱۹۰ صفحوں پر مشتمل ہے۔

ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں: شرح تجرید الاعتقاد، شرح اشارات، تلخیص المحصل، اخلاق ناصری اور تحریر اقلیدس وغیرہ۔ ایسے عظیم الشان جامع معقول

ومنقول شخصیت کی زندگی بڑے رنج وملال کے ساتھ گذری اس لئے کہ چنگیز ومغول کے فتنوں کا زمانہ تھا ولایت فقیہ کے سلسلے میں ان کا محکم عقیدہ علمی طور سے مغول بادشاہوں اور حکمرانوں کو ایک مسلمان واقعی بنانا اور علمی ودینی چارلاکھ کتابوں پر مشتمل کتاب خانہ کی تاسیس اور پھر مسلمانوں کے مادی ومعنوی سیاسی امور میں دخالت کی تمام تر کوششیں ہیں۔

خواجہ کی نظر میں سیاست کا مفہوم یوں ہے:

الدین والملک توأمان لایتم احدھما الابالآخر (۱)

دین اور حکومت دونوں جڑواں ہیں۔کوئی ایک دوسرے کے بغیر کامل نہیں ہوسکتا۔

یعنی دین ایک اساس ہے اور ملک رکن ہے۔رکن بغیر اساس کے خراب ہے اور دین بغیر ملک کے بے نفع ہے اور ملک بغیر دین کے بیکار ہے۔

امامت کے بارے میں فرماتے ہیں:

الامامة ریاسة عامة دینیة مشتملة علی ترغیب عموم الناس فی حفظ مصا لحھم الدینیة والدنیا...

امامت ایک دینی ریاست عامہ ہے جو عوام الناس کی دینی ودنیوی مصلحتوں کی محافظ ہے۔

امام کی تعریف میں کہتے ہیں:

الامام ھو الانسان الذی لہ الریاسة العامہ فی الدّین

---

۱. خواجہ نصیر الدین طوسیؒ تلخیص المحصل ، ص۴۵۷ ، ص۴۲۶

والدنیا بالاصالة فی دار التکلیف.(۱)

امام ایک ایسا انسان ہے جو اس دنیوی زندگی (دار التکلیف) میں دین و دنیا کی ریاست عامہ رکھتا ہو۔

محقق حلیؒ معروف بہ محقق اول م: ۶۷۶ھ

دوسرے علما کو بھی محقق کہا گیا ہے مگر اصطلاح فقہا میں جب بھی مطلق طور پر کسی کو محقق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو فوراً انھیں کی شخصیت مراد ہوتی ہے آپ نے فقہ و اصول فقہ اور دیگر علوم میں بہت سی نایاب کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں جن میں شرائع الاسلام، معارج، معتبر، المختصر النافع وغیرہ کافی مشہور ہیں محقق حلیؒ ایک واسطہ سے ابن ادریس حلیؒ کے شاگرد ہیں، ان کا نام شیخ ابوالقاسم جعفر بن حسن بن یحیٰ بن سعید حلیؒ ہے۔

مشہور فیلسوف اور علم حساب میں ماہر جناب خواجہ نصیر الدین طوسیؒ نے ان سے حلہ میں ملاقات کی اور ان کے فقہی جلسۂ درس میں شرکت کی ہے۔

طلاب علوم دینی کے درمیان ان کی مشہور کتاب ''شرائع الاسلام'' آج بھی قابل استفادہ ہے جو علمی اور فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔

ولایت فقیہ کے سلسلے میں شرائع میں محقق فرماتے ہیں:

وقیل یجوز لفقها العارفین اقامة الحدود (۲)

---

۱. خواجہ نصیر الدین طوسی، اخلاق ناصری ، خواجہ نصیر الدین طوسی، تلخیص المحصل،

۲. شیخ ابوالقاسم جعفر بن حسن، شرائع الاسلام ، باب الامر بالمعروف و نہی عن المنکر ص ۹۶

یعنی فقہائے عارف وبصیر کے لئے جائز ہے کہ حدود الٰہی کو قائم کریں۔

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول اس طرح نقل فرماتے ہیں:

فاجعلو اقاضیاًفانی جعلته قاضیا فتحا کموا الیه(۱)

انھیں قاضی بناؤ کہ میں نے انھیں قاضی مقرر کردیا ہے اوران سے فیصلہ لو۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ قضاوت بھی ولی فقیہ کی زیرنگرانی ہوتی ہے یا براہ راست ولی فقیہ حکم سناتا اور فیصلہ کرتا ہے اگر قضاوت کوولایت سے الگ کرلیا جائے تو معاشرہ فتنہ وفساد کا شکار ہوجائے گا اوراس کے درمیان سے عدل وانصاف اٹھ جائے گا، نہ ظالم کوسزا ملے گی اورنہ مظلوم کواس کا حق۔

محقق حلیؒ (م:۶۷۶ھ): فرماتے ہیں:

یجب ان یتولی صرف حصة الامام علیه السلام الی الاصناف الموجودین من الیه الحکم بحق النیابة کمایتولی اذامایجب علی الغائب(۲)

سہم امام علیہ السلام کو مستحقین کے درمیان تقسیم کرنا نائب امام پر اسی طرح واجب ہے جس طرح خود امام پر واجب ہے اور نائب فقیہ ہی ہوسکتا ہے جواس ذمہ داری کو بطور احسن انجام دے۔

---

۱. شرائع الاسلام، باب الامر بالمعروف ونہی عن المنکر ص ۳۱۴، باب القضاء

۲. شرائع الاسلام، ج ۱، ص ۱۸۴ کتاب الخمس، دارالاضواء بیروت

سید محمد بن علی موسوی م: ۱۰۰۹ھ محقق حلیؒ کی عبارت کی یوں شرح کرتے ہیں:

والذی جزم به المصنف واذا کان هذا لازماً فی حال حضوره کان لازماً له فی حال غیبته لان الحق الواجب لایسقط بغیبة من یلزمه ذالک(۱)

محقق حلیؒ اور دوسرے فقہا قائل ہیں جب سہم امام علیہ السلام امام علیہ السلام کے زمانہ میں واجب تھا تو غیبت امام علیہ السلام میں بھی واجب ہے کیونکہ واجب حق، امام کی غیبت سے ساقط نہیں ہوتا۔

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر امام (ع) نے اپنے زمانے میں کسی چیز کو ضروری قرار دیا ہے تو غیبت امام میں بھی ضروری ہے اگر امام (ع) نے اپنے دور میں نائبین کا سلسلہ قائم کیا تو اس وقت تک وہ سلسلہ جاری ہے اور ان کی نیابت میں ان کے نائب ''فقہا'' ولایت کا حق رکھتے ہیں۔

---

۱. سید محمد بن علی الموسوی عاملی، مدارک الاحکام فی شرح شرائع الاسلام ، ص ۴۲۶

پانچویں فصل

آٹھویں صدی ہجری

حسن بن یوسف علامہ حلیؒ م: ۷۲۶ھ

جناب علامہ حلیؒ آٹھویں صدی ہجری کے نایاب روزگار میں سے تھے ان کا نام حسن بن یوسف علی بن مطہر حلیؒ اور علامہ حلیؒ کی عرفیت سے مشہور تھے شیعہ امامیہ کے بزرگترین متکلمین، فلاسفہ اور فقہا میں شمار ہوتا ہے جنھوں نے ایک سو سے زائد کتابیں فقہ، کلام، ریاضیات، نجوم اور دیگر علوم میں لکھی ہیں۔

فقہ میں ان کی مشہور کتاب ارشاد، تبصرۃ المتعلمین، قواعد، تحریر، تذکرۃ الفقہا مختلف الشیعہ اور منتہی وغیرہ ہیں۔

فقہ میں وہ اپنے ماموں محقق حلیؒ اور فلسفہ و منطق میں خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کے شاگرد تھے، علمائے اہلسنت سے سنی فقہ کی تعلیم حاصل کی ۶۴۸ھ

کو حلہ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ میں وفات ہوئی۔

علامہ حلیؒ نے قواعد میں، شہید اول م: ۷۸۶ھ نے دروس میں اسی طرح کی عبارت کو ذکر کیا ہے جو ایک فقیہ کی ولایت کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ حلیؒ ولایت فقیہ کے سلسلے میں تذکرۃ الفقہا میں رقمطراز ہیں:

وهل يجوز للفقها اقامة الحدود فی حال الغيبة ؟ جزم به الشيخان عملا بهذه الرواية كماياتی ان للفقها الحكم بين الناس ،فكان اليهم اقامة الحدود لمافی تعطيل الحدود من الفساد وقدروی ان من استخلفه سلطان ظالم علی قوم وجعل اليه اقامة الحدود جازله ان يقيما عليهم علی الكمال ويعتقدانه انمايفعل ذلک باذن سلطان الحق لاباذن سلطان الجورويجب علی المومنين معونته وتمكينه من ذلک مالم يتعد الحق فی ذلک وماهو مشروع فی شريعة الاسلام (۱)

غیبت امام زمان (عج) میں فقہا حدود قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شیخ مفیدؒ و شیخ طوسیؒ دونوں کا عقیدہ اس روایت کی بنیاد پر تھا کہ فقہا کو لوگوں کے درمیان حکم نافذ کرنا چاہیے روایت نقل کی گئی ہے کہ جب سلطان ظالم کسی کو اپنا جانشین بنائے اور اسے حدود قائم

---

۱. تذکرۃ الفقہا ، ج۱، ص۴۵۹، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہائے اسلام، ص۲۵۴

کرنے کا اختیار دے تو اس کے لئے اقامہ حدود کرنا جائز ہے اور اسے خیال کر لینا چاہئے کہ یہ کام وہ سلطان عادل کی طرف سے انجام دے رہا ہے نہ کہ سلطان ظالم کی جانب سے اور مومنین پر واجب ہے کہ اس سلسلے میں اس کی مدد کریں۔

علامہ حلیؒ اپنی دوسری کتاب ''تحریر الاحکام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

وهل يجوز للفقها اقامة الحدود حال الغيبه ؟جزم به الشيخان وهو قويٌ عندى (۱)

غیبت امام زمانہ (عج) میں کیا فقہا کے لئے جائز ہے کہ حدود قائم کریں دونوں شیخ (شیخ مفیدؒ اور شیخ طوسیؒ) نے یقین ظاہر کیا ہے اور یہی نظریہ میرے نزدیک بھی قوی ہے۔

اسی طرح جناب علامہ حلیؒ اپنی کتاب قواعد جلد ا ص ۱۱۹ پر لکھتے ہیں:

واما اقامة الحدود فانها للامام خاصة او من ياذن له ولفقها الشيعة فى حال الغيبة ذلك.(۲)

اقامہ حدود یہ امام کا خاص کام ہے یا پھر جسے وہ اجازت دیدیں اور شیعہ فقہا کو بھی زمانہ غیبت میں یہ اجازت ہے۔

بعینہ قواعد کی ج ۲ ر ص ۲۰۰ میں ولی فقیہ کے توسعۂ کار کے بارے میں یوں تحریر ہے:

---

۱. تحریر الاحکام ، ص ۱۵۸

۲. قواعد ج ا، ص ۱۱۹؛ نقل از ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہاے اسلام ج ۲ ، ص ۲۵۵

وفی حال الغیبة ینفذ قضاء الجامع شرائط الافتاء.(۱)

زمانہ غیبت امام میں فقیہ جامع الشرائط کی حکومت، قضاوت ہوتی ہے اور اسی کا فتویٰ نافذ ہوتا ہے۔

تبصرۃ المتعلمین میں تحریر فرماتے ہیں: غیبت کے زمانہ میں امن وامان کی صورت میں فقہا کو اقامہ حدود کرنی چاہیے عوام پر ان کی مدد کرنا واجب ہے لوگوں کو فتوی دینا اور حکم کرنا فقہا کا کام ہے(۲)

محمد بن حسن فخر المحققینؒ م: ۷۷۱ھ

فخر المحققین آٹھویں صدی ہجری کے نابغۂ روزگار میں سے تھے جو اپنے والد علامہ حلیؒ کی طرح مشہور ہوئے ۶۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷۱ھ میں وفات ہوئی فلسفہ منطق، کلام، فقہ، اصول فقہ اور حدیث میں اپنے والد کے شاگرد تھے، علامہ حلیؒ نے تذکرۃ الفقہاء کے مقدمہ میں اور اسی طرح قواعد کے مقدمہ میں بھی اپنے بیٹے کا ذکر کیا ہے اور آرزو وتمنا کی ہے کہ جو کام باپ سے نہ ہوسکا اسے ان کے فرزند انجام دیں گے۔

آپ کی ایضاح الفوائد فی شرح مشکلات القواعد نامی کتاب میں ان کی آرا قابل توجہ ہیں، ولایت فقیہ کے سلسلے میں فخر المحققین کی کتاب ایضاح

---

۱. قواعد، ج۲ ، ص۲۰۰ ؛ ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہاے اسلام ج۲، ص۲۵۵

۲. حسن بن یوسف علی بن مطہر حلی، تبصرہ المتعلمین ، ص۸۳؛ ولایت فقیہ ج۲، ص۲۵۷

الفوائد کی ج ۱،ص ۲۱۹، وص ۳۹۶، ج ۴،ص ۲۹۳، کی مختلف عبارات ہیں۔

جلد ۴، کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے:

جو کچھ بھی مومنین کے حق میں نفع بخش ہو ولی شرعی کی غیر موجودگی میں قاضی اسی طرح ولایت رکھتا ہے جس طرح کہ ولی شرعی کی موجودگی میں ولایت ہوتی ہے (۱)

باب قتال باغی کے سلسلے میں اپنے والد کے قول پر جو حاشیہ لگایا ہے۔

اس کی عبارت یوں ہے:

کل من خرج علی امام عادل فهو باغ ویجب قتاله علی کل من یستنفره الامام اومن نصبه عموما اوخصوصا علی الکفایة.

جو بھی امام عادل پر خروج کرتا ہے اس کا قتل کرنا واجب کفائی ہے ہر اس شخص پر جو امام علیہ السلام کی طرف سے اس مہم کو سر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہو یا جسے امام علیہ السلام عام طور سے یا خاص طور سے اس کام کے لئے منصوب کیا ہو۔

عام طور پر وہی فقہائے شیعہ منصوب ہو سکتے ہیں جو جامع الشرائط ہیں اور ان میں ولی فقیہ کی تمام صفتیں پائی جاتی ہیں۔

---

۱. کتاب ایضاح الفوائد ج ۱ ر ص ۲۱۹ ر وص ۳۹۶ ر ج ۴ ر ص ۲۹۳

محمد بن مکی شہید اولؒ م: ۷۸۶ھ

شمس الدین محمد بن مکی، عاملی، نبطی، جزینی جو شہید اول کے نام سے معروف ہیں شیعہ فقہا میں عظیم شخصیت کے مالک ہیں وہ جنوب لبنان، جبل عامل کے رہنے والے تھے جو شیعوں کا مرکز رہا ہے۔

آپ ۷۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۸۶ھ میں مسلک مالکی کے نام نہاد فقیہ کے فتوی کی بنا پر اور مسلک شافعی کے نام نہاد فقیہ کی تائید فتویٰ کی وجہ سے شہید کردئے گئے (۱)

آپ فخر المحققین کے شاگرد تھے، آپ نے زندان میں اپنی کتاب اللمعہ لکھی جو فقہ کی مشہور ترین کتاب ہے جس کی شرح دوصدی کے بعد فقیہ بزرگ جناب شہید ثانی نے بنام الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ لکھی جو آج تک حوزات علمیہ اور تمام دینی مدارس کے سلیبس کی ایک اہم کتاب ہے اور شرح لمعہ کے نام سے مشہور ہے۔

شہید اول کی دیگر فقہی کتب، دروس، ذکریٰ، بیان، الفیہّ وغیرہ ہیں جو شہید کے عمدہ آثار ہیں شہید اول کی کتابوں پر بھی علامہ حلیؒ وغیرہ کی کتابوں کی طرح بعد میں تحقیق ہوتی رہی، شرحیں لکھی جاتی رہی ہیں اور حاشیے لگائے جاتے رہے ہیں، ان تینوں بزرگوں کی کتابوں کو متون قرار دے کر حاشیہ وشرح کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

---

۱. آشنائی با علوم اسلامی ، ص ۸۸

شہید اول کا خاندان علم و فضل اور فقہ میں مصروف گھرانہ رہا ہے اس خاندان نے اسلام کی بے انتہا خدمت انجام دی اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے ہمیشہ سعی و کوشش کرتا رہا ہے ان کے تین بیٹے تھے جن کا شمار علما و فقہا میں ہوتا تھا اور بیٹی فقیہہ تھیں۔

ولایت فقیہ کے سلسلے سے لمعہ کے باب قضا میں تحریر فرماتے ہیں:

وفی الغیبة ینفذ قضاء الفقیة الجامع شرائط الافتاء فمن عدل عنه الی قضاه الجور کان عاصیا(۱)

غیبت امام زمان (عج) میں فقیہ جامع الشرائط کے لئے قضاوت کرنا فتویٰ دینا نافذ ہے اور جو اس سے عدول کرے گا اور ستمگر حاکم کی جانب سے متعین قاضیوں کی طرف رجوع کریگا وہ گنہگار ہے

شہید اول نے ولایت فقیہ کے سلسلے میں اپنی کتاب دروس باب الحلہ ص ۱۶۵، پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اقسام میں تحریر فرمایا ہے:

حدود و تعزیرات کا قائم کرنا امام یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے چاہے یہ نیابت عمومی ہو۔اس طرح غیبت امام زمان (عج) میں اقامہ حدود اور فتوی فقیہ جامع الشرائط کے لئے جائز ہے (۲)

اور اسی طرح کتاب دروس باب الحسبیہ ص ۱۶۹، پر تحریر فرماتے ہیں:

غیبت امام زمانہ (عج) میں مصالح عامہ کیلئے قضاوت نافذ ہے اس

---

۱. شہید اول، لمعہ، ج ۱، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸

۲. ولایت فقیہ ، ص ۲۷۰

کا حکم امام کے نائب خاص کے حکم کی طرح ہوتا ہے، لوگوں پر
واجب ہے کہ اس کی طرف رجوع کریں (۱)

ولی فقیہ کے تصرفات اور نماز جمعہ کے سلسلے میں تفصیلی بحث ان کی دوسری
کتاب الذکریٰ ص ۲۳۱، باب نماز جمعہ میں درج ہے۔

۱. ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہائے اسلام ج ۲، ص ۲۷۰

چھٹی فصل

نویں صدی ہجری

مقداد بن عبداللہ، فاضل مقداد، سیوری م ۸۲۶ھ

شیخ جمال الدین مقداد بن عبداللہ سیوری حلیؒ اسدی جو فاضل مقداد کے نام سے مشہور تھے جناب شہید اول کے قریب ترین وسب سے زیادہ بہترین شاگردوں میں سے تھے۔

ان کی سال وفات ۸۲۶ھ ہے اس لحاظ سے وہ نویں صدی ہجری کے بزرگ فقہا میں شمار ہوتے ہیں، ان کی فقہ کی مشہور کتاب ''کنز العرفان'' ہے جو آیات الاحکام کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے جس میں آیات قرآنیہ سے مسائل فقہیہ کا استنباط کیا گیا ہے اسی لئے اس کا فقہ میں ایک اہم مقام ہے۔

آیات احکام کے سلسلے میں سنی شیعہ دونوں مذاہب میں کتابیں لکھی گئی

ہیں مگر فاضل مقداد کی ''کنز العرفان'' سب میں بہتر ہے (۱)

ان کی فقہ کی دوسری کتاب التنقیح الرائع ہے جو مختصر الشرائع کی شرح ہے۔

ولایت فقیہ کے سلسلے میں التنقیح الرائع نامی کتاب میں لکھتے ہیں: غیبت امام زمان (عج) میں اقامہ حدود کے سلسلے میں علامہ، شیخ طوسیؒ شیخ مفیدؒ کے نظریات صحیح ہیں چونکہ اگر زمانہ غیبت میں حدود قائم نہ ہوں تو معاشرہ حرام وفساد میں مبتلا ہو کر انتشار کا شکار ہو جائے (۲)

اور اسی کتاب کی جلد ۴ ص ۲۳۸ پر تحریر فرماتے ہیں:

امام علیہ السلام کی غیبت میں فقیہ جامع الشرائط جو فقہائے اہلبیت علیہم السلام سے ہو اس کی قضاوت نافذ ہے اور ص ۲۳۹ کی عبارت یوں ہے:

غیبت امام زمان (عج) میں فقیہ کا حکم سب پر نافذ ہے چاہے متخاصمین اس حکم کے سلسلے میں راضی نہ ہوں (۳)

احمد بن فہد حلی اسدیؒ م: ۸۴۱ھ

جناب احمد بن فہد حلی اسدیؒ فقہ وحدیث سے زیادہ اخلاق، سیر وسلوک میں شہرت رکھتے تھے انھیں لوگ جمال السالکین ابوالمعالی کے نام سے یاد کرتے

---

۱. مطہری، آشنائی با علوم اسلام، ج ۳، ص ۸۹

۲. شیخ جمال الدین مقداد بن عبداللہ سیوری حلی، التنقیح الرائع، ج ۱، ص ۵۹۶

۳. ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہائے اسلام ج ۲، ص ۲۷۸

تھے اور آپ کی کنیت ابوالعباس ہے، شہید اول اور فخر المحققین کے شاگردوں میں سے تھے۔

ان کے مشائخ (اساتذہ) حدیث، فاضل مقداد، شیخ علی بن الخازن، شیخ بہاءالدین علی بن عبدالکریم تھے۔ ظاہری طور سے فقہ میں ان کے وہی اساتذہ تھے جو حدیث کے مشائخ تھے۔

ان کی فقہی تالیف ''المہذب البارع فی شرح مختصر النافع'' اور شرح ارشاد علامہ بنام المقتصر اور شہید اول کی شرح الفیہ ہے۔ موصوف کی سیر وسلوک کی کتاب ''عدۃ الداعی'' ہے۔ ولایت فقیہ کے سلسلے میں المہذب البارع جلد ۱ ص ۴۱۴ میں لکھتے ہیں:

غیبت امام زمان (عج) میں فقیہ مأمون نائب امام ہے (جو اقامہ حدود و نماز جمعہ قائم کرسکتا ہے) اس کے احکام نافذ ہیں، لوگوں پر واجب ہے ان کے قضاوت کرنے اور حدود قائم کرنے میں ان کی مدد کریں (۱)

استدلال کے طور سے مذکورہ ذیل عبارت مربوطہ موضوع پر شاہد ہے:

لان الفقیه المامون منصوب عن الامام حال الغیبة

عادل فقیہ، غیبت کے زمانے میں امام کی طرف سے منصوب ہے۔

---

۱. ولایت فقیہ آذری قمی، ص ۲۸۰

ساتویں فصل

دسویں صدی ہجری

مقدس اردبیلی م: ۹۹۳ھ

مقدس اردبیلی دسویں صدی ہجری کے مفاخر علمائے شیعہ میں سے تھے جن کا زہد وتقویٰ فراست وایمانداری ضرب المثل ہے آپ کا نام احمد بن محمد اردبیلی ہے پاکیزگی نفس کی وجہ سے مقدس اردبیلی کے نام سے مشہور ہیں اور فقہا وخواص کی زبان پر "محقق ومدقق اردبیلی" کی عرفیت سے یاد کئے جاتے ہیں، اس شہرت کا سبب ان کی تحقیقی اور دقیق تالیفات ہیں، ان کی تعریف وتمجید تمام علما ودانشمندوں کے درمیان تصور سے بالاتر ہے۔

جناب شیخ عباس قمی نے مرحوم مجلسی سے نقل کیا ہے کہ احمد بن محمد، محقق اردبیلی کا فضل وکرم، زہد وتقویٰ، پاکیزگی نفس، نفاست وفراست آخری درجہ

تک تھی حد یہ ہے کہ ان کے زمانے میں ان جیسا کوئی نہ تھا(۱)

ان کی فقہی کتاب جو دقت نظر سے پر اور زبدۃ البیان ہے جس میں آیات الاحکام سے بحث کی گئی ہے لیکن جس کتاب نے کافی شہرت حاصل کی وہ ''مجمع الفائدہ والبرھان فی شرح ارشاد الاذھان'' ہے۔ولایت فقیہ کے سلسلے میں مجمع الفائدہ جلد۴، ص ۳۵۸، میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیہ، نائب امام اور اس کی طرف سے منصوب ہوتا ہے اس لئے یہی وہ شخصیت ہے جو حکم وفتویٰ کے امور کی ذمہ داری سنبھالے۔(۲)

اور مجمع الفائدہ ج ۸،ص ۵۴۷، پر یوں ہے:

الظاھر انه لاخلاف فی جواز الفتویٰ والحکم له بل فی وجوبهما علیه(۳)

ظاہر یہ ہے کہ فتوی اور حکم، فقیہ کے لئے جائز ہے بلکہ واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

محقق ثانیؒ م: ۹۳۷ھ تا ۹۴۱ھ

شیخ علی بن الحسین بن عبدالعالی کرکی جو محقق ثانی یا محقق کرکی کے نام سے مشہور ہیں ان کا شمار اکابر فقہائے شیعہ میں ہوتا ہے، انھوں نے شام اور عراق

---

۱. شیخ عباس قمی، الکنی والالقاب، ج ۳، ص ۲۰۰

۲. ولایت فقیہ ، ج ۲، ص ۲۸۵

۳. ولایت فقیہ ، ج ۲، ص ۲۸۵

میں اپنی تعلیم مکمل کی وہ جبل عامل کے رہنے والے تھے، شاہ تہماسب کے زمانہ میں ایران کی طرف ہجرت کی اور شیخ الاسلام کے عہدہ پر پہلی بار فائز ہوئے فقہ میں ان کی کتاب جامع المقاصد ہے جو کہ علامہ کی قواعد نامی کتاب کی شرح ہے۔ مختصر نافع محقق اور شرائع محقق جیسی کتابوں کی شرح یا حاشیہ لکھا ہے آپ کی وفات ۹۳۷ھ اور ۹۴۱ھ کے درمیان بتائی جاتی ہے اسی لئے بعض علما نے آپ کی تاریخ وفات ۹۴۰ھ تحریر کی ہے۔

ولایت فقیہ سے متعلق عبارتیں: فقیہ، امام علیہ السلام کی طرف سے ان کا نائب عام ہوتا ہے (۱)

اقامۂ حدود کے جواز میں جرح وقتل کو باب امر بالمعروف میں ذکر کیا ہے (۲)

شہید ثانیؒ م: ۹۶۶ھ

شیخ زین الدین علی بن احمد عاملی معروف بہ شہید ثانی ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے آپ دسویں صدی ہجری کے عظیم فقہا میں سے ہیں مختلف علوم میں دسترسی رکھتے تھے فقہ کے علاوہ اصول فقہ، منطق، فلسفہ، عرفان، نجوم اور طب میں مہارت حاصل تھی موصوف عمل کے لحاظ سے زہد وتقوی اور پارسائی میں بھی

---

۱. محقق ثانی معروف بہ کرکی، جامع المقاصد، ج ۲، ص ۳۷۴، ۳۷۵

۲. جامع المقاصد، ص ۴۸۸، ۴۸۹

مشہور تھے شاگردوں کا بیان ہے کہ زمانہ تدریس میں اپنے امور معاش و زندگی کے لئے راتوں کو لکڑیاں ڈھوتے تھے۔ جبل عامل کے رہنے والے تھے لیکن کبھی کبھی ان کے دستخط میں الطّوسی الشافی لکھا ہوا بھی دیکھا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اہل طوس سے تھے۔

انھوں نے مصر، دمشق، حجاز، بیت المقدس عراق اور استنبول کا سفر کیا۔ اپنے اس سفر سے انھوں نے ہر جگہ علمی و عملی فائدہ اٹھایا ان کے سنی اساتذہ کی مقدار بارہ تھی ایک زمانے تک بعلبک میں جعفری، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی پانچوں مذاہب کا درس دیتے تھے ان کی تالیفات بہت زیادہ ہیں:

جن میں مشہور ''شرح لمعہ'' ہے دوسری کتاب مسالک الافہام ہے جو شرح شرائع الاسلام محقق حلیؒ ہے، صاحب معالم، شہید ثانی کے فرزند تھے، شہید ثانی ۹۶۶ھ میں شہید ہوئے قاضی صیدا کی کوشش سے مسجد الحرام میں گرفتار ہوئے اور قسطنطنیہ کے راستے میں شہید کئے گئے ان کے جسم مبارک کو دریا میں ڈال دیا گیا اور سر مبارک کو عثمانی بادشاہ کے پاس بھیجا گیا (۱)

شرح لمعہ دینی مدارس اور حوزہ علمیہ کے طلاب کے کورس کی اہم کتاب ہے شہید ثانی نے ولایت فقیہ کے سلسلے میں اسی کتاب میں عنوان قضاوت کو یوں بیان فرمایا ہے:

واذتحقق المفتی بهذاالوصف وجب علی الناس الترافع الیه وقبول قوله، والتزام حکمه لانه منصوب

---

۱. ولایت فقیہ، ج۲، ص۳۰۱

من الامام (ع) علی العموم بقوله: انظروا الی رجل منکم قدروی حدیثنا وعرف احکامنا فاجعلوه قاضیافانی قدجعلته قاضیافتحاکموا الیه (۱)

جب مفتی میں یہ صفات پائی جائیں تو لوگوں کو ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے ان کے قول کو قبول اور ان کے حکم کی پابندی کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ امام علیہ السلام کی جانب سے عمومی طور پر منصوب ہے امام علیہ السلام کا فرمان ہے: تم اپنے لوگوں میں دیکھو کہ کون ہماری حدیث سے آشنا ہے اور ہمارے احکام کو جانتا ہے اسے قاضی قرار دو اس لئے کہ میں نے اسے قاضی مقرر کیا ہے اپنے مسائل میں اس کے پاس رجوع کرو اور فیصلہ لو۔

مسئلہ **قضا** کو شہید ثانی واجب کفائی سمجھتے ہیں شرح لمعہ کی عبارت یوں ہے:

ای الحکم بین الناس (وهو) واجب کفایة فی حق الصالحین له. (۲)

لوگوں کے درمیان حکم قضاوت کرنا صالحین کے حق میں واجب کفائی ہے

شہید ثانی اپنی کتاب مسالک الافہام میں لکھتے ہیں:

فقیہ عادل جامع الشرائط کی قضاوت اور حکم نافذ ہے چاہے

---

۱. سید محمد حسین استر حسین عاملی، الزبدہ الفقھیہ فی شرح الروضۃ البھیہ الجزء الرابع، ص ۷۷

۲. زین الدین علی بن احمد، شہید ثانی، الروضۃ البھیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ: ، ج ۴، ص ۷۰

متخاصمین راضی نہ ہوں (۱)

اس مدعیٰ کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے:

اپنے جھگڑوں کو اہل جور کے پاس نہ لے جاؤ (۲)

شہید ثانی اس امر کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

المراد به من اليه الحكم بحق النيابة الفقيه العدل الامامي الجامع الشرائط الفتوىٰ ،لانه نائب الامام ومنصوبه (۳)

محقق حلیؒ کی مراد اس عبارت ''من الیہ الحکم بحق النیابۃ'' سے فقیہ عادل، امامی ہے جو فتویٰ کی تمام شرائط کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص امام کی جانب سے منصوب و مقرر ہوتا ہے۔

---

۱. زین الدین علی بن احمد، شہید ثانی، مسالک الافہام ، ج۲، ص۳۵۲

۲. وسائل الشیعہ ، ج۱۸ ، ص۱۰۰؛ ولایت فقیہ، ج۲، ص۳۰۲

۳. مسالک الافہام ، دارالہدیٰ قم

آٹھویں فصل

گیارھویں صدی ہجری

ملا محمد باقر سبزواری رحمۃ اللہ علیہ م: ۱۰۹۰ھ

ملا محمد باقر سبزواری گیارہویں صدی ہجری کے جامع معقول ومنقول فقیہ وفلسفی ہیں جو کہ محقق سبزواریؒ کے نام سے مشہور ہوئے آپ نے اسلام کی بڑی خدمتیں انجام دیں، تالیف وتصنیف کے ماہر تھے، ان کی فقہی کتاب ذخیرہ اور کفایۃ ہے جو علمی اور تحقیقی اعتبار سے قابل قدر ہیں، علما اور فقہا کے نزدیک یہ کتابیں بے حد مفید ہیں جن سے فقہی مسائل کے استدلال کرنے میں استفادہ کیا جاتا ہے۔

آپ چونکہ فلسفی بھی تھے اور فلسفہ سے والہانہ عشق تھا لہذا آپ نے بوعلی سینا کی کتاب، شفا کے الٰہیات پر حاشیہ لکھا ہے، آپ کا انتقال ۱۰۹۰ھ میں

ہوا محقق سبزواریؒ نے شیخ بہائیؒ اور مجلسی اولؒ کے پاس علم حاصل کیا ہے (۱)

آپ نے بھی اپنی کتابوں میں ولایت فقیہ کے سلسلے سے مربوط خاطر خواہ بحث کی ہے۔

---

۱. آشنائی با علوم اسلامی، ج ۳ ، ص ۹۷

نویں فصل

بارھویں صدی ہجری

آقا جمال خوانساریؒ م ۱۱۲۵ھ

جمال المحققین آقا جمال خوانساری برجستہ علمی شخصیت ہیں اپنے عہد میں علما اور فقہا کے حلقہ میں مشہور تھے، آپ اپنے پدر بزرگوار جناب آقائے حسین خوانساری کے مانند صاحب قلم تھے اور جامع معقول و منقول تھے۔

آپ نے شرح لمعہ اور ابو علی سینا کی کتاب ''شفا'' پر حاشیہ لگایا۔ آقا جمال دو واسطوں سے سید بحر العلوم کے استاد ہیں (۱)

صاحب لمعہ و شرح لمعہ کے نظریات ''ولایت فقیہ'' کے ضمن میں ان کی شرح ہے۔

---

۱. آشنائی با علوم اسلامی ، ج ۳، ص ۹۷

شیخ بہاء الدین معروف بہ فاضل ہندی م: ۱۱۳۷ھ

ابوالفضل بہاء الدین محمد بن حسن اصفہانی جو "فاضل ہندی" کے نام سے مشہور ہیں اور ۱۰۶۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے عہد صفوی کے عظیم ترین و بلند پایہ فقہا میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

ان کی تالیف کشف اللثام ہے صاحب ریاض العلما نے اپنی کتاب میں ان کی بہت تجلیل کی ہے (۱)

ان کے والد تاج الدین اصفہانی تھے جن کا انتقال ۱۰۹۸ھ میں ہوا۔ شیخ بہاء الدین اصفہانی جوانی کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہندستان گئے اور جب واپس ہوئے تو فاضل ہندی کے نام سے شہرت پائی۔ فاضل ہندی تیرہ سال کی عمر میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے جو علامہ حلیؒ کے مانند تھے۔

ان کی مرجعیت مرحوم علامہ مجلسی کے بعد ۱۱۱۰ھ سے ۱۱۲۵ھ تک تھی صاحب جواہر الکلام نے فاضل ہندی کے بارے میں یوں کہا ہے:

لو لم یکن الفاضل فی ایران ماظننت ان الفقه صار الیه

جواہر الکلام کی پہلی جلد میں ۸۰/بار آٹھویں جلد میں ۱۳۸/مقامات پر صاحب کتاب کشف اللثام کا ذکر ہے ان کی وفات بروز منگل ۲۵/رمضان المبارک ۱۱۳۷ھ کو ہوئی (۲)

---

۱. رسول جعفریان ، احوال و آثار بہاء الدین ، ص۱۰۰
۲. شیخ عباس قمی، فوائد الرضویہ ، ص۴۷۸

کشف اللثام کے علاوہ، شرح لمعہ کی شرح، المناہج السویۃ فی شرح الروضۃ البہیہ، منیۃ الحریص علی فہم شرح التلخیص، التنصیص علی معالی التلخیص، الزہرہ فی مناسک الحج والعمرۃ، تفسیر الفاضل الہندی، الزبدۃ فی اصول الدین وغیرہ تقریباً بیالیس کتابوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ حجۃ الاسلام رسول جعفریان نے اپنی کتاب احوال وآثار بہاء الدین محمد اصفہانی میں کیا ہے، جو موصوف کے بارے میں کافی تحقیقی کتاب ہے آپ کو بارھویں صدی ہجری کے مجدد کی حیثیت سے فقہا نے شمار کیا ہے۔

شرح لمعہ کی شرح میں اپنے آرا کا اظہار کیا ہے اور باب قضاہی میں فقیہ وقاضی کے بارے میں شرائط وفرائض کی بحث کی ہے(۱)

---

۱. شیخ بہاء الدین، المناہج السویہ فی شرح الروضۃ البہیہ

دسویں فصل

تیرھویں صدی ہجری

مولیٰ احمد نراقی م: ۱۲۴۵ھ

فقہا ودانشمندوں کے درمیان ہر دور اور ہر زمانے میں آج تک ہمیشہ ولایت فقیہ کے سلسلے میں مولیٰ احمد نراقی کی کتاب عوائد الایام ہی زیادہ تر موضوع بحث رہی ہے ان کا انتقال ۱۲۴۵ھ میں ہوا۔ عوائد الایام اب بھی بازار کتب میں دستیاب ہے عوائد الایام کے ص ۱۸۶، اور ۱۸۷، پر ولایت کی بحث ہے اور بعد کے صفحات میں بھی ان احادیث کا ذکر ہے جن سے استفادہ کر کے آپ نے اپنے مطلب کی وضاحت کی ہے۔

ملا احمد نراقی نے ''مستند'' کی کتاب قضا میں، عوالی اللئالی سے نقل کیا ہے:

الناس اربعة رجل يعلم وهويعلم انه يعلم فذاک

مرشد حاکم فاتبعوہ (۱)

لوگوں کی چار قسمیں ہیں ایک وہ شخص ہے جو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے ہے کہ وہ جانتا ہے تو وہی حاکم ورہنما ہے اسی کی اتباع کرو۔

عوائد الایام ص۱۸۶ر میں حدیث ۱۱رکو مولیٰ احمد نراقی بطور دلیل پیش کرتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

الملوک حکام علی الناس والعلما حکام علی الملوک(۲)

سلاطین لوگوں پر حاکم ہیں اور علما سلاطین پر حاکم ہیں۔

جناب مولیٰ احمد نراقی نے مقبولۂ عمر بن حنظلہ اور روایت ابی خدیجہ کے الفاظ کو علما کے بارے میں ''حاکم'' اور مطلقاً تمام امور میں تصرف کرنے کو اپنا نظریہ قرار دیا ہے۔

شیخ محمد حسنؒ صاحب جواہر الکلام م: ۱۲۶۶

محقق کی شرائع الاسلام کے شارح جناب شیخ محمد حسن ان فقہا میں سے تھے جن

---

۱. مولیٰ احمد نراقی، مستند الشیعہ، طبع سنگی ج ۲، کتاب قصاص، ۵۱۶؛ علامہ حاج سید محمد حسین تہرانی، ولایت فقیہ در حکومت اسلام، ج ۲، ص ۲۲۸

۲. ملا محسن کاشانی، المحجۃ البیضا، ج ۱، ص ۳۴؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲۰، ص ۳۰۴؛ کلمہ قصار شمار ۴۸۴

کی کتاب جواہر الکلام ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی صورت میں ہے جو تقریباً ۴۳ رجلدوں میں ہے جن میں ہر ایک چار سو صفحات پر مشتمل ہے یعنی تمام جلدوں میں تقریباً ۱۸، ہزار صفحات ہیں۔

کتاب جواہر ایک عظیم ترین کتاب ہے جس کی ہر سطر علمی ہے، جس کے ایک صفحہ کا مطالعہ کافی غور وفکر اور تحقیق کا طلبگار ہے۔ تیس سال تک مسلسل تحریر کا نتیجہ ہے، ان کی یہ کتاب، کام کے عشق وایمان اور استقامت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کاشف الغطاء کے شاگرد تھے۔

انھوں نے بہت سے شاگردوں کی تربیت کی ہے، وہ ایک مرجع بزرگ تھے جن کا انتقال ۱۲۶۶ھ ہجری میں ہوا ولایت فقیہ' کے سلسلے میں جواہر الکلام جلد ۲۱ راور جلد ۲۲ رمیں استدلالی بحث کی ہے۔

جواہر جلد ۲۱، ص ۳۹۴، باب الامر بالمعروف میں شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مقبولۂ عمر بن حنظلہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے نصب قاضی کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام نے امام زمان (عج) کی غیبت میں شیعوں کے امور میں نظم وضبط ہی کے لئے تاکید فرمائی ہے۔

اسی طرح ص ۳۹۹، پر اقامۂ حدود کی بحث میں ولایت فقیہ کی تفصیلات کا ذکر ہے اور جواہر ''کتاب التجارہ'' ص ۱۸۰، پر سلطان جائر کی بحث میں امام عادل اور فقیہ جامع الشرائط کے تصرفات کا ذکر ہے۔

صاحب جواہر نقل کرتے ہیں:

اتفق اصحابنا علی ان الفقیه العادل الامین الجامع لشرائط الفتویٰ ،المعبر عنه بالمجتهد فی الاحکام الشرعیة ، نائب من قبل ائمة الهدیٰ علیهم السلام فی حال الغیبة فی جمیع ما...

فقہا شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک فقیہ عادل امین مجتہد جامع الشرائط امام معصوم علیہ السلام کی غیر موجودگی میں ان کی جانب سے تمام امور میں نیابت رکھتا ہے، آگے فرماتے ہیں:

بل لولا عموم الولایةلبقی کثیرمن الامور المتعلقة بشیعتهم معطلة

اگر ولایت فقیہ میں اتنی وسعت اور عمومیت نہ ہوتی تو شیعوں کے اکثر امور معطل ہوجاتے۔

فمن الغریب وسوسة بعض الناس فی ذالک بل کانه ماذاق من طعم الفقه شیئًا ولا فهم من لحن قولهم ورموزهم امرا ، ولاتامل المراد من قولهم"انی جعلته علیکم حاکما ،قاضیا ،وحجة وخلیفة" ونحوذالک ممایظهر منه ارادة نظم زمان الغیبةلشیعتهم فی کثیر من الامورالراجعة الیهم.ولذاجزم (سلار) فی المراسم تفویضهم علیهم السلام لهم فی ذالک (۱)

---

۱. شیخ محمد حسن نجفی، جواہر الکلام ،ج۲۱ ، ص۳۹۳ ، ۳۹۷

تعجب آور بات ہے کہ اتنی ساری عقلی و شرعی دلیلوں کے باوجود کچھ لوگ شک میں مبتلا ہیں۔ گویا فقہ کی بُو ان کے دماغ تک نہیں پہنچی یا پھر وہ احادیث معصومین علیہم السلام کے اسرار و رموز نہیں سمجھ سکے۔ اے کاش وہ لوگ امام کے اس قول کو سمجھ لیتے ''میں نے انھیں تم پر حاکم، قاضی اور خلیفہ بنایا ہے'' اس سے روشن ہے کہ امام کی مراد زمانہ غیبت میں شیعوں کے اجتماعی و انفرادی مسائل اور ان کے نظام حیات کو منظّم کرنا شیعہ فقہا کی ذمہ داری ہے۔

صاحب جواہر محمد حسن نجفی فقیہ جامع الشرائط کو امام کی جانب سے حجت جانتے ہیں:

وانه الحجة من الامام عليه السلام ،على الناس كماان الامام حجةالله عليهم بل قدعرفت كونه وليا بل لعل ظاهر الدليل ان حجتيه على حسب حجتيه وله حنئذٍ استنابة وتولية الحكم لفتاواه (١)

فقیہ امام کی جانب سے لوگوں پر اسی طرح حجت ہے جس طرح امام لوگوں پر اللہ کی حجت ہے بلکہ فقیہ کو ولی جانا گیا ہے۔ اور دلیل سے یہ ظاہر ہے کہ فقیہ کی حجیت امام کی حجیت پر مبنی ہے اور اس صورت میں ولی فقیہ امام کا نائب اور فتویٰ دینے میں صاحب حکم ہوتا ہے۔

---

۱. جواہر الکلام ، ج۱۶، ص۶۵،۶۶

گیارھویں فصل

چودھویں صدی ہجری

روح اللہ الموسوی ''امام خمینی'' م: ۱۴۰۹ھ کی ولادت

امام خمینیؒ ۲۰؍جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ ق مطابق سالروز ولادت حضرت سیدۃ نساء العالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو شہر خمین میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت آیۃ اللہ شہید سید مصطفی موسوی نے حضرت آیۃ اللہ میرزائے شیرازی کے زمانے میں نجف اشرف اور سامرا میں اپنی تحصیلات کو مکمل کیا آپ کا شمار اپنے زمانے کے بزرگ علما اور مجتہدین میں ہوتا تھا، شہر خمین اور اطراف میں آپ کی زعامت کا چرچا تھا اور اس وقت طاغوتی طاقت اور شرپسندوں سے مد مقابل تھے چنانچہ آپ کو ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ ق میں خمین اور اراک کے راستے کے درمیان ۴۷؍سال کی عمر میں گولی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا ان کا جنازہ

نجف اشرف منتقل کر دیا گیا اور وہیں دفن کئے گئے۔

حضرت امام خمینیؒ کی سرپرستی ان کی پھوپھی ''صاحبہ'' اور مادر محترم ''بانو ہاجر'' نے کی، آپ کی پھوپھی اور ماں کا انتقال ۱۳۳۶ھ ق میں ہوا۔

تعلیمی سلسلہ

آپ نے اپنے گھر سے تعلیم کا آغاز کیا، معلم میرزا محمود سے پڑھنا سیکھا۔

۱۵/سال کی عمر میں فارسی کی تعلیم کو مکمل کیا، علوم اسلامی کو اپنے بڑے بھائی آیۃ اللہ پسندیدہ سے شروع کیا، علم صرف نحو اور منطق انھیں سے پڑھتے رہے اور ۱۳۳۹ھ ق میں تکمیل تعلیم کے لئے اراک چلے آئے اس وقت حوزہ علمیہ اراک کو دیگر حوزات علمیہ کی طرف سے مرکزیت حاصل تھی اور حضرت آیۃ اللہ مرحوم حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدی اس کے زعیم تھے۔

حضرت آیۃ اللہ مرحوم حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدیؒ نے نجف اشرف میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مرحوم سید فشارکی اور میرزائے شیرازی بزرگ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جس وقت مرحوم حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدیؒ شہر قم کے علما کی فرمائش پر ۱۳۴۰ھ ق میں اراک سے قم تشریف لے آئے تو امام خمینیؒ بھی اپنے استاد کے ساتھ قم المقدسہ چلے آئے یہاں آکر آپ نے حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شاہ آبادیؒ اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مرحوم حاج شیخ عبدالکریم حائری یزدی کی شاگردی کی اور بہت کم مدت میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے۔

جامعیت علم

امام خمینیؒ علم فقہ میں ممتاز شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ہیئت، فلسفہ اور عرفان میں مہارت تامہ رکھتے تھے، فقہ واصول میں آپ کے استاد حضرت آیۃ اللہ عبدالکریم حائری اور فلسفہ وعرفان میں حضرت آیۃ اللہ مرزا محمد علی شاہ آبادیؒ تھے نیز اخلاقیات میں حضرت آیۃ اللہ مرزا جواد ملکی تبریزی تھے۔

درس وتدریس

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حائری کے انتقال کے بعد درس فلسفہ کی کلاس میں سب سے زیادہ طلبہ آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے جس وقت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردیؒ حیات تھے اور حوزہ علمیہ قم کی سرپرستی وزعامت انھیں کے عہدہ پر تھی تو آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ ان کے گہوارہ علم وادب میں ایک اعلیٰ علمی صاحیتوں کے حامل تھے اور آپ کی صلاحیتوں کی وجہ سے فقہ واصول اور دیگر کلاسوں میں تشنگان علوم اہل بیت علیہم السلام سب سے زیادہ شرکت کرتے تھے۔

رسالۂ عملیہ

آیۃ اللہ بروجردی کی وفات کے بعد قم المقدسہ کے علما وفقہا نے خواہش کی آپ رسالہ عملیہ چھپوائیں لیکن آپ تیار نہ ہوئے یہاں تک کہ کافی تعداد میں طلاب، علما وفضلاء اور مدرسین حوزہ علمیہ قم اکٹھا ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بے حد اصرار کے بعد تکلیف شرعی محسوس کرتے ہوئے فتوؤں کو

چھاپنے کی اجازت دیدی اور مرحوم سیّد ابو الحسن اصفہانی کی کتاب وسیلۃ النجاۃ کے ساتھ آپ کے فتوئے چھپوائے گئے۔

کچھ مدت کے بعد جناب مرحوم سید محمد کاظم یزدی کی کتاب عروۃ الوثقیٰ پر حاشیہ طبع ہوا اس کے بعد رسالہ عملیہ مومنین کے درمیان نشر کیا گیا بس اسی وقت سے حوزہ علمیہ قم کی زعامت و سرپرستی و تقلید مسلمین کی مرجعیت آپ کے عہدہ پر آ گئی (۱)

مرجعیت

امریکہ کے جاسوس اور صہیونی جو ہمیشہ اسلام دشمن رہے ہیں انھیں حضرت امام خمینیؒ کا سماج میں نفوذ پسند نہ تھا اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ لوگوں کو آپ کی تقلید سے دور رکھا جائے اور قوم وملت کو ان کی رہنمائی اور رہبری سے محروم کیا جائے۔

ایران میں جو بھی آپ کی مرجعیت اور اعلمیت کی بات کرتا اس کو جیل بھیج دیا جاتا یا جلاوطن کر دیا جاتا۔

امام خمینیؒ کو بدنام کرنے کے لئے شاہ ایران کی سفارتیں جو مختلف ممالک میں تھیں ان کی سرگرمیاں ایسی تھیں جس سے ان کی شخصیت مجروح ہو اور مرجع وقت کی حیثیت سے نہ پہچانے جائیں لیکن حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ اور دیگر مذہبی رہنماؤں نے آیۃ اللہ حکیم کی وفات ۱۳۴۸ھ ہجری شمسی کے بعد امام

۱. زندگی نامہ از انتشارات ۱۵، خرداد

خمینیؒ کی مرجعیت واعلمیت کا اعلان کیا اس سلسلہ میں پمفلٹ اور پوسٹر لگائے گئے ادھر امریکہ پوری دشمنی پر تلا ہوا تھا اس کی سازش سے امام خمینیؒ کی مرجعیت کا پرچار کرنے والوں کو جیل بھیجا جانے لگا مگر چاہنے والے اپنے ارادوں میں ثابت قدم رہے اور امریکہ کے اس شوم ارادہ کو پنپنے نہ دیا۔

امام خمینیؒ اور نہضت

رضاخان کی حکومت میں آپ نے اپنے مبارزات اور جہاد کا آغاز کیا اور طاغوت کے بالمقابل ڈٹ گئے حوزہ علمیہ قم میں حضرت آیۃ اللہ بروجردی کی زعامت تھی آپ ۱۳۴۱ھ ق اور ۱۳۴۲ھ ق میں موصوف کے مشوروں سے آگے بڑھتے رہے۔

اسی الزام میں آپ کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا گیا ۸؍مہینہ جیل میں رہے لیکن پھر دوبارہ ۱۹۶۴ء اسی الزام میں گرفتار کر کے ترکیہ جلاوطن کر دیا گیا آپ نے وہاں پر اپنی کاوشیں جاری رکھیں لہذا ۱۳؍مہر ۱۳۴۴ھ ش ۹؍جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ ق بروز منگل ترکیہ سے نجف اشرف (عراق) بھیج دیا گیا جب آپ کو جلاوطن کر کے ترکیہ سے نجف اشرف بھیج دیا گیا تو وہاں آپ نے ولایت فقیہ کے عنوان سے درس دینا شروع کر دیا جس نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا طلبہ کی تعداد بڑھتی رہی اور آپ کی فکروں نے ان کے ذہنوں میں جگہ لے لی، نجف سے آپ کے بیانات، پیغامات اور درسی کیسٹوں کے ذریعہ عوام میں شہرت ہوگئی اور روز بروز حامیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔

اسی وجہ سے شاہ ایران نے صدام پر زور ڈالا اور امام خمینیؒ کو عراق سے نکلوا دیا اور ان کے فرزند ارجمند جناب سید مصطفیٰ خمینی کو پوشیدہ طور پر یکم آبان ۱۳۵۶ھ ش مطابق ۲۳، اکتوبر ۱۹۷۷ء میں زہر سے شہید کر ڈالا ان تمام حادثات سے آپ ذرہ برابر نہیں گھبرائے اور سامراج کے خلاف اپنی جدو جہد کو جاری وساری رکھا۔

ان ہی وجوہات کی بنا پر آپ کو ۱۳ار مہر ۱۳۵۷ھ ش مطابق ۵ر ستمبر عراقی بعثی حکومت نے بھی عراق سے نکال دیا اور وہاں سے آپ پیرس چلے گئے اور ۱۲، بہمن ۱۳۵۷ ھ ش مطابق یکم فروری ۱۹۷۹ء کو ۱۴، سال کی جلا وطنی کے بعد ایران مراجعت کی اور ٹھیک دس دن کے بعد ۲۲، بہمن ۱۳۵۷ھ ش کو ایران کا اسلامی انقلاب کامیاب ہوا۔

انقلاب امام خمینیؒ کی حکیمانہ قیادت

معاشرہ میں ظلم و استبداد، بدکاری و بے راہ روی کو دیکھتے ہوئے طالب علمی سے ہی امام خمینیؒ کے دل میں قوم کی خدمت کے ساتھ ساتھ اس کو نجات دلانے کی فکر تھی فقہ وکلام اور عرفان کی کتابوں کی تصنیف وتالیف اور پھر حوزہ علمیہ قم میں شاگردوں کی تربیت ایک بہترین قیادت کی نشاندہی ہے لیکن دوسرا اہم دور جو اس کے بعد کا ہے وہ ۱۳۵۷ ہجری شمسی سے ۱۳۶۸ھ شمسی کا ہے جس میں زندان، ہجرت، جلاوطنی اور قوم کے جوانوں کی شہادت کے ساتھ ساتھ اپنے نور نظر شہید مصطفیٰ خمینیؒ کی شہادت بھی ہے لیکن اس کے باوجود امام

خمینیؒ اپنے پیغامات کے ذریعہ نہضت و انقلاب کو کامیاب بنانے کی مہم میں لگے رہے اور وہ وقت بھی آیا کہ انقلاب کامیاب ہوا اور حکومت قائم ہوئی اور پھر زمام حکومت کو آخری وقت تک سنبھالے رہے۔

عوامی حمایت

ایک عادل فقیہ کی مدبرانہ قیادت کے بغیر جہاں انقلاب کامیاب نہیں ہوسکتا تھا وہیں عوامی حمایت اگر نہ ہوتی تو بھی انقلاب کی کامیابی مشکل تھی۔ یہ عمومی اور عوامی پشت پناہی فقیہ کی اطاعت کی نشاندہی ہے، میدان عمل میں حاضر ہوکر قائد کی آواز پر لبیک کہہ کر عوام نے ثابت کردیا کہ ہم اس قیادت کی حمایت کرتے ہیں۔

قرآن میں سچے و پابند مومنین کی تعریف میں کثرت سے آیات پائی جاتی ہیں جن میں سورۂ نور کی آیت یوں ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ (۱)

یعنی مومنین صرف وہ افراد ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں اور جب کسی اجتماعی کام میں مصروف ہوں تو اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اجازت حاصل نہ ہوجائے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ دیندار و باعمل اور ایک قائد کے فرمانبردار مومن کی

---

۱. سورۂ نور ، آیت ۶۲

شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ مجاہدانہ زندگی بسر کرے اور ایک ایماندار سپاہی کے انداز میں اپنے رہبر کے اشارہ کا منتظر رہے تا کہ وہ جیسا بھی حکم دے، مکمل تن دہی کے ساتھ اس پر عمل کرے۔

اسی قومی حمایت نے انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا، قوم کی اس حمایت پر امام ہمیشہ قدر دانی کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

توکل بہ خدا

امام خمینیؒ کا یقین اور خدا پر توکل ہمیشہ اتنا زیادہ رہا کہ وہ اپنے فیصلوں میں اٹل رہے اور استقلال و استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ شرف و عزت سے بے نیازی اور خدا کو ہی سپر پاور سمجھنا امام خمینیؒ کا شعار تھا۔ اللہ اکبر کے نعروں کی گونج انقلاب کی کامیابی اور حکومت میں استقلال کا سامان تھی، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دفاعی لحاظ سے کسی سے بھی ساز باز نہ کی۔

جہاں سب لوگ امریکہ کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور اس کے سامنے جھکتے ہیں وہاں امامؒ نے اسے ہمیشہ شیطان بزرگ ہی گردانا ہے فقیہ عادل، مدیر و مدبر اور سیاست دان کی شان ہی یہی ہونی چاہئے تا کہ سماج، اپنے پرائے، دوست و دشمن کو خوب سمجھے اور پہچانے فقط خدا کے سامنے جھکے اور دوسروں کو جھکنے کی تعلیم دے۔

سفر آخرت

امام خمینیؒ نے ہمیشہ دین اسلام کی خدمت کی اور کبھی بھی دشمن سے نہیں گھبرائے، آپ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے نمونہ حیات تھے جس وقت زبان قلم خاموش تھی اہل سخن کی زبانوں پر پہرا ہونے کے باعث ان کے دم گھٹے جا رہے تھے، ہر چیز پر پابندی تھی اسلام ایران کی سرحدوں پر دم توڑ رہا تھا امریکہ اور دیگر اسلام دشمن ممالک اسلام کو زندہ در گور کر دینا چاہتے تھے ایسے بگڑے ہوئے ماحول میں آپ نے حق کے اظہار اور باطل کی تردید سے ذرہ برابر دریغ نہیں کیا۔

یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے ۱۳؍خرداد ۱۳۶۸ھ ش مطابق ۲۸؍شوال ۱۴۰۹ھ ق مطابق ۳؍جون ۱۹۸۹ء رات کے وقت اس دنیا سے رحلت کی تو ملت اسلامیہ خون کے آنسو رو رہی تھی ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔

ملک و بیرون ملک اسلام کے چاہنے والوں نے فرش عزا کا اہتمام کر کے ان کی رحلت کو شدید رنج و غم سے تعبیر کیا، حوزہ علیہ قم میں زیر تعلیم ملک و بیرون ملک کے طلبا اور ایران کی کل آبادی کے پانچویں حصہ نے آپ کی نماز جنازہ اور تشییع جنازہ میں شرکت کی۔

اسی طرح جس وقت آپ پیرس سے ایران آئے تھے تو تقریباً چھ ملین افراد نے استقبال کیا لیکن نماز جنازہ میں تقریباً نو ملین افراد نے شرکت کی اور اپنی عقیدت کا ثبوت دیا۔

تہران کے سب سے بڑے قبرستان ''بہشت زہرا'' میں قم و تہران'' ہائی وے'' کے کنارے دفن ہوئے آپ کا مرقد مطہر، اسلام دوست افراد کے لئے مشعل راہ ہے۔

ولایت فقیہ سے متعلق امام خمینیؒ کا نظریہ

آپ نے ولایت فقیہ کے موضوع کو جلا بخشی اور اس کو کما حقہ معاشرے میں رائج کیا آپ نے فرمایا:

اگر کوئی شخص یہ دو خصلتیں ''قانون الٰہی سے آگاہی اور عدالت'' رکھتے ہوئے حکومت تشکیل دے تو اس کی ولایت وہی ولایت ہے جو معاشرہ کو ادارہ کرنے میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت تھی، لوگوں پر ضروری ہے کہ اس کی اطاعت کریں یہ ایک وہم و گمان ہے کہ حکومت اسلامی کے اختیارات حضرت علی علیہ السلام کے بالمقابل جناب رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ تھے۔

اگر چہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم پر فضیلت رکھتے ہیں اور ان کے بعد حضرت علیؑ تمام دنیا سے افضل و بالاتر ہیں لیکن فضائل معنوی کا زیادہ ہونا حکومت کے اختیارات میں باعث افزائش نہیں ہوسکتا۔

یعنی قوانین ولایت و حکومت خداوند عالم نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ معین کردئے ہیں اب باقی شرائط افراد کے لئے اجرائی

منزل ہے جس میں سب مساوی ہیں (۱)

اسی طرح سے آپ نے کتاب ''شئون واختیارات ولی فقیہ'' کتاب البیع کی بحث ولایت فقیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:

حکومت اسلامی کے مسائل میں جو اختیارات انبیا وائمہ علیہم السلام کو ہیں عادل فقہا کو بھی ہیں۔

دوسری جگہ پر اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

وہ تمام امور جو حکومت و سیاست سے مربوط ہیں اور انبیا وائمہ طاہرین علیہم السلام کے لئے مقرر ہیں فقیہ عادل کے لئے بھی معین و مقرر ہیں اور اسمیں عقلاً کوئی فرق بھی ظاہر نہیں کر سکتے (۲)

اسی طرح دوسری جگہ پر فرماتے ہیں:

وہی تمام اختیارات جو ''تشکیل حکومت'' میں امام معصوم علیہ السلام کو ہوتے ہیں عادل فقیہ کو بھی ہیں مگر یہ کہ وہ دلیل شرعی رکھتا ہو دلیل شرعی کیوں رکھتا ہو اس لئے کہ یہ حق اسلامی معاشرے میں ظاہری حکومت کے مسائل سے مربوط ہے لیکن پھر بھی امام معصوم سے مخصوص ہے دوسروں کو شامل نہیں لہذا فقیہ کو صاحب اختیار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دلیل شرعی رکھتا ہو۔

---

۱. امام خمینیؒ، ولایت فقیہ، ص۴۰، ناشر موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ، ۱۳۷۳ش؛ امام خمینیؒ، حکومت اسلامی، ص ۵۵

۲. شئون واختیارات ولی فقیہ، ترجمہ مبحث ولایت فقیہ از کتاب بیع امام خمینیؒ، ص ۳۳ تا ۳۵

ولایت فقیہ پرسشہا و پاسخہا میں آیت اللہ مصباح یزدی تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے یہ کلمات انقلابی زمانے میں نہیں کہے بلکہ آپ نے ان کو نجف اشرف میں اسلامی انقلاب سے سالہا قبل اپنے درس خارج میں ارشاد فرمائے لہذا اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ نے یہ تمام چیزیں بطور عمومی تمام فقہا جامع الشرائط کے لئے کہی ہیں، اور ایک مسئلہ فقہی بیان کیا ہے اگر آپ دوران انقلاب اور انقلاب کے بعد اس مسئلہ کو بیان فرماتے تو بعض کج فہم یہ اعتراض کر دیتے چونکہ ایران میں اسلامی انقلاب کی مصلحت تھی لہذا انھوں نے ولایت فقیہ کے مسئلہ کو پیش کر دیا (۱)

نیز امام خمینیؒ تحریر کرتے ہیں:

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جو ولایت انبیا و ائمہ علیہم السلام رکھتے تھے ان کی غیبت کے بعد وہی ولایت فقیہ عادل بھی رکھتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں مقام و منزلت کے اعتبار سے برابر ہوگئے چونکہ یہاں مقام سے بحث نہیں ہے بلکہ بحث فریضہ اور ذمہ داری سے ہے اجرائے احکام میں جو رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و ائمہ علیہم السلام کی ذمہ داری تھی وہی ذمہ داری فقیہ عادل کی بھی ہے (۲)

---

۱. شئون و اختیارات ولی فقیہ، ترجمہ مبحث ولایت فقیہ بحوالہ کتاب بیع امام خمینیؒ، ص ۷۷

۲. امام خمینی، ولایت فقیہ، ص ۴۰

حضرت امام خمینیؒ اور ولایت فقیہ نظریے کی ترویج

ولایت فقیہ کے وسیع مفہوم کو علمی طور سے نافذ کرنے اور اس کے رائج ہونے کی پوری کوشش آیۃ اللہ العظمیٰ سید روح اللہ موسوی خمینیؒ نے کی ہے انھوں نے اس موضوع کو فقیہ جامع الشرائط کے فرائض منصبی میں سمجھا چنانچہ انھوں نے حوزہ علمیہ قم کی زندگی ہی میں اس بحث کو اپنے درسیات میں اولیت دی اور شاگردوں کی ایسی تربیت کی کہ ان کے جلاوطن ہونے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور فلکر کو دائمی شکل دینے کے لئے باہر رہتے ہوئے اپنے پیغامات، تقاریر اور تحریروں سے اپنے شاگردوں کی رہنمائی کرتے رہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

جو دلیلیں امامت کی ضرورت پر دلالت کرتی ہیں وہی عصر غیبت میں ولایت فقیہ پر بھی دلالت کرتی ہیں نجف اشرف کی زندگی میں جب ولایت فقیہ کے درسیات کا خصوصی سلسلہ تھا تو دوسرے فقہا وعلما نے اس درس کی تائید میں اپنے وقت درس میں تبدیلی کی تھی تاکہ شاگرد وطلاب اس درس ''ولایت فقیہ'' میں شرکت کرسکیں حضرت امام خمینیؒ نے ایک مجتہد جامع الشرائط کے لئے ولایت فقیہ کو انبیا، مرسلین اور ائمہ علیہم السلام کی تمام ذمہ داریوں ہی کی طرح ایک اہم ذمہ داری سمجھی ہے، موصوف کی کتاب ولایت فقیہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے نیز حکومت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنی

مختلف تقاریر کے ذریعہ گوناگوں انداز میں اس موضوع کے بارے میں وضاحت کرتے رہے ہیں انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد جب دستورالعمل بنایا گیا تو اس قانون اساسی میں ولایت فقیہ کے موضوع کو فوقیت حاصل تھی تمام تر اختیارات اور آخری فیصلہ کی بات ولیٔ فقیہ پر تمام ہوتی تھی۔

امام خمینیؒ کے توسط سے ولایت فقیہ کا اجرا

مہندس بازرگان کو وقتی طور سے ریاست حکومت کے لئے وزیر اعظم منصوب کرنا اور ان سے متعلق فرمانا کہ میرا ان کو اس عہدے کے لئے منصوب کرنا اس ولایت کی وجہ سے ہے جو مجھ کو شارع مقدس کی طرف سے حاصل ہوئی ہے یہ واجب الاتباع ہیں ملّت کو چاہئے کہ ان کی اتباع کرے یہ حکومت ایک عادی حکومت نہیں ہے بلکہ شرعی حکومت ہے اور اس حکومت کی مخالفت شریعت کی مخالفت ہے (۱)

جناب محمد علی رجائی کو ۱۱، ۵، ۱۳۶۰، ہجری شمسی میں جمہوری اسلامی ایران کی صدارت کے لئے منصوب کیا۔ تنفیذ نامہ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملّت شریف و معتمد ایران بہ رغم تبلیغات دشمنان خارج و داخل با اکثریت قاطع افزون از دورہ

---

۱. صحیفہ نور، ج۶، ص۳۱، مرکز مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، بہمن ۱۳۶۱ھ ش

سابق جناب آقای محمد علی رجائی اید اللّٰہ تعالی را به ریاست جمهوری کشور اسلامی ایران برگزیده و این مسئولیت بزرگ و بار سنگین را به عهده او گذاشته است و چون مشروعیت آن باید با نصب فقیه ولی امر باشد این جانب رای ملّت را تنفیذ و ایشان را به رسمیت ریاست جمهوری اسلامی ایران منصوب نمودم۔ (۱)

بقدر ضرورت: چونکہ جمہوری اسلامی ایران کی صدارت کے لئے شرط ہے کہ صدر مملکت ولایت فقیہ کی طرف سے منصوب ہو، لہذا میں ان کو حکومت اسلامی کے لئے بطور رسمی منصوب کرتا ہوں۔

اسی طرح مقام معظم رہبری حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ کو منصب صدارت پر فائز کرتے ہوئے ۱۷رشہریور ۱۳۶۰ر اور ۱۳رشہریور ۱۳۶۴ر ہجری شمسی کو تنفیذ نامہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

این جانب به پیروی ملّت عظیم الشان و با اطلاع از مقام و مرتبت متفکر و دانشمند محترم جناب حجه السلام آقای سید علی خامنه ای ایده اللّٰه رای ملّت را تنفیذ و ایشان را به سمت ریاست جمهوری اسلامی ایران منصوب نمودم (۲)

---

۱. صحیفہ نور، ج ۱۵، ص ۷۶، مرکز مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، بہمن ۱۳۶۱ ھ ش

۲. صحیفہ نور، ج ۱۵، ص ۱۷۹، مرکز مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، بہمن ۱۳۶۱ ھ ش

دوسری مرتبہ:

اینك به پیروی از آراء محترم ملّت عظیم الشان ... آرائی ملّت را برای پس از پایان دور کنونی تنفیذ و ایشان را به سمت ریاست جمهوری اسلامی ایران منصوب می نمائیم (۱)

بقدر ضرورت: ملّت محترم ایران کی آراء کی پیروی اوران کو تنفیذ کرتے ہوتے میں ان کو'' اسلامی جمہوری ایران کی صدارت کے لئے منصوب کرتا ہوں۔

حدود ولایت فقیہ، ملک سے باہر اسلامی پیغام، کمیونسٹ لیڈر کو مطالعۂ اسلام کی دعوت، میخائیل گورباچوف کے نام خط

تاریخ انبیا و مرسلین پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی افکار ونظریات کو نشر کرنے کے لئے انھوں نے اپنی جانب سے سفیروں اور وفود کو بھیجا؛ ان کے نام خطوط لکھے اور دعوت توحید بھی دی۔

انھیں کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے رہبر انقلاب اسلامی اور جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ نے سابق سوویت یونین کے صدر و رہبر میخائیل گورباچوف کے نام ایک خط بتاریخ یکم جنوری ۱۹۸۹ء مطابق

---

۱. صحیفہ نور، ج۱۹، ص ۲۲۱، از پرسشہا و پاسخہا ج ۲، ص۴۲، تا، ۴۴

۲۲/ جمادی الاوّل ۱۴۰۹ھ کو لکھا۔

یہ خط ایک کمیٹی کے ذریعہ بھیجا گیا جس کی سرپرستی ایک مشہور فلسفی، مفکر اور حوزہ علمیہ قم کے استاد جناب آیۃ اللہ شیخ جوادی آملی کررہے تھے، ماہ جنوری ۱۹۸۹ء مطابق ۲۹/ جمادی الاوّل ۱۴۰۹ھ کو روس کی دارالحکومت، ماسکو میں یہ وفد پہونچا اور دوسرے ہی دن دو گھنٹہ پانچ منٹ تک قصر کرملین میں روس کے صدر سے ملاقات رہی۔

اس وفد کے جانے اور مخفی پیغام نے ایک بار پھر دنیا بھر کے عمومی افکار کے دھارے کو انقلاب اسلامی اور اس کے عظیم رہبر کی جانب موڑ دیا جہاں استکباری واستعماری طاقتوں کا پروپیگنڈا یہی تھا کہ انقلاب اسلامی اب ایران کی سرحدوں کے اندر ہی مقید ہوکر رہ جائے گا اور باہر اس کے کوئی اثرات نہ ہونگے مگر اس خط اور وفد کے جانے نے تمام سیاسی مفکروں اور مبصروں کو اپنی جانب موڑ لیا، اس پیغام کو اگرچہ روس کے عمومی افکار سے پوشیدہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر یہ خط مسلمان روسی جوانوں کے درمیان اتنا زیادہ مقبول ہوا جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

مسلمان نشین ریاستوں کے باشندوں میں بیداری کی لہر دوڑی اور اسلام کی طرف تحقیق وجستجو کی ایک فضاء قائم ہوئی، روس کے مسلمان جوانوں نے خفیہ طور پر اس خط کے لاکھوں نسخہ تیار کر کے پورے ملک میں شائع کئے۔

حضرت امام خمینیؒ کا مقصد سابق سوویت یونین کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں تھا بلکہ ان کا مطلب اسلام کے آفاقی پیغام اور الٰہی معارف سے

دورانسانوں کو حقائق سے آ گاہ کرنا تھا،اس تاریخی خط کا مطلب حقیقت میں ستر سال تک ایک خاص فکر کی غلامی میں جکڑے انسانوں کو آزادی کا پیغام دینا تھا اس کے ذریعہ فطرت بشر کی مطلوبہ پیاس کو بجھایا گیا۔

جس کا اثر آج دیکھا جارہا ہے کہ کمیونزم کی قطعی شکست ہوئی اور مشرقی سپر پاور کے زیر اثر حکومتوں میں اسلام اور قرآن کی تعلیمات آزادانہ طور سے ہونے لگی ان حکومتوں میں اسلامی رنگ اور عوام میں مذہبی بیداری کے نقوش ظاہر ہونے لگے۔

یہ خط واقعی اپنی نوعیت کے لحاظ سے انقلاب اسلامی کو وادی کفر وشرک میں برآمد کرنے کا سبب ٹھہرا۔

حضرت امام خمینی کا یہ خط تفصیلی ہے جس کے فارسی متن کے بعض اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔امام خمینی تحریر فرماتے ہیں:

آپ کے ملک کی اصل مشکل مالکیت ،اقتصاد اور آزادی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی تمام پریشانیوں کی اصل جڑ خدا پر اعتقاد نہ ہونا ہے،وہی مشکل جس نے مغرب کو بھی تباہی وبربادی کی انتہا تک پہونچا دیا ہے اور پہونچا کے رہے گی ۔آپ کی اصل مشکل مبداء وجود ہستی ،خداوند عالم کے مقابلہ میں ایک عرصہ سے جاری فضول ٹکراؤ ہے۔

بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت امام خمینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

اب اس کے بعد کمیونزم کو دنیا کی سیاسی تاریخ کے عجائب گھروں

ہی میں ڈھونڈھنا پڑے گا کیونکہ مارکسیس نظریہ انسان کی واقعی ضروریات کو پورا کرنے سے قطعی قاصر ہے۔

اس لئے کہ یہ ایک مادی نظریہ ہے اور آج مشرق ومغرب کا معاشرہ جس بنیادی بیماری میں مبتلا ہے وہ بشریت کا معنویت پر عدم اعتقاد ہے اور اس بحران سے بشریت کو مادیات کے ذریعہ نجات نہیں دلائی جاسکتی۔

گورباچوف نے جو تھوڑی سی چھوٹ بعض ریاستوں میں دی اس کی تعریف کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں:

جس وقت آپ کی بعض جمہوری ریاستوں میں واقع مسجدوں کے گلدستہ اذان سے اللہ اکبر اور حضرت پیغمبر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی کی صدا ستر سال کے بعد سنی گئی خالص اسلام محمدی کے سبھی طرفداروں کی آنکھوں میں وفور شوق سے آنسو نکل آئے۔

روسی مفکرین اور دانشمندوں کو اسلامی فلسفہ کی تعلیمی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپ اپنے بزرگ دانشمندوں کو حکم دیں کہ وہ صدر المتالہین کی حکمت متعالیہ کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ حقیقت علم وہی وجود محض ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور اس طرح کی فکر مادہ سے مبّرا ہے اور احکام مادہ اس پر جاری نہیں ہوسکتا۔

عارفین کی کتابوں سے خاص طور پر محی الدین عربی کے مباحث

سے آپ واقف ہونا چاہتے ہوں تو چند ذہین و باخبر افراد کو، جو اس قسم کے علم میں مہارت تامہ رکھتے ہوں قم روانہ فرمایئے تا کہ چند سال خدا پر بھروسہ کر کے بال سے بھی زیادہ باریک ولطیف عرفانی منازل سے آگاہی حاصل کریں کیوں کہ علم وآگہی کا یہ سفر طے کئے بغیر وہاں تک رسائی ناممکن ہے۔اسلام کی آفاقیت اور عالمگیری پیغام نجات کو امام خمینیؒ یوں تحریر فرماتے ہیں:

ان مسائل ومقدمات کے ذکر کے بعد اب میں آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ آپ پوری سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے بارے میں تحقیق وتفحص کریں۔

یہ خواہش اس لئے نہیں کہ اسلام ومسلمین آپکے محتاج ہیں، بلکہ اسلام کے آفاقی وعظیم اقدار کی بنا پر ہے جو تمام قوموں کی نجات کا سبب اور باعث آرام وسکون ہے اور یہی بشری، بنیادی مشکلات کی گرہیں کھول سکتا ہے(۱)

روسی سربراہ نے اس پیغام کی عظمت کو واضح کرنے کے لئے کہا:

میرے لئے یہ بات باعث فخر ہے کہ میں دنیا کا پہلا قائد ہوں کہ امام خمینیؒ نے میرے لئے پیغام روانہ فرمایا ہے۔

نمائندگان امام سے کمیونسٹ لیڈر نے کہا:

---

۱. دعوت توحید، ص۱۴ تا ۲۰، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ؛ رسالہ توحید (اردو) مارچ واپریل ۱۹۸۹ء مطابق رجب شعبان ۱۴۰۹ھ، ج۶، شمارہ ۲، ص ۲۹

آپ لوگ امام خمینی تک یہ اطلاع پہونچادیں کہ ہم بہت جلد روس میں آزادی ایمان کا قانون پاس کرنے والے ہیں (۱)

امام خمینیؒ کا تاریخی فتوی، عظمت ونقوش فقیہ کی دلیل

اسلامی فقہ میں قضاوت وافتاء دونوں ایک فقیہ جامع الشرائط کی ذمہ داریوں میں سے ہیں، استعماری طاقتوں کا نیا حربہ اسلام کے مقابلہ میں ''شیطانی آیات'' نامی کتاب لکھوانا تھا جسے ہندوستانی نژاد برطانوی شخص سلمان رشدی نے لکھی۔ امریکہ ویورپ کے تمام ذرائع ابلاغ پر قابض صہیونزم کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن سے کتنا لگاؤ ہے اور وہ اس سلسلے میں کتنا حساس ہیں۔

چنانچہ رشدی نے اپنی کتاب جو صرف اور صرف تخیلات کی ایک داستان ہے اس میں تمام تر توانائیاں اس امر کی طرف صرف کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب وقرابت دار، عزیز واہل خاندان کے احوال وآثار اور خاص طور سے معجز نما کتاب قرآن کریم کو بدنام کرے اور وہ بھی ایسے رکیک انداز اور عامیانہ جملوں کے ساتھ جس لب ولہجہ میں کوئی شریف انسان نہ بات کرنا چاہے اور نہ ہی اس انداز میں گفتگو پسند کرے، ضبط تحریر میں لاکر بظاہر فن وادب میں ایک نیاباب کھولا ہے۔

۱۔ رسالہ توحید

امہات المومنین جو حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی قرآن کی صریح آیات کی روشنی میں اتنا محترم تھیں کہ عقد ثانی سے محروم تھیں، بعض نے جوان ہونے کے باوجود تنہا زندگی بسر کی جبکہ ازواج رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''شیطانی آیات'' میں فاحشہ اور خود فروش کے طور سے لکھا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو ایک ہوس پرست کی حیثیت دے کر ایسا ماحول دکھایا ہے کہ یہاں کی عورتوں میں عفت اور شرم نام کی کوئی چیز نہیں۔

قرآن کریم جس کا بہ بانگ دہل چیلنج ہی نہیں حقیقت ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس کی ایک آیت یا ایک سورہ کا جواب لے آؤ اور آج تک کوئی نہ لا سکا ایسے معجز نما کلام کو ''شیطانی تخیلات'' سے تعبیر کرنا کس علم وادب کی خدمت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین اصحاب جناب سلمان فارسی علیہ السلام، جناب بلال حبشی علیہ السلام، جناب ابوذر علیہ السلام، جناب مقداد علیہ السلام وغیرہ باعظمت شخصیتوں کا مذاق اڑایا ہے اور ان پر تہمتیں لگائی ہیں اس کتاب کے پڑھنے والے کے پاس اگر ایمان کی کچھ بھی رمق ہوگی تو اس کا اسلامی اور ایمانی جذبہ اس مصنف کے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ فقہ اسلامی میں متفقہ طور سے یہ بات طے ہے کو اگر کوئی بھی شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے، فحش کے الفاظ استعمال کرے تو وہ توہین نبوت کا مرتکب اور مرتد ہوتا ہے چنانچہ امام خمینیؒ جوامت اسلامیہ کے رہبر وقائد ہونے کے ساتھ ساتھ جن میں افتاء، قضاوت کی بھرپور صلاحتیں فقیہ جامع الشرائط کی تھیں اس کی روشنی میں فتویٰ دیا تاکہ عالمی پیمانہ پر

مسلمانوں کے جذبات کا اظہار ہو اور اس طرح اسلامی حقوق کا پاس ولحاظ رکھا جاسکے۔

''آزادیٔ اظہار رائے'' کا نعرہ لگانے والے جان لیں کہ وہ ایک ارب مسلمانوں کے جذبات ، احساسات اور عقائد سے ٹکرایا ہے ، بین الاقوامی قانون کی روشنی میں تمام مسلمانوں کی توہین ہوئی ہے۔

امامؒ کے اس فتویٰ سے استکباری طاقتوں اور استعماری سازشوں اور ساتھ ساتھ مستقبل کے منصوبوں کے تار و پود بکھیر دئے ، یہ فتوی دنیا کے ادیبوں اور قلمکاروں کو یاد دلاتا رہے گا کہ فن وادب کے نام پر جو اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہوئی امامؒ نے اس سازش کو بے نقاب کر کے دنیا والوں کو چیلنج کر دیا کہ اب کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ وہ اس طرح کے کارشوم انجام دے۔

امام خمینیؒ کے تاریخ ساز فتویٰ کی عبارت

یہاں پر قارئین کی سہولت کے لئے ہم فتوے کی متن بھی تحریر کر رہے ہیں:

انّاللّٰہ و انّا الیه راجعون

به اطلاع مسلمانان غیور سراسر جهان می رسانم ، مؤلف کتاب آیات شیطانی که علیه اسلام و پیامبر و قرآن تنظیم و چاپ و منتشر شده است ، همچنین ناشرین مطلع از محتوی آن محکوم به اعدام می باشند ،از مسلمانان غیور می خواهم تا در هر نقطه که آنان را یافتند ، سریعاً آنها را اعدام نمایند تا

دیگر کسی جرأت نکند به مقدسات مسلمین توهین نماید و هر کس در این راه کشته شود شهید است۔ انشاء اللّٰه ۔ ضمناً اگر کسی دسترسی به مؤلف کتاب دارد ولی خود قدرت اعدام آن را ندارد ،او را به مردم معرفی نماید تا به جزائ اعمالش برسد ۔ والسلام علیکم ورحمة اللّٰه و برکاته(۱)

روح اللّٰه موسوی خمینی ۱۱/۱۳٦۷/ ھ ش ۱٤/ فروری ۱۹۸۹ء ۸/رجب ۱٤۰۹ ھ ق

دنیا بھر کے غیرت مند مسلمانوں کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ شیطانی آیات نامی کتاب جو اسلام، پیغمبرؐ اور قرآن کے خلاف لکھی، چھاپی اور منتشر کی گئی ہے اس کے مؤلف اور کتاب کے مضامین سے باخبر ناشرین کی سزا موت ہے، میں غیرت مند مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں، ان افراد کو جہاں کہیں پائیں جلد از جلد موت کے گھاٹ اتاردیں تاکہ پھر کسی میں مسلمانوں کے مقدسات کی توہین کرنے کی جرأت پیدا نہ ہو اس راہ میں قتل ہونے والے افراد شہید ہیں۔ انشاء اللہ۔ اگر کوئی شخص مؤلف تک رسائی رکھتا ہے لیکن اس میں اسے سزائے موت دینے کی توانائی نہیں ہے تو وہ عوام کو اس کے ٹھکانے کا پتہ بتائے تاکہ وہ اپنے کیفر

---

۱. نقد و توطۂ آیات شیطانی ، ص ۱۱۵

کردار کو پہونچ جائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، روح اللہ موسوی خمینیؒ۔

رفعت وعظمت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں قرآنی آیات، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقہ اسلامی اور احادیث کی تمام کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے یا آپ پر تہمت لگائے، گالی دے، فحش وسب وشتم کرے تو وہ یقینی طور پر واجب القتل ہے۔

کویت سے شائع شدہ فقہی انسائیکلوپیڈیا کے تیسرے حصے میں لفظ ''استخفاف'' (توہین کرنا) کی تشریح میں لکھا ہے:

جملہ علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ انبیائے کرام کی توہین کرنا جن کی نبوت قطعی دلائل سے ثابت ہے قطعاً حرام ہے اور اس فعل کا مرتکب ہونے والا مرتد ہوتا ہے کیونکہ خدا سورہ توبہ آیت ۶۱، میں فرماتا ہے:

ومنهم الذين يوذون النبي...

انھیں میں سے وہ لوگ ہیں جو نبی کو اذیت پہونچاتے ہیں۔

کچھ تفصیل کے بعد سورہ توبہ کی آیت ۶۵، سے ثابت ہے کہ جو شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استہزا کرے وہ مرتد ہے۔

اسلام کے درمیان مرتد کے قتل سے پہلے اس کے توبہ کر لینے پر قبولیت کے سلسلے میں مختلف نظریہ پائے جاتے ہیں۔

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح باری ج ۱۲، ص ۲۳۶، پر تحریر فرماتے ہیں:

جو بھی صریح الفاظ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرے واجب القتل ہے۔

پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام سے محمد ابن مسلم نے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: امام علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب وشتم کرے اگر جان کا خوف نہ ہو تو اس کا قتل کرنا واجب ہے۔

علامہ طبرسی نے امام رضا علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انبیا کو برا بھلا کہنے کی سزا قتل ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص میرے متعلق گستاخی کرے اسے فوراً قتل کر دیا جائے (۱)

رہبر انقلاب آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای مدظلہ کی زندگی خود اپنی زبانی

آپ امام خمینیؒ کے خاص شاگرد ہیں اور انقلابی زمانے میں ان کی بھرپور مدد کی ہمیشہ انکے نظریات کی تائید وتوثیق کی، ولایت فقیہ کے سلسلہ میں بھی آپ نے استاد ہی کی پیروی کی اور ان ہی کے مسلک کو سراہا، جب آپ دوسری مرتبہ صدارت کی کرسی کے لئے منتخب ہوئے تو حلف برداری کے موقع پر امام خمینیؒ

---

۱. وسائل الشیعہ، ج۱۸، ص۴۵۹

نے انکے بارے میں فرمایا میں نے آقائے خامنہ ای کی پرورش کی ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

میں ان کو انقلاب سے کئی سال پہلے سے جانتا تھا اور ان سے قریبی رابطہ تھا جو اب تک برقرار ہے یہ حکومت اسلامی ایران کا داہنا بازو ہیں یہ ایک ایسے عالم ہیں جو فقہی مسائل سے آگاہ اور ولایت فقیہ کے بہترین اور پختہ حامی ہیں (۱)

آپ اسلامی اصولوں کے پابند اور دین وسیاست کے عالم سامراج کے دشمن، بہترین معلم خطیب اور ﴿ اشداء علی الکفار ورحماء بینهم ﴾ کے مصداق ہیں، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی حسینی خامنہ ای مدظلہ العالی، تاریخ کے ان افراد میں سے ہیں جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ بشریت کے لئے مشعل راہ ہے۔

آپ اپنے سے متعلق خود فرماتے ہیں:

میں ۱۳۱۸ھ۔ق (۱۹۳۹ء) کو ایران کے صوبہ خراسان کے صدر مقام اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے شہر مشہد مقدس کے ایک دینی گھرانہ میں پیدا ہوا آپ اپنے گھر کے ماحول، بچپن کے حالات اور نوجوانی کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ہم آٹھ بہن وبھائی تھے ہمارے والد محترم نے دو شادیاں کیں، جب پہلی شریک حیات

۱۔ صحیفہ نور، ج ۱۵، ص ۱۷۳

نے تین بیٹیوں کا تحفہ دے کر انھیں اس دار فانی میں تنہا چھوڑتے ہوئے دار بقاء کو لبیک کہا تو والد صاحب نے دوسری شادی کی جس سے چار بھائی اور ایک بہن پیدا ہوئے'' آپ مزید فرماتے ہیں: ہمارے والدین ہم پر بہت مہربان اور شفیق تھے، ہماری ماں بہت زیادہ سمجھدار، پڑھی لکھی اور باذوق خاتون تھیں، اور خاص کر قرآن مجید سے بہت زیادہ مانوس تھیں۔

جب ہم چھوٹے تھے ایک جگہ جمع ہو جاتے اور ہماری ماں قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھیں آپ بہت ہی بہترین انداز میں تلاوت کرتی تھیں اور ہر جگہ رک رک کر انبیاؑ کے واقعات سنایا کرتی تھیں۔شروع میں جس نے ہمیں انبیاؑ کے واقعات سے آشنا کیا وہ ہماری ماں ہیں، آپ مختلف مقامات پر قرآنی آیتوں کی تشریح بھی کرتی تھیں۔

ہمارے والد محترم بھی ایک بہت بڑے عالم دین اور ایک خاموش طبع انسان اور ترک زبان تھے اس کے برخلاف ہماری والدہ بہت خوش سخن، ہوشمند، خوش رفتار اور فارس زبان تھیں، ہم اصل میں تبریز کے رہنے والے ہیں یعنی ہمارے والد صاحب اصل میں اہل خامنہ (تبریز) کے رہنے والے تھے، اس طرح ہم بچپن ہی سے فارسی اور ترکی دونوں زبانوں سے آشنا ہوئے ہمارے گھر کا ماحول، بہت ہی اچھا تھا، البتہ گھر کے اندر شور وغل زیادہ رہتا تھا

چونکہ نہایت ہی چھوٹا تھا جس کی وجہ سے زندگی مشکل سے گزرتی تھی، مجھے چار پانچ سال کی عمر میں مکتب (اسکول) بھیجا گیا۔ وہ مکتب لڑکیوں کا تھا، وہاں ایک خاتون ٹیچر تھی اور زیادہ تر لڑکیاں وہاں، ہم صرف چند لڑکے تھے۔"

آپ کی ابتدائی زندگی نہایت ہی فقر و سختی میں گزری جس کے بارے میں آپ خود ہی فرماتے ہیں:

اشیا کے سستے ہونے کے باوجود نہایت ہی سختی میں زندگی گزرتی تھی یہاں تک کہ ہم ہمیشہ گندم کی روٹی بھی نہیں کھا سکتے تھے، معمولاً جو کی روٹی کھاتے تھے اور کبھی گندم اور جو کی مخلوط روٹی، گندم کی روٹی تو بہت ہی کم ملتی تھی، گھر میں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تو دادی اماں مجھے یا باقی بہن بھائیوں کو کچھ پیسے دیتی اور ہماری ماں بازار سے کشمش یا دودھ خرید کر لے آتیں اور ہم اسی کے ساتھ روٹی کھاتے تھے۔

ہمارا گھر مشہد کے ایک فقیر نشین محلے میں واقع تھا، یہ گھر تقریباً ۶۰، ۷۰ مربع میٹر زمین پر مشتمل تھا، ہمارے گھر کا صرف ایک ہی کمرہ تھا۔ اور ایک تاریک تہہ خانہ، جس وقت ہمارے گھر مہمان آتے تھے تو ہم سب تہہ خانہ میں چلے جاتے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر کچھ مخیر حضرات نے ایک چھوٹی سی زمین خرید کر ہمارے والد کو ہدیہ کر دی، جس سے ہمارے گھر میں تھوڑی سی وسعت

آ گئی۔

لباس اور پوشاک کے اعتبار سے بھی ہماری حالت کچھ بہتر نہ تھی ہماری والدہ، والد صاحب کے پرانے کپڑوں کو کاٹ کر ہمارے لئے ایک لباس سل دیتی تھیں جس کا نہ قمیص میں شمار ہوتا نہ عبا میں، یہ ایک لمبی سی قمیص تھی جو پنڈلیوں تک پہنچ جاتی تھی اور جگہ جگہ پیوند دیکھنے میں آتے تھے۔ ہمارے والد صاحب بھی با آسانی لباس تبدیل نہیں کرتے تھے، مثال کے طور پر آپ کی ایک عربی قمیص تھی کہ جسے آپ چالیس سال سے پہن رہے تھے۔"

تعلیمی اعتبار سے بھی آپ کی ذات نمونہ عمل ہے، آپ سولہ سال کی عمر میں درس خارج پہنچے آپ کی زندگی سے یہ درس ملتا ہے کہ فقر و فاقہ کشی کے باوجود اگر انسان کوشش کرے تو سعادتِ دارین سے بہرہ مند ہوسکتا ہے۔

آیۃ اللہ العظمیٰ حاج سید علی حسینی سیستانی ''مدظلہ''

آپ ایران کے مشرقی شہر مشہد مقدس میں پیدا ہوئے، علمی گھرانہ میں پرورش پائی پانچ سال کی عمر سے گہوارہ علم وادب میں قدم رکھا، قرآن سے تعلیم کی ابتدا کی اس کے بعد گیارہ برس کی عمر میں دیگر علوم حاصل کئے، فقہ واصول، منطق وفلسفہ، اور علم کلام میں اچھی استعداد حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر قم المقدسہ آئے اور وہاں پر مرجع وقت حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی جیسے جامع الشرائط مجتہد کے درس میں شرکت کی۔

آپ ۱۹۵۲ء میں نجف اشرف تشریف لے گئے اور وہاں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئیؒ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیمؒ کے دروس میں شرکت کر کے درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

جس وقت امام خمینیؒ جلاوطن ہو کر عراق پہونچے تو اس وقت آپ کی زندگی پر ان کے افکار اور نظریات کا اچھا خاصہ اثر پڑا، آپ نے جب درس خارج شروع کیا تو اپنے شاگردوں کو ولایت فقیہ اور دیگر موضوعات میں غور وفکر کا پورا پورا اختیار دیا اس وقت آپ کی عمر ۶۲ رسال تھی جب آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی کے انتقال کے بعد زیادہ تر امور کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آئی، آپ نے مذہبی اور عوامی سطح پر ایک اچھا راستہ ہموار کیا جس کے اسباب اور نتائج کو دیکھ کر صدام کے ٹرینڈ بعثی کارندوں نے آپ کے اوپر ناکام حملہ کیا۔

آپ نے اگر چہ کثیر تعداد میں کتابیں تالیف وتصنیف کی لیکن ان میں آپ کی ''فقہ المغتر بین'' نامی کتاب قابل ستائش ہے جو مغربی دنیا میں رہنے والے مومنین کے لئے نایاب تحفہ ہے جس میں ان کی زندگی اور معاشرے سے متعلق مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

اپریل ۲۰۰۳ء میں جب آپ نے امریکہ کے ہاتھوں عراق پر تسلط کی مخالفت کی اور فوری طور پر عراق سے امریکی وبرطانوی فوجوں کے نکل جانے کا مطالبہ کیا تو شروع میں امریکہ نے ان کی مخالفت کو زیادہ اہمیت نہ دی اور ان کی باتوں پر کان نہ دھرا لیکن جس وقت عوام کے امنڈتے ہوئے سیلاب کو

نہ روک پایا اور یہ سمجھ گیا کہ عوام کی باگ ڈور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے ہاتھوں میں ہے تو اکثر موقعوں پر اپنی شکست ماننے میں خیر سمجھی اور واشنگٹن کو اپنے فیصلوں سے پیچھے ہٹنے میں عافیت نظر آئی۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے اختلاف کرنے اور عراق میں عراقی عوام کا حکومت کرنے والی تجویز سے امریکہ کی دخل اندازیوں پر بھاری اثر پڑا۔ جس وقت عراق کا دستور العمل ان لوگوں کے لئے تیار کیا گیا جن کو عوام نے منتخب نہیں کیا تھا تو آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی نے برجستہ کہا کہ دفاعی کمیٹی میں اس طرح کے انتخاب کی وضاحت نہیں کی گئی ہے ان تمام امور میں آپ کو عوامی حمایت اور اثر ورسوخ کا اندازہ سب کو ہو گیا اور واشنگٹن کے لئے ایک بہت بڑی مشکل سامنے آ گئی جس کا حل ان سے سمجھوتے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

امریکہ سمجھ گیا کہ علما اور فقہا ہی ملک کے وفادار ہیں اور ان کی انقلابی تحریک کو روکا نہیں جا سکتا۔

نیز آپ نے تمام عوام کو انتخابات میں شرکت کرنے کا حکم دیا اور الیکشن میں کھڑے ہونے والے کنڈیڈیٹ کی لیسٹ بھی آپ ہی کے اشاروں پر مرتب ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ امریکہ کی طرف سے معین کئے گئے وزیر اعظم اور صدر پارلمینٹ میں زیادہ سیٹیں حاصل نہ کر سکے۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کی پارٹی نے ڈاکٹر سید ابراہیم جعفری کو بطور تجویز وزیر اعظم نامزد کیا اور ہوا بھی یہی کہ بعد میں پارلمینٹ کے

نمائندوں نے جہاں جلال طالبانی کو ملک کا صدر اور ڈاکٹر مہدی الہادی (شیعہ نمائندے) اور غازی الیاور (سنی نمائندے) کو نائب صدر منتخب کیا وہاں ڈاکٹر ابراہیم جعفری کو وزیر اعظم منتخب کیا گیا اور تمام حکومتوں نے اس موقت عراقی حکومت کو رسماً قبول کرنے کے ثبوت میں مبارکباد بھی پیش کی۔

نتیجہ: ان تمام حالات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک ولی فقیہ اور مجتہد جامع الشرائط کو اگر وقت اور حالات کے تقاضے میسر ہوں تو وہ اپنی ولایت کو استعمال کر کے نظام حکومت میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے اور اپنے نقوش کے ذریعہ وہ ذمہ داریاں نبھا سکتا ہے جو خدا ور سول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کی جانب سے اسے حاصل ہیں۔

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے اہم نظریات

ایران کے مشہور اخبار بنام ''رسالت'' روز یکشنبہ ۱۵ ر شوال ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۸ ر نومبر ۲۰۰۴ء میں وہ سوالات جو عوام الناس اور مقلدین نے ولایت فقیہ کے سلسلے میں آپ سے کئے، ان کے جوابات اس طرح تحریر کئے ہیں: ان اہم امور میں جن پر حکومت کا دار و مدار ہو اور نظام حکومت ان پر تکیہ کئے ہوئے ہو، ولایت فقیہ کا حکم تمام لوگوں پر نافذ ہے، حتی اگر ولایت فقیہ اور مجتہد کے حکم میں فرق ہو ''خواہ وہ حکومت سے متعلق ہو یا معاشرتی زندگی سے'' تو مقلد ولی فقیہ کے حکم پر عمل کرے گا۔

نیز آپ نے سوالوں کے جواب میں فرمایا:

اس فقیہ عادل کا حکم نافذ ہے جس کو مومنین عام طور سے قبول کرتے ہیں یعنی لوگوں کو چاہیئے کہ اس کے حکم پر عمل کریں نیز آپ نے فرمایا اس شرعی عادل، حاکم کا حکم جو عوام کی جانب سے مقبول ہو اور نظام معاشرہ اس پر موقوف ہو تو اس کا حکم نافذ ہے۔

آپ نے اختیارات ولی فقیہ کے متعلق فرمایا:

وہ امور جو حفظ نظم سے مربوط ہیں ان میں وہ فقیہ جو تمام مومنین کے درمیان مقبول ہے، ولایت رکھتا ہے۔

پانچواں باب

عبادات اور معاملات

پہلی فصل

عبادات میں ولایت فقیہ کا کردار

تبصرہ

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی تحریر کیا کہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

الولایة من الامور الوضعیة الاعتبار یة العقلائیة

ولایت ایک وضعی، اعتباری اور عقلی امر ہے۔

لہذا المعہ، مکاسب وغیرہ میں تمام بحث، فقہ سے متعلق ہے جو حضرات فقط ان بحثوں کو پیش نظر رکھتے ہیں وہ ولایت فقیہ کو انھیں تمام امور میں محدود جانتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ولایت فقیہ مجورین، لاوارث وغیرہ کے لئے ہی ہے جبکہ ایسا قطعاً نہیں ہے۔

شیخ انصاریؒ کا ہدف بھی ہرگز یہ نہیں ہے کہ ولایت فقیہ، مذکورہ موضوع میں

محدود کر دی ہے بلکہ ولایت فقیہ تمام مسائل خواہ وہ عبادی ہوں یا سماجی سب کو شامل ہے شیخ انصاری نے صاحب جواہر کے اثر کو قبول کیا ہے یعنی شیخ انصاری نے کتاب البیع میں ولایت مجورین کو بیان فرمایا لیکن جب انہوں نے کتاب قضا میں قضا سے بحث کی ہے تو صاحب جواہر کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ولایت فقیہ کو بیان کیا ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث معصومین علیہ السلام کی روشنی میں ولایت فقیہ کا تصور عمومی طور سے تمام عبادات و معاملات میں پایا جاتا ہے، کلام پروردگار میں تقریباً ۵۱۲/آیتیں عبادت کے سلسلے میں پائی جاتی ہیں جن سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر آیات انسانی زندگی، معاشرتی اصول اور معاملات کے سلسلے میں ہیں نیز آیات الٰہی اسلامی نظام کی وسعت اجتماعی اقتصادی واخلاق فاضلہ اور سماجی حقوق کے ساتھ ساتھ سیاسی تعلقات سے بھی ہماہنگ ہیں اگر مقصد اسلام صرف عبادات ہی ہوتا تو لوگوں کے شخصی گھر ہی عبادت گاہ ہوتے مسجد کی ضرورت نہ ہوتی جبکہ مسجد کے ''محراب و منبر'' کے الفاظ، علم صرف کی ترکیب کے لحاظ سے اسم ظرف اور اسم آلہ ہیں (محراب یعنی جنگ کی جگہ یا ذریعہ) اسی طرح منبر (یعنی بلند کرنے کی جگہ اور ذریعہ) ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ عبادات اور معاملات کے مسائل مسجد سے ہی حل ہونگے اسی لئے حضرت امام خمینیؒ نے کہا تھا:

مسجد يك سنگر است سنگرها را حفظ كنيد

حقیقت یہ ہے کہ مسجد کو مورچا بنا کر ہی اسلامی جہاد کیا جاسکتا ہے یہیں

سے جہاد اصغر اور جہاد اکبر دونوں کے احکام ملتے ہیں، نماز جماعت، نماز جمعہ اور عیدین کے فلسفہ پر اگر نظر کی جائے تو یہ عبادات ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسائل کے حل کا بہترین ذریعہ اور سیاست دنیا کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

نماز (ستون دین)

نماز مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے، غار حرا سے اتر کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا تشریعی کام جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مل کر جماعت سے نماز کا قائم کرنا تھا۔

نماز جماعت کے اہتمام وانضباط کے لئے احادیث میں جو کچھ آیا ہے وہ فرامین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ معصومین علیہم السلام ہیں لیکن قرآن نے متعدد مقامات پر تاکید کی ہے اور خاص طور سے سورۂ نساء کی آیت ۱۰۲، میں جنگ کے وقت بھی نماز جماعت کی ترکیب وترتیب کو بطور احسن بیان کیا ہے۔

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ

اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (۱)

اور جب آپ مجاہدین کے درمیان ہوں اور ان کے لئے نماز قائم کریں تو ان کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور اپنے اسلحہ ساتھ رکھے اس کے بعد جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ پشت پناہ بن جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آ کر شریک نماز ہو جائیں اور اپنے اسلحہ اور بچاؤ کے سامان اپنے ساتھ رکھے، کفار کی خواہش یہی ہے کہ تم اپنے ساز و سامان اور اسلحہ سے غافل ہو جاؤ تو یہ یکبارگی حملہ کر دیں۔ ہاں اگر بارش یا بیماری کی وجہ سے اسلحہ نہ اٹھا سکتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اسلحہ رکھ دو لیکن بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو اللہ نے کفر کرنے والوں کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص بغیر کسی سبب کے مسجد میں نماز نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہے (۲)

نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے اگرچہ نیزے کی نوک پر ہی کیوں نہ ہو (۳)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

---

۱. سورۂ نساء ، آیت ۱۰۲

۲. ۳. مستدرک الوسائل، ج ۱، ص ۴۸۸ ،ص ۴۸۹، باب ۲، ابواب صلاۃ الجماعۃ

جو لوگ جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے گھروں میں ہی نماز ادا کرلیا کرتے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھروں کے جلانے کا ارادہ کرلیا تھا(۱)

نماز جماعت میں اجتماعی مصلحتوں کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے جس کے فوائد بہت ہیں، جن میں آخرت کا ثواب اپنی جگہ پر مگر مومنین سے ملاقات، ان سے احوال پرسی اور حالات سے آگاہی کے علاوہ سماجی مسائل کا بھی حل ہے، فرادیٰ نماز تو مجبوراً ادا کی جاتی ہے یا پھر کوئی عذر شرعی ہو یا ایسے اسباب جو قابل قبول ہوں۔

انھیں فوائد کے پیش نظر نماز جمعہ میں دو خطبوں کو رکھا گیا ہے جن میں خداوند عالم کی حمد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح ودرود وسلام کے علاوہ تقویٰ وہدایات کی باتیں اور موعظہ کے ساتھ ساتھ اسلامی سیاسیات اور حالات حاضرہ پر بھرپور گفتگو ہے۔

اسی سلسلہ میں جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے دونوں خطبوں کے اسباب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

لان الجمعة مشهد عام، فارا دان یکون للا میر سبب الی موعظتهم و ترغیبهم فی الطاعة و ترهیبهم من المعصیة، و توقیفهم علی ما اراد من مصلحة دینهم و دنیا هم ویخبرهم بماورد علیهم من الآفاق

---

۱. مستدرک الوسائل ج۵، ص۳۷۷

(الافات، العلل والعیون) من الاھوال التی لھم فیھا المضرۃ والمنفعۃ (۱)

چونکہ جمعہ کا وقت ایک عمومی مشاہدات کا منظر ہے اس لئے خداوند عالم نے نماز جمعہ کو حاکم وقت کیلئے نصیحت کرنے کا بہترین سبب قرار دیا اور اطاعت وفرمانبرداری کی طرف رغبت دلانے اور گناہ ومعصیت کرنے سے روکنے کا ذریعہ بھی بنایا، دین و دنیا کی مصلحتوں سے باخبر کرنے کا وسیلہ قرار دیا نیز حالات زمانہ سے آگاہ رکھنے اور مفید اور مضر باتوں سے مطلع کرنے کا وسیلہ بھی بنایا

اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کا قائم کرنا اور اس کے خطبوں میں مسلمانوں کو اجتماعی وسیاسی امور سے آگاہ کرنا حاکم وقت کا کام ہے اور اس میں دین ودنیا کی بھلائی کی باتیں ہیں ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو امور دین ودنیا پر نظر رکھ کر گفتگو کریگا وہ یا ولی فقیہ ہوگا یا پھر اس کا نمائندہ۔

ذمہ داریوں، برکتوں اور نماز جمعہ کی فضیلتوں کے سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

ان علی الامام ان یخرج المحبسین فی الدین یوم الجمعۃ الی الجمعۃ، ویوم العید الی العید، ویرسل معھم. فاذا قضوا الصلاۃ والعید ردّھم الی السجن (۲)

---

۱. وسائل الشیعہ، ج۵، ص۳۶، باب ۲۱، من ابواب صلاۃ الجمعۃ، حدیث ۱

۲. وسائل، ج۵، ص۳۹، باب ۲۵، ابواب صلاۃ الجمعہ حدیث ۶

امام کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ سزا یافتہ قیدیوں کو روز جمعہ (نماز) جمعہ تک زندان سے باہر نکال دے اور اسی طرح روز عید (نماز عید تک قیدیوں کو رہا کردے، نگران، محافظ اور رکھوالی ان کے ساتھ رہے جوان کی دیکھ ریکھ کرتا رہے اور نماز جمعہ کی فراغت کے بعد جیل میں واپس لے آئے۔

اس حدیث مبارک سے استفادہ ہوتا ہے کہ جب قیدی باہر آئیں گے تو ان کے ساتھ قید خانہ کے ذمہ دار، نگہبان، پولیس اور فوجی وغیرہ ہوں گے اور جب یہ نماز جمعہ میں حاضر ہوں گے تو دونوں خطبات میں موعظہ کے ساتھ اجتماعی وسیاسی باتیں بھی سنیں گے۔

اختیارات کے لحاظ سے یہ بات بھی امام ہی کے سپرد ہے فلسفہ نماز جمعہ میں سیاست دین ودنیا غلبہ نظر آتا ہے جس کے فرائض ایک ولی فقیہ یا اس کا نمائندہ ہی انجام دے سکتا ہے۔

روزہ واعتکاف

روزہ کی ابتدا اور انتہا رویت ہلال کے بغیر نہیں ہوسکتی جس کے شرائط فقہی کتابوں میں درج ہیں۔ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں امام کے حکم کی تاکید اس طرح ملتی ہے کہ امام حضرت محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اذا شهد عند الامام شاهدان انّهما رأيا الهلال منذ ثلاثين امر الامام بالافطار ذالك اليوم اذا كان شهدا

قبل زوال .(۱)

جب امام کے پاس زوال سے پہلے دو گواہ پیش ہوں جو گواہی دیں کہ انھوں نے تیسویں کا چاند دیکھا ہے تو امام افطار کا حکم دیدے گا (یعنی عید کا اعلان ہو جائے گا)

روزہ اور نماز عید کی طرح، اعتکاف کے لئے بھی امام کا وجود اور مسجد کے احکام ملتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لا اعتکاف الا فی المسجد تصلی فیه الجمعة با مام وخطبة .(۲)

اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہے جس میں نماز جمعہ امام خطبوں کے ساتھ پڑھتا ہو۔

ثبوت ہلال اور اعتکاف والی حدیثوں اور ان جیسی حدیثوں سے بھی ولایت فقیہ کا سلسلہ ثابت ہے۔

زکوٰۃ

زکوۃ کے سلسلے میں آیات و روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ اسلامی ٹیکسوں میں سے ایک ٹیکس ہے جس کے اخذ و تقسیم کا سارا کام حکومت اسلامی کا حاکم انجام دیگا۔ پروردگار عالم سورہ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے:

---

۱. وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۲۷۵، باب صلاۃ العید، حدیث ۱۳۴۰۶

۲. وسائل الشیعہ، ج ۱۰، ص ۵۳۸، حدیث ۱۴۰۶۳

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ(۱)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کے اموال میں سے زکوۃ لے لیجئے تا کہ وہ پاک و پاکیزہ ہو جائیں اور انھیں دعائیں دیجئے کہ آپ کی دعا ان کے لئے تسکین قلب کا باعث ہوگی خداوند عالم سننے والا اور جاننے والا ہے۔

زکوۃ کی وصولیابی اور اس سلسلے کے تمام کام کرنے والوں اور مولفۃ القلوب کے لئے ایک حصہ معین کیا جانا اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ یہ حکومت کی دسترس اور تصرف میں ہے یہ کام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات علیہ السلام کی سیرت اور طریقہ کار میں سے تھا کہ زکوۃ اکھٹا کرنے کے لئے کارندوں کو بھیجا کرتے تھے۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها

یعنی زکوۃ فقراء، مساکین اور عاملین کے لئے ہے۔

ایک مرسلہ روایت میں ہے کہ اگر کوئی مسلمان مقروض مرجائے اور ایسا قرض ہو جو کسی اصراف یا فساد کے سلسلے کا نہ ہو تو حاکم وقت پر واجب ہے کہ اسے زکوۃ یعنی صدقات سے ادا کرے اگر ادا نہ کریگا تو گناہگار ہوگا(۲)

ان آیات واحادیث سے ولایت فقیہ کا اشارہ ملتا ہے۔

---

۱. سورہ توبہ آیت ۱۰۳

۲. الکافی، ج۱. ص ۴۰۷؛ کتاب الجمعہ، باب ما یجب من حق علی الامام الرعیۃ، حدیث ۷

خمس اور انفال

خمس اور انفال کے سلسلے میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (۱)

اور تم یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتدار، ایتام مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے۔

خمس کا تعلق صرف مال غنیمت سے نہیں بلکہ ہر فائدہ میں خمس واجب ہے جس کی تفصیل روایات اہلبیت علیہم السلام میں ہے جو وارثان قرآن بھی ہیں اور شریک قرآن بھی ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

لی منه الخمس مما يفضل من مؤونته (۲)

یعنی اس کے مخارج سال سے جو کچھ بچے اس کا پانچواں حصہ یعنی خمس میرے لئے ہے۔

خمس میں سے تین حصے صرف امام کے لئے مختص ہیں اس لئے کہ خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ اور قرابتدار کا حصہ سب کا سب امام علیہ السلام کا ہے۔ بقیہ

---

۱. انفال، آیت ۴۱؛ علامہ جوادی، انوار القرآن، ص ۳۹۷

۲. وسائل، ج ۶، ص ۳۴۸، حدیث ۲

مسلمانوں کے اخراجات کے سلسلے میں مثلاً: قرض کی ادائیگی، حج اور جہاد کی آمادگی اور جہاد پر بھیجنا وغیرہ ہے۔

مساکین وایتام کی پرورش وتربیت اور مسافران غربت زدہ کے اخراجات بھی خمس سے پورے ہوں گے۔ امام ہشتم علیہ السلام کے فرمان سے خمس کے ضمن میں حصوں کی تقسیم کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے انفال کے بارے میں فرمایا:

ان للقائم بامور المسلمين بعد ذلك الانفال التى كانت لرسول الله (۱)

مسلمانوں کے معاملات کو حل کرنے والے کیلئے انفال ہیں جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے۔

اس سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے مصالح کی خاطر جو خرچ ہوتا ہے وہ کسی ذمہ دار کے ہی ذریعہ ہوتا ہے اور وہی حاکم وقت یا ولی امر اور زعیم مسلمین ہوگا۔ خمس دیگر پانچ چیزوں مثلاً: غنائم، غوطہ زنی، خزانہ، معدنیات اور کشتی رانی سے، فائدہ حاصل ہونے والی چیزوں پر واجب ہے۔

انفال وہ زمین بھی ہے جس کے مالک ہلاک اور ختم ہو گئے ہیں اور مردہ زمین جس کو مسلمانوں کے قبضہ میں بغیر جنگ کے دیا گیا ہو اور جس پر گھوڑے یا اونٹ نہ دوڑائے گئے ہوں یا بالمقابل لوگوں نے جنگ کے بجائے صلح کر لی ہو نیز پہاڑوں کی چوٹیاں، وادیاں، جنگلات ہر غیر آباد زمین جس کا کوئی

---

۱. وسائل ج ۶، ص ۳۷۰، باب الانفال حدیث ۱۹

مالک نہ ہو یہ سب کے سب ولی امر مسلمین کیلیئے ہے یا ان کی طرف سے معین افراد کے لئے ہے اور چونکہ ولی امر ہی الٰہی حاکم ہوتا ہے لہذا انفال حاکم وقت کے لئے ہے شرعی نقطہ نظر سے اس وقت ان تمام چیزوں پر مالکیت ، حاکمیت اخذ وصرف کا اختیار ولی فقیہ کو حاصل ہے۔

حج وزیارت

حج وزیارت کا جہاں الٰہی ، عبادی ہونے کے لحاظ سے ایک اونچا مقام ہے وہیں اس کے سیاسی فوائد بھی ہیں مثلاً: حج وزیارات کی مناسبت کے موقعوں پر دنیا کے مسلمانوں کا جمع ہونا اور اپنے تمام مسائل پر بحث وگفتگو اور ان کے حل کی تلاش کرنا خود سیاسی اہداف ومقاصد ہیں، اسی لئے خداوند عالم نے اس کی اہمیت کے پیش نظر بیت اللہ کو قیام کی جگہ بنایا:

جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیاماً للناس (۱)

اللہ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے سب لوگوں کے قیام کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

یعنی پورے عالم کے اجتماع کا مرکز قرار دیا مسلمان یہاں اکھٹا ہو کر صلاح وفلاح کے بارے میں گفت وشنید کر سکتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱. سورۂ مائدہ ، آیت ۹۷

لو عطل الناس الحج لوجب علی الامام ان یجبرھم علی الحج (۱)

اگرلوگ حج کرنا چھوڑ دیں اور کعبہ حج سے خالی ہوجائے تو امام پر واجب ہے کہ لوگوں کو حج کرنے پر مجبور کرے یا خود لوگوں کو بھیجے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دوسری حدیث میں منقول ہے آپ فرماتے ہیں:

لو انّ النّاس ترکوا الحج لکان علی الوالی ان یجبرھم علی ذلک وعلی المقام عندہ ولو ترکوا زیارۃ النبیؐ لکان علی الوالی ان یجبرھم علی ذلک وعلی المقام عندہ، فان لم یکن لھم اموال انفق علیھم من بیت مال المسلمین (۲)

یعنی اگرلوگ حج کرنا چھوڑ دیں تو والی پر واجب ہے کہ انھیں حج کرنے اور وہاں قیام کرنے پر مجبور کرے، اگر زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ دیں تب بھی والی پر واجب ہے کہ لوگوں کو زیارت کرنے اور وہاں قیام کرنے پر مجبور کرے اگر لوگوں کے پاس (زادراہ کیلئے) پیسے نہ ہوں تو والی بیت المال سے مسلمانوں کے اخراجات حج و زیارت پورا کرے گا۔

---

۱. وسائل، ج۸، ص۱۰، باب۵، وجوب حج حدیث۱

۲. وسائل ،ج۸، ص۱۶، باب۵، بالوجوب حج حدیث۲

جہاد

فروع دین کا چھٹا رکن جہاد ہے جس کا وجوب قرآن سے ثابت ہے اور جہاد اپنی نوعیت کے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام یا نائب امام کی اجازات سے ہی ہوگا۔

ہاں دفاعی جہاد کے احکام کچھ اور ہیں جس میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمْ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنْ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمْ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۱)

بے شک اللہ نے مومنین سے ان کے جان مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہوجاتے ہیں یہ وعدہ برحق توریت، انجیل اور قرآن میں ہر جگہ ذکر ہوا ہے۔ اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنے والا کون ہوگا تو اب تم لوگ اپنی اس تجارت پر

---

۱. سورۂ توبہ، آیت ۱۱۱

خوشیاں مناؤ جو تم نے خدا سے کی ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (۱)

بقدر ضرورت: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے...

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (۲)

تمام مشرکین سے تم اسی طرح جہاد کرنا جس طرح وہ تم سے جنگ کرتے ہیں اور یاد رکھنا کہ اللہ صرف متقین کے ساتھ ہے۔

جہاد سے متعلق جس طرح صریح آیات موجود ہیں اسی طرح ائمہ علیہم السلام سے منقول روایات کی بھی فراوانی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان اللّٰه فرض الجهاد و عظمه وجعله نصره وناصره واللّٰه ما صلحت دنيا ولا دين الا به (۳)

بے شک خدا نے جہاد فرض کیا ہے، اسے عظمت بخشی ہے اور اسے

---

۱. سورۂ توبہ، آیت ۷۳

۲. سورۂ توبہ، آیت ۳۶

۳. وسائل، ج۱۱، ص۹؛ باب۱، حدیث ۱۵

اپنی مدد اور مددگار قرار دیا ہے، خدا کی قسم اس کے علاوہ دنیا اور دین کی اصلاح نہیں ہوسکتی

نہج البلاغہ میں مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں:

اما بعد: فان الجهاد باب من ابواب الجنة، فتحه الله لخاصة اوليائه، هو لباس التقوىٰ ودرع الله الحصينة وجُنته الوثيقة، فمن تركه رغبة عنه البسه الله ثوب الذلة وشملة البلاء(۱)

بلاشبہ جہاد بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ وہ تقوی کا لباس، اللہ کی زرہ اور اور مضبوط ڈھال ہے جو بھی اسے ترک کرے گا خداوند عالم اسے ذلت ورسوائی کا لباس اور بلاؤں کی ردا اڑھادیگا۔

ان احادیث کے علاوہ باب جہاد میں کثرت سے روایات موجود ہیں جن کو مورد استفادہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

جہاد کا پہلا مرحلہ: جہاد کا پہلا مرحلہ اسلام، توحید اور نبوت وغیرہ کی حفاظت کے لئے ہے جو کفار ومشرکین سے متعلق ہے۔

جہاد کا دوسرا مرحلہ: دوسرے مرحلہ میں دفاعی صورت ہے جب مرکز اسلام اور مسلمانوں پر حملہ ہو اور جان ومال، عزت وآبرو اور ناموس پر دھاوا

---

۱. نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷

بول دیا جائے تو ایسی صورت میں دفاعی جہاد واجب ہو جاتا ہے۔

یہ وہ جہاد ہے جس میں ملکوں اور شہروں پر قبضہ و تسلط کی بات نہیں بلکہ مکمل دفاعی ہے اور جب کفر فتنہ و فساد برپا کرے یا شر پسند و گمراہ لٹریچر اور فرہنگ کا سلسلہ ہو تو اس کو روکنا اور دور کرنا واجب ہے۔

ابتدائی جہاد یعنی پہلے مرحلہ میں توحید و عدل اور اصل اساس کی حمایت اور دفاع کیلئے نبی یا امام کی اجازت ضروری ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

والجهاد واجب مع الامام العادل (۱)

جہاد امام عادل کی اجازت و سرپرستی و نگرانی میں ہی واجب ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

لایخرج المسلم فی الجهاد مع من لایومن علی الحکم ولا ینفذ فی الفئی امر اللّٰہ (۲)

اس شخص کے ساتھ مسلمان جہاد کے لئے نہ نکلے جس کے حکم پر اطمینان حاصل نہ ہو اور فئے کے سلسلے میں حکم خدا کو نافذ نہ کرتا ہو۔

ان ہی فرمودات ائمہ علیہم السلام سے ثابت ہے کہ جہاد کے لئے امام علیہ السلام کا وجود ضروری ہے۔

غیبت امام زمان عجل اللہ فرجہ الشریف میں ''کافی'' کی یہ روایت بہت

---

۱. وسائل، ج۱۱، ص۱۱، حدیث ۲۴

۲. وسائل، ج۱۱، ص۳۴، باب جہاد حدیث ۸

مناسب معلوم ہوتی ہے:

والعالم بزمانه لاتهجم عليه اللوابس (۱)

اپنے زمانے کے حالات جاننے والے (عالم) پر مشتبہ امور کا ہجوم نہیں ہوتا۔

مقبولہ عمر بن حنظلہ اور دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ولی فقیہ کو یہ تمام امور اور اختیارات حاصل ہیں۔

---

۱. کافی، ج ۱، ص ۲۷، کتاب العقل والجہل، حدیث ۲۹

دوسری فصل

معاملات میں ولایت فقیہ

نکاح

ولایت کا تعلق فقط عبادات ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس موضوع کی ضرورت معاملات میں بھی ہے، نکاح کے بارے میں ملتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أیما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل، فنکاحها باطل، فنکاحها باطل،فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها، فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له (۱)

جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح

---

۱. ابوعیسیٰ بن سورہ ترمذی، سنن الترمذی، ج ۲، ص ۲۸۰، ابواب النکاح، حدیث ۱۱۰۸

باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔
اگر شوہر اس سے ہم بستری کرے تو اس کے لئے حق مہر ہے جس کی وجہ سے اس کی شرمگاہ کو حلال قرار دیا ہے، اور اگر ان میں جھگڑا ہو جائے تو جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی سلطان ہے (یعنی امام اور حاکم عادل)

طلاق

طلاق کے سلسلے میں علما فرماتے ہیں:

من كانت له امرأة فلم يكسها مايوارى عورتها و لم يطعمها مايقيه صلبها كان حقا على الامام ان يغفر بينهما (۱)

جو شخص اپنی بیوی کو اتنا لباس نہ دے جس سے اپنا تن ڈھک سکے اور اتنا کھانا نہ دے جس سے وہ اپنا وجود قائم رکھ سکے تو امام کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کے درمیان علیحدگی کر دے۔

ایک تفصیلی حدیث مفقود الاثر کے بارے میں ہے جس میں والی کو ایک مدت کے بعد اجازت ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

ان روایات میں امام وقت اور حاکم عادل کو اختیارات دئے گئے ہیں کہ وہ ان میں دخالت کرے۔

---

۱. وسائل ، ج۱۵، ص۲۲۳، باب النفقات، حدیث۲

میراث میں ولایت

صحیحہ ابوبصیر میں ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے میراث کے متعلق دریافت کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

فان لم یسلم احدا من قرابته فان میراثه للامام (۱)

اگر اس کے قرابتداروں میں کوئی مسلمان نہ ہوتو اس کی میراث امام علیہ السلام کی ملکیت ہوگی۔

اسی طرح دوسری احادیث بھی وسائل میں موجود ہیں جن سے واضح ہے کہ میراث کی تقسیم کا حق بھی امام علیہ السلام کو ہے ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام کے بعد اس کے نائب ''ولی فقیہ'' ہی کو یہ حق حاصل ہوگا۔

قضاوت اور حدود میں ولایت

سلمان بن خالد کو فرماتے سنا:

اتقوا الحکومة ،فان الحکومة انماهی للامام العالم بالقضاء العادل فی المسلمین لنبیّ، کنّبی او وصی نبیؐ. (۲)

حکومت کرنے سے بچو، اس لئے کہ حکومت اس امام علیہ السلام کے لئے ہے جو مسلمانوں کے درمیان عادلانہ فیصلہ کرنے کا علم رکھتا ہو، یہ

---

۱. وسائل، ج ۱۷، ص ۳۸۱، باب موانع ارث، حدیث ۱

۲. وسائل، ج ۱۸، باب ۳، صفات قاضی، حدیث ۳

حق حکومت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یا مثل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یا اس کے وصی کے لئے ہے

اصبغ بن نباتہ کی روایت یوں ہے:

قال قضی امیر المومنین ان ما اخطأت القضاۃ فی دم او قطع فھو علی بیت المال مسلمین (۱)

حضرت علی علیہ السلام نے خون کے سلسلہ میں یا ہاتھ کے کاٹنے کے سلسلے میں فیصلہ کیا کہ قاضیوں سے جو غلطی یا خطا ہو جائے اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے دی جائے گی اس طرح کی روایتوں سے تشریعات اسلام، حکومت اور بیت المال کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔

برقی کی روایت اپنے باپ سے ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یجب علی الامام ان یحبس الفساق من العلما والجھال من الاطباء والمفالیس من الکریاء قال: وقالؑ حبس الامام بعد الحد ظلم(۲)

آپ نے فرمایا: فاسق علما، جاہل اطبا، اور مفلس کرایہ داروں کو قید کرنا امام علیہ السلام پر واجب ہے۔ راوی کہتا ہے پھر آپ نے فرمایا: حد جاری کرنے کے بعد امام کا کسی کو قید میں رکھنا ظلم ہے۔

---

۱. وسائل، ج۱۸، ص۲۲۱، باب الکیفیت الحکم، حدیث۳

۲. وسائل، ج۱۸، ص۳۸، باب۸، حدیث۲ ؛ مقنعہ، ص۱۳۹

جناب شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ''المقنعہ'' میں بھی اقامہ حدود کے سلسلے میں تحریر فرمایا ہے کہ ہر حق سلطان اسلامی کو حاصل ہے (جو خدا کی طرف سے منصوب ہو) اور وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ائمہ ہدیٰ ہیں اور یہ حضرات جن حکمرانوں کو منصوب کردیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

الواجب علی الامام اذا نظر الی رجل یزنی اویشرب الخمران یقیم علیه الحد ولایحتاج الی بینة مع نظره لانه امین اللّٰه فی خلقه(۱)

امام جب کسی شخص کو زنا کرتے یا شراب پیتے دیکھے تو اس پر حد جاری کرے اور خود دیکھنے کی صورت میں گواہی کا محتاج نہیں اس لئے کہ وہ مخلوقات خدا میں اس کا امین ہے۔

قصاص اور دیات میں ولایت

ابوالعباس کی روایت میں آیا ہے:

اذا اجتمع العدة علیٰ قتل رجل واحد حکم الوالی ان یقتل لیهم شاؤا (۲)

جب کچھ لوگ کسی ایک شخص کے قتل پر اکٹھا ہو جائیں (یعنی چند

---

۱. وسائل ، ج۱۸، باب۳۲ ، ص۳۴۴

۲. وسائل ، ج۱۹، باب قصاص حدیث ۷؛ص ۳۰

لوگ مل کر کسی شخص کو قتل کردیں) تو والی حکم دے گا کہ ان میں سے
جسے چاہیں قتل کریں

ابوعبیدہ کی روایت میں ہے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک نابینا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے کسی ایک صحیح وسالم شخص کی آنکھ پھوڑ دی ہے آپ نے فرمایا:

ان عمد الاعمیٰ مثل الخطأ هذا فيه الدية في ماله ، فان لم يكن له مال فالدية على الامام ولايبطل حق امرىءٍ مسلم (۱)

اندھے کا جان بوجھ کر یہ کام کرنا مثل خطا وغلطی کے ہے لہذا اس کے مال میں سے اس کی دیت ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہوتو پھر دیت امام علیہ السلام پر ہے اور کسی بھی مرد مسلمان کا حق ضائع نہیں ہونا چاہئے۔

ان روایت واخبار سے قصاص ودیات کے بارے میں والی اور حاکم کے اختیارات کی دلیل ملتی ہے۔

مرحوم مجلسی اول (رضوان اللہ تعالی علیہ) فرماتے ہیں:

ولاشک في المنصوب الخاص فاماالعام كالفقيه فالظاهر منه انه يقيم الحدود (۲)

---

۱. وسائل باب ۱۹، ص ۶۵، ابواب القصاص، حدیث ۱
۲. روضۃ المتقین ، ج ص ۲۱۴

منصوب خاص کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن منصوب عام فقیہ کے مانند ہے، لہذا روایات کا ظہور یہ کہ وہ (فقیہ) حدود و قصاص کو نافذ کرسکتا ہے۔

حفص بن غیاث نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا حدود کو کون جاری کرے گا۔ سلطان یا قاضی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

اقامة الحدود الی من الیه الحکم (۱)

اقامہ حدود الٰہی ان کی ذمہ داری ہے جنھیں حکومت دی گئی ہے۔

مرحوم شیخ مفید (رضوان اللہ تعالی علیہ) ناقل ہیں۔

فاما اقامة الحدود فهو الی سلطان الاسلام المنصوب من قبل الله وهم ائمة الهدی من آل محمد (ص) ومن نصبوه لذلک من الامراء والحکام وقدفوضوا الیه النظر فیه الی فقهاء شیعتهم مع الامکان (۲)

حدود کو نافذ اور اس کا اجرا کرنا ایسے اسلامی حاکم کی ذمہ داری ہے جو خدا کی طرف سے منصوب ہوا ہے اور وہ آل محمد میں سے ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں یا پھر ایسے حکام کی ذمہ داری ہے جنھیں امام معصوم نے اس امر کے لئے نصب (معین) کیا ہے اور ائمہ علیہم السلام نے امکان کی صورت میں فقہا شیعہ کو یہ حق تفویض کیا ہے۔

---

۱. وسائل الشیعہ ، ج ۲۷، ص ۳۰۰

۲. شیخ مفیدؒ، محمد ابن نعمان، مقنعہ، ص ۸۱۰

معاملات میں بھی یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا فقیہ قصاص حدود وغیرہ کا اجرا ایک ملک میں رہ کر دوسرے ملکوں کے لیے کرسکتا ہے؟

اس بحث کا خلاصہ کسی ایک نظریہ پر جمع نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ ولی فقیہ کی نمایندگی کے ذریعہ کچھ تفریق کے ساتھ اپنے اختیارات کو بروئے کار لاسکے۔

تیسری فصل

ولایتِ فقیہ کے سلسلے میں سوال و جواب

سوال و جواب

ولایتِ فقیہ کے سلسلے میں یوں توں بہت سے سوال و جواب ہیں ہم یہاں پر چند ضروری سوال و جواب بیان کررہے ہیں:

سوال نمبرا: ولی فقیہ کا عوام کے ساتھ کس طرح کا رابطہ ہوتا ہے؟

جواب نمبرا: شرع مقدس اور عقلی دلائل کی روشنی میں ولی فقیہ کو متخصص کے افکار اور مشوروں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تاکید ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۱)

---

۱. سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے اور جب پختہ ارادہ بن جائے تو
پھر خدا پر بھروسہ کیجئے کہ خدا توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

یہ بات اوضح واضحات میں سے ہے کہ یہ خطاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ہی مختص نہ تھا بلکہ یہ خطاب آپ کو ایک ''رہبرِ امت اور ولی مسلمین'' کے عنوان سے دیا گیا تھا جو سارے رہبروں کو شامل ہوتا ہے۔

قرآن کی یہ آیت مذکورہ مطالب پر شاہد ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (۱)

اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی بات کو قبول کرتے ہیں، نماز قائم
کرتے ہیں اور آپس کے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور
ہمارے رزق میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت مشورے کی اہمیت کے پیشِ نظر نازل ہوئی ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ حکم، نبوت یا رسالت کے سلسلے میں ہرگز نہ تھا بلکہ حکومت و زعامت اور امور مسلمین کے سلسلے میں تھا جیسا کہ جناب سلمان فارسیؒ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگِ احزاب میں خندق کھدوانے کا مشورہ دیا اور پھر اس سے مسلمانوں کو کامیابی بھی ملی۔

ولی امر مسلمین کے ساتھ عوامی رائے کو، ایران میں نمائندگانِ مجلس خبرگان کے انتخاب کی صورت میں پاتے ہیں۔

---

۱. سورہ شوریٰ، آیت ۳۸

یہ کام ''غیر مستقیم طور سے'' ولی امر مسلمین کی پشت پناہی ہی تو ہے۔

ہاں ایرانی عوام نے اوائل انقلاب میں ''ولی فقیہ کی پشتپناہی'' کو ریفرنڈم کی شکل میں بھی عملی کر کے پیش کیا تھا۔ ''بطور مستقیم'' یہ کام عوامی لحاظ سے تمام سیاسی جلسات ومظاہروں میں شرکت کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف انتخابات، چاہے پارلیمنٹ کا ہو یا صدر کا ہو، کثرت تعداد میں شرکت، عوامی رائے کا ولی امر کے ساتھ ہماہنگ ہونا ہے۔

اس طرح ''جمہوریت'' کا مسئلہ، لفظ ''اسلامی'' کی قید کے ساتھ شرعی تقاضوں کے ساتھ ہماہنگ ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر۲: ولی فقیہ کا مراجع تقلید کے مقابلے میں ''اعلم'' ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب نمبر۲: ولی فقیہ کا مراجع تقلید کے مقابلے میں ''اعلم'' ہونا ایک امر مستحسن ہے لیکن ضروری نہیں۔ جیسا کہ قضاوت اور امور حسبیہ میں اجتہاد اور عدالت شرط ہے لیکن قطعی طور سے اعلمیت اور اعدلیت شرط نہیں۔

یہ موضوع فقاہت کے سلسلے میں ضروری ہے، لیکن حکومت کے لئے مجتہد ہونے کے علاوہ دوسری شرائط کے ساتھ مدیر ومدبر اور شجاع ہونا ضروری ہے۔

اس لئے کہ انتظامی صلاحیت نظم معاشرہ کے لئے بیحد ضروری ہے۔ مثال کے طور پر ایک مریض کو ایک اچھے ڈاکٹر اور بہترین اسپشلسٹ یا سرجن کی ضرورت ہوتی ہے مگر ایک اچھے اسپتال کے مینیجر کے لئے بہترین سرجن یا اسپشلسٹ ہونا ضروری نہیں۔

ہاں اگر اس میں اسپتال کے مینجمنٹ کی صلاحیت نہیں تو وہ مینیجر نہیں ہوسکتا ویسے اگر اسپتال کا مینیجر ایک اچھا اسپشلسٹ یا سرجن بھی ہو تو اسپتال کے انتظامات اور بہتر ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر۳: ولی فقیہ پر کسی کی نظارت ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب نمبر۳: ولی فقیہ چونکہ معصوم نہیں ہوتا، غلطیوں کا امکان ہے۔اس لئے ولی فقیہ کے لئے عدالت، تقویٰ، فقاہت اور کفایت کے ساتھ ساتھ خداترسی اور پرہیزگاری کی فرمانروائی بھی اس میں ضروری ہے، تاکہ خطائے عمدی سے محفوظ رہے۔

حب جاہ، حب مال، ہوائے نفس عیاشی اور تن پروری جیسے صفاتِ رذیلہ اُس پر حاکم نہ ہونے پائیں اگر اس میں عدالت ختم ہو جائے یا وہ فاقد شرائط ہو جائے تو وہ خود بخود اس کی بنیاد پر معزول ہوگا۔

کوئی اسے برطرف نہیں کرے گا اس لئے کہ مجلس خبرگان، ولی فقیہ یا رہبر کو نصب یا عزل نہیں کرتے بلکہ ''کشفِ نصب'' یا ''کشفِ عزل'' کرتے ہیں۔

یہ ایک ''نظارتِ اندرونی'' ہے۔

یہ حفظ نظام، کنٹرول اور نظم وضبط کا ایک ''نظارت بیرونی'' بھی ہے۔

جمہوری اسلامی ایران کے قانون نمبر ۱۱۱ر میں اس کا اشارہ ہے۔

سوال نمبر۴: کیا کوئی عورت بھی ولی فقیہ کے درجہ پر فائز ہوسکتی ہے؟

جواب نمبر۴: پروردگار عالم کسی بھی عورت کو ایک لاکھ چوبیس ہزار

پیغمبروں، اوصیائے الٰہی اور ائمہ علیہم السلام میں قرار نہیں دیا۔

اگر چہ بڑی بڑی باعظمت خواتین، مثل حضرت مریم سلام اللہ علیہا، حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا، اور صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تھیں مگر یہ عہدے انھیں نہ ملے۔ فضیلت وصلاحیت اور مرتبے کے لحاظ سے کسی طرح کم نہ تھیں۔

ائمہ اطہار علیہم السلام نے قضاوت اور حاکمیت کے لئے ''ذکوریت'' کی شرط رکھی ہے پس جب کوئی خاتون قاضی نہیں ہوسکتی تو ولایت کے مسئلے میں بھی وہی حیثیت ہے۔

ہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس سے کبھی بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا نخواستہ کوئی نقص و اہانت کی بات ہے بلکہ ''احکام فرعیہ الٰہیہ'' میں مصالح ومفاسد احکام شرع مقدس کی وجہ سے یہ تخصیص دی گئی ہے۔

جس طرح کوئی خاتون قاضی نہیں ہوسکتی اسی طرح سے کوئی خاتون ولی فقیہ نہیں ہوسکتی۔

منابع وماخذ

۱. قرآن کریم

۲. شیخ صدوق، قمی، محمد بن بابویہ م: ۳۸۱ھ، الامالی، مطبوعہ موسستہ الاعلمی، بیروت ۱۴۱۰ھ

۳. کلینی، ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب م: ۳۲۹ھ، الکافی: دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۸۸ھ

۴. ماوردی، شافعی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیہ، بیروت

۵. محدث زادہ، علی، اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام، طبعہ ۱۳۷۳ھ ش

۶. طوسی، خواجہ نصیر الدین م: ۶۷۲ھ، اخلاق ناصری

۷. رسول جعفریان، احوال وآثار بہار الدین محمد اصفہانی (فاضل ہندی)

۸. فخر المحققین، (فرزند علامہ حلیؒ) ایضاح الفوائد فی شرح القواعد

۹. شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان م: ۴۱۳ھ، الامالی شیخ مفید کنگرۂ جہانی ہزارہ شیخ مفید قم المقدسہ طبعۂ اول۔

۱۰. علامہ جوادی، سید ذیشان حیدر، انوار القرآن، طبعہ لکھنو

۱۱. سعید الخوری شرتونی، اقرب الموارد فی فصح العربیۃ والشوارد، مکتبہ آیۃ اللہ المرعشی، قم المقدسہ ۱۴۰۳ھ

۱۲. مطہری، آشنائی با علوم اسلامی

۱۳. علامہ مجلسی، اصفہانی، محمد باقر بن محمد تقی، م: ۱۱۱۰ھ، بحار الانوار، موسسہ وفاء الوفاء بیروت، طباعت ۱۴۰۴ھ

۱۴. علامہ حلی، حسن بن یوسف علی بن مطہر، م: ۷۲۶ھ، تذکرۃ الفقہا، چاپ سنگی، ۱۲۷۳ھ

۱۵. علامہ حلی، حسن بن یوسف علی بن مطہر، تحریر الاحکام، م: ۷۲۶ھ ناشر موسسہ امام صادق علیہ السلام

۱۶. علامہ حلی، حسن بن یوسف علی بن مطہر، م: ۷۲۶ھ تبصرۃ المتعلمین، ناشر انتشارات فقیہ

۱۷. ابو جعفر محمد بن جریر طبری، م: ۳۱۰ھ تاریخ طبری، مطبوعہ قاہرہ، مطبعۃ الاستقامۃ، ۱۳۵۷ھ

۱۸. سیوری حلی، شیخ جمال الدین مقداد بن عبد اللہ، التنقیح الرائع شرح مختصر الشرائع

۱۹. زبیدی، حسینی، سید محمد مرتضی، تاج العروس فی شرح القاموس، مطبوعہ، خیریہ، مصر، ۱۳۰۲ھ

۲۰. مامقانی، حاج شیخ عبد اللہ، تنقیح المقال، دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۱. خطیب البغدادی، ابی بکر احمد بن علی بن ثابت م: ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد او مدینۃ السلام: طبعہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۸ھ

۲۲. طوسیؒ، خواجہ نصیر الدین م: ۶۷۲ھ، تلخیص المحصل

۲۳. شیخ طوسیؒ، ابوجعفر، محمد بن حسن بن علی طوسی م: ۴۶۰ھ، تہذیب الاسلام، دار التعارف، بیروت

۲۴. حرانی، حسن ابن شعبہ (از علمائے قرن چہارم ہجری)، تحف العقول انتشارات جامعۂ مدرسین حوزۂ علمیہ قم۔

۲۵. امام خمینیؒ، روح اللہ، توضیح المسائل

۲۶. نجفی، شیخ محمد حسن، جواہرالکلام شرح شرائع الاسلام دار احیاء التراث العربی

۲۷. کرکی، محقق ثانی، جامع المقاصد فی شرح القواعد، قم موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیا التراث

۲۸. کراروی، نجم الحسن، چودہ ستارے، مطبوعہ، لکھنؤ

۲۹. شیخ صدوق، محمد بن بابویہ قمی م: ۳۸۱ھ، الخصال، انتشارات اسلامی، قم

۳۰. مکی، عاملی، شہید اول، محمد بن جمال الدین، ۷۸۶ھ، الدروس، موسسہ نشر اسلامی، قم المقدسہ ۱۴۱۲ھ

۳۱. عاملی، سید حسن امین، دائرۃ المعارف الشیعہ، دار التعارف بیروت

۳۲. آقا بزرگ تہرانی، محمد محسن، الذریعہ الی التصانیف الشیعہ، الآداب نجف الاشرف، ۱۳۸۹ھ، دانشگاہ تہران، ۱۳۵۵ھ

۳۳. علامہ حلی، جمال الدین، حسن بن یوسف علی بن مطہر، متولد حلہ ۶۴۸ھ م: نجف اشرف ۷۲۶ھ، رجال علامہ حلی ''خلاصۃ الاقوال، دار الذخائر، قم ۱۴۱۱ھ

۳۴. شہید ثانی، زین الدین، علی بن احمد، الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ

۳۵. علامہ بحر العلوم، محمد مہدی، م: ۱۲۱۲ھ، رجال بحر العلوم، ناشر مکتبۃ الصادق تہران ۱۳۶۳ھ

۳۶. رجال: شیخ طوسیؒ، متولد خراسان، ایران ۳۸۵ھ م: نجف اشرف ۴۶۰ھ
انتشارات المکتبۃ والمطبعۃ الحیدریۃ فی النجف ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء
۳۷. علامہ مجلسی اول، اصفہانی محمد تقی، روضۃ المتقین، بنیاد فرہنگ اسلامی ۱۳۹۳ھ
۳۸. عاملی، سید محمد حسین استر حسین، الزبدۃ الفقہیہ
۳۹. زندگی نامہ: انتشارات ۱۵/خرداد
۴۰. ترمذی، ابوعیسیٰ بن سورہ، سنن الترمذی: ابواب النکاح،، داراحیاء التراث، بیروت
۴۱. شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار:، دارالسواد تہران طبعہ اول ۱۴۱۴ھ
۴۲. ابن ابی الحدید معتزلی متولد ۵۸۶ (مدائن) م: ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغہ، طبعہ بیروت ۱۳۸۵ھ
۴۳. محمد عبدہ، شرح نہج البلاغہ: دار الکتاب عربی ۱۴۰۶ھ
۴۴. شیخ الرئیس ابوعلی سینا، الشفاء، کتابخانہ آیۃ اللہ... مرعشی نجفی
۴۵. حلی، شیخ ابوالقاسم، جعفر بن حسن بن یحیٰ بن سعید، شرائع الاسلام، دارالاضواء بیروت
۴۶. شئون واختیارات ولی فقیہ: ترجمہ مبحث ولایت فقیہ از کتاب بیع امام خمینیؒ
۴۷. قشیری، نیشاپوری، ابوالحسن، مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۴۸. امام خمینی، رہبر کبیر انقلاب، روح اللہ، صحیفہ نور، مرکز مدارک فرہنگی انقلاب اسلامی، بہمن ۱۳۶۱ھ ش
۴۹. جوہری، اسماعیل بن حماد، صحاح طبعہ مصر دار الکتاب عربی ۱۳۷۲ھ
۵۰. خرم آبادی، عوامی حکومت یا ولایت فقیہ
۵۱. گوپالپوری، مولانا سید علی مرحوم، علامات ظہور

۵۲. شیخ طوسیؒ، ابوجعفر، محمد بن حسن بن علی م: ۴۶۰ھ، غیبت، مؤسسہ المعارف الاسلامیۃ، قم
۵۳. راوندی، قطب الدین م: ۵۷۳ھ، فقہ القرآن، کتابخانہ آیۃ اللہ... مرعشی نجفی، قم المقدسہ، ایران
۵۴. قمیؒ، شیخ عباس، فوائد الرضویہ
۵۵. فرہنگ جہاد: ''سال اول''
۵۶. اردبیلی، سید عبد الکریم موسوی، فقہ القضاء
۵۷. علامہ حلی، حسن بن یوسف بن علی بن مطہر م: ۷۲۶ھ، قواعد الاحکام نشر اسلامی، قم المقدسہ ۱۴۱۳ھ
۵۸. شوشتری، شیخ محمد تقی، قاموس الرجال، موسسہ نشر الاسلامی، قم ۱۴۱۰ھ
۵۹. حلی، محمد بن ادریس، م: ۵۹۸ھ، کتاب السرائر جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم المقدسہ ۱۴۱۰ھ
۶۰. موسوی، گلپایگانی، محمد رضا، م: ۱۴۱۴ھ ق، کتاب القضاء دار القرآن الکریم، قم
۶۱. امام خمینی، روح اللہ، کتاب البیع، انتشارات جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم
۶۲. محدث قمی، شیخ عباس، الکنی والالقاب، مکتبۃ الحیدریۃ نجف الاشرف ۱۳۷۶ھ
۶۳. شیخ صدوق، محمد ابن بابویہ قمی م: ۳۸۱ھ، کمال الدین، انتشارات دار الکتب اسلامیہ، تہران، ۱۳۹۵ھ
۶۴. ابن منظور، محمد بن جلال الدین م: ۷۱۱ھ، لسان العرب
۶۵. مکی، عاملی نبطی، جزینی، شہید اول، شمس الدین، محمد بن جمال الدین، م: ۷۸۶ھ ق، لمعۃ الدمشقیۃ، دار الفکر، قم المقدمہ ۱۴۱۱ھ

۶۶. مجلّہ توحید (اردو) مارچ واپریل ۱۹۸۹ء مطابق رجب شعبان ۱۴۰۹ھ، ج۶، شمارہ ۲
۶۷. راغب اصفہانی، حسین، مفردات الفاظ قرآن، دارالمعرفۃ، بیروت
۶۸. آقا بزرگ تہرانی، میرزا شیرازی، انتشارات وزارت ارشاد اسلامی
۶۹. الحکیم، سید محسن، مستمسک العروۃ الوثقی
۷۰. ابن شہر آشوب مازندرانی، محمد بن علی بن شہر آشوب م: ۵۸۸ھ، معالم العلما، بہ اہتمام عباس اقبال تہران، ۱۳۵۳ھ ش
۷۱. قمی، شیخ صدوق، محمد ابن بابویہ م: ۳۸۱ھ، معانی الاخبار، انتشارات اسلامی جامعۂ مدرسین حوزۂ علمیہ قم المقدسہ
۷۲. یافعی، شیخ عبداللہ بن اسعد، مرات الجنان: طبعہ دارالمعارف نظامیہ حیدرآباد ''ہندوستان'' ۱۳۳۶ھ
۷۳. شیخ مفیدؒ، محمد بن محمد نعمان م: ۴۱۳ھ، مقنعہ، انتشارات جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم المقدسہ
۷۴. قاضی عبدالعزیز جلبی، مہذب، انتشارات جامعہ مدرسین، قم ۱۴۰۶ھ
۷۵. ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون
۷۶. شہید ثانی، زین الدین علی العاملی، مسالک الافہام فی شرح شرائع الاسلام، دار الہدی، قم المقدسہ
۷۷. طباطبائی، علامہ محمد حسین، المیزان فی التفسیر القرآن، نشر اسلامی، قم المقدسہ
۷۸. مجلّہ: دعوت توحید، نامہ امام خمینیؒ بہ گورباچوف
۷۹. مجلّہ: حوزہ شمارہ ۲۳ قم المقدسہ
۸۰. شیخ بہاء الدین، المناہج السویہ فی شرح الروضۃ البہیہ

۸۱. نراقی، مولیٰ احمد، مستند الشیعه طبع سنگی: ناشر کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی... نجفی ۱۴۱۵ھ

۸۲. فیض کاشانی، ملا محسن، المحجۃ البیضاء

۸۳. طریحی، شیخ فخر الدین، مجمع البحرین، تہران مکتبۃ المرتضویہ

۸۴. دیلمی، سلار بن عبد العزیز، مراسم العلویہ

۸۵. شیخ طوسیؒ، ابو جعفر، محمد بن حسن بن علی م: ۴۶۰ھ، مبسوط، مطبوعہ، مکتبۃ المرتضویہ ۱۳۷۸ھ ش

۸۶. امام خمینیؒ، روح اللہ، مکاسب محرمہ، موسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ ۱۳۷۳ھ ش

۸۷. الغزالی، الشافعی، ابو حامد محمد بن محمد، م: ۵۰۵ھ ق، المستصفی فی علم الاصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۷ھ

۸۸. محدث نوری، میرزا حسین بن محمد تقی، متولد ۱۲۵۴ھ وضع یالو، شہر نور، مازندران م: ۱۳۲۰ھ، مستدرک الوسائل، دار الخلافۃ ۱۳۱۸ھ

۸۹. خواجہ ہمدانی، مودۃ القربیٰ

۹۰. فیض الاسلام، سید علی نقی، نہج البلاغہ (ترجمہ فارسی) انتشارات فیض الاسلام، ۱۳۶۶ھ

۹۱. مفتی جعفر حسین، نہج البلاغہ (ترجمہ اردو)

۹۲. جوادی، علامہ ذیشان حیدر، نقوش عصمت

۹۳. شیخ طوسیؒ، ابو جعفر، محمد بن حسن بن علی م: ۴۶۰ھ، النہایۃ فی المجرد الفقہ والفتاوی، مطبوعہ دار الاندلس، اوفسٹ منشورات قدس قم المقدسہ

۹۴. ابو المکارم ابن زہرہ، النقض

۹۵. نقد وتوطئہ آیات شیطانی

۹۶. طوسیؒ، ابن حمزہ عماد الدین، الوسیلہ الی نیل الفضیلۃ، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی قم

۹۷. شیخ حر عاملی، محمد بن حسن بن علی متولد ۱۰۳۳ھ، (موضع مشغر) جبل عامل لبنان، م: ۱۱۰۴ھ، وسائل الشیعہ موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث قم، طبعہ اول

۹۸. امام خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ، طبعہ اول

۹۹. تہرانی، آیۃ اللہ محمد حسین، ولایت فقیہ در حکومت اسلام

۱۰۰. آذری قمی، احمد، ولایت فقیہ، مؤسسہ دار العلم ۱۳۷۱ھ

۱۰۱. آیۃ اللہ مصباح یزدی، ولایت فقیہ پرسشہا و پاسخہا، مؤسسہ آموزشی و پژوہشی امام خمینی، قم المقدسہ

۱۰۲. حنفی، قندوزی، سلیمان، ینابیع المودۃ، تصحیح امیر جلال الدین حسینی تہران انتشارات اعلمی ۱۳۷۶ھ ش

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

The roles of jurists during the time of the occultation of Imām al-Mahdī (may Allah hasten his reappearance)

Nuqūsh faqīh dar ghaibat Imām (ʿajjal Allah farajahū)

By: Shamshād Ḥusain Radhawi

ملنے کے ایڈریس:
ایران: قم المقدسہ، انتشارات مرکز جہانی علوم اسلامی، بلوار بہار رجب
مقابل الزہراء (س) فون نمبر: 0098251/7749875
E-mail:public-relations@Qomicis.com
ہندوستان: عباس بک ایجنسی رستم نگر درگاہ حضرت عباس لکھنؤ یوپی۔
فون نمبر: 00915222647596 فیکس نمبر: 647910

ISBN 964-8961-29-8

9789648961294